

**TEXT PROBLEM
WITHIN THE
BOOK ONLY**

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222176

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No.

۸۹۱۵۱۳۳۳

Accession No.

U 677

Author

عبدالحق شری

Title

دستور اور موہنا

This book should be returned on or before the date last marked below.

677

ایس کارڈ سے لڑا گیا۔ حقیقت ہے
پھر یہ کیا، سالہ زار سے ۱۹۶۸ء

U677

~~U8914333~~

~~8h23M~~

۱۹۱۵

۲

CHECKED 1968

جہ فرمائش جناب سردار جوت سنت شاہ صاحب پبلشرس لاہور

منصور اور موہنا

ایسی کہ

Checked 1978

وہ ناول حسین سلطان محمد وغزنی کے جوش سلفانی اور
ہندو راجہ لکھنوی کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں اور
چوتھے حصے میں دلکشا کے ساتھ نکلتا رہا غلط

مصنف

جناب مولوی شمیم حسین صاحب شتر گنہوی سندھ دلکشا
مصنف کا نام مولانا صاحب احمد لاہور انڈیا فردوسی

جستہم حافظین علی الدین پرنٹر

ابو العالی شمیم پریا گروین چا پاکیا

کامیابی اور مقبول خبری

ہمارا قصہ ۳۹۵ء سے شروع ہوتا ہے ہجرت کی پہلی صدیوں میں فتوحات کا ایک طرف افریقہ کو طے کر کے اندلوس یعنی ہسپانیہ غلطی تک پہنچ گیا تھا اور دوسری طرف شام اور ایشیا کی چمک اور سرزمین ایران سے تجاوز کر کے خراسان ہوتا ہوا ملک افغانستان تک آ گیا تھا۔ اس سال اسکی موجیں ہندوستان کو تپ پڑے دیر ہی تھیں اور دریائے اٹک کے کنارے ان عظیم الشان لڑائیوں کے اکھاڑے بیگئے تھے جنہوں نے آخر ہندوستان میں آریں بہادر و مکی قوت توڑ کر مسلمانوں کو کامیاب کیا۔

ہندوستان کے اس مشہور دریائے دونوں جانب دور دور تک میدان پہیلے ہوئے ہیں جنہیں ہر طرف یا تو ریگستان نظر آتا ہے جو راجپوتانہ کی سرزمین کا نمونہ دکھاتا ہے یا سنسکرتی پہاڑیاں ہیں جو سلسلہ بندی کے ساتھ جاؤ جاتے افغانستان کے دشوار گزار پہاڑوں سے ملتی ہیں یہاں سخت اور تاخت اور تاراج پر زندگی بسر کرنیوالی قومیں آباد ہیں جنکی وجہ سے اکثر خوریزی اور لوٹ کا بازار گرم رہا کرتا ہے مگر ان دونوں بے امنی ترقی کر گئی ہے کیونکہ ایک طرف ہندوستان کی فوجیں تمام اطراف سے سمٹ کر فراہم ہوئی ہیں اور ایک طرف ترکی اور افغانی قرآن شریف کے دین کو لے لے کے آئے ہیں اور یہاں کے معرکے سر کر کے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔

اس پیش کی لڑائیوں نے ہندو راجاؤں کے دلونہیں ایک خوف ہی پیدا کر دیا ہے وہ خوف رہا یا پرستہ راز کر گیا ہے کہ دہقان اور کاشتکار اپنے گھر و زمین بیٹھ رہے ہیں۔ مسافروں نے راستہ چلنا چھوڑ دیا ہے سپاہیوں میں سے بھی جو

کوئی کسی کام کاج کو فوج سے نکلنا چاہتا ہے تو تنہا نہیں نکلتا بلکہ اپنے بڑے سے بہت سے سپاہیوں کا گروہ باندھ کے نکلتا ہے جو تنہا کسی طرف نکل گیا اپنے حریف کے ہاتھوں قتل ہو یا گرفتار کیا گیا عورتیں جو ہمیشہ سے صبح دریا پر نہانگی عادی ہوتی ہیں وہ گہر و عین بیٹھی کانپ رہی ہیں کہ ظالم و جابر ترکی کپڑے لوندھی نہ نالین دریا اٹک کے کنارے جو جھانے بنے ہیں اور جنگی خوشنما اور مستطیل عمارتوں سے وہاں کے صحراؤں کی زینت ہے سب سسنان اور خاموش پڑے ہیں چند روز پہلے انہیں دیوتاؤں کی پرستش بڑی دھوم سے کیجاتی تھی خصوصاً صبح کے وقت گھنٹوں اور ناقوسوں کی آوازیں کثرت سے گونجتی تھیں وہی تلو اچس لے شام اور روم میں عیسائیوں کے گرجے ویران کئے جیسے ایران میں مجوسیوں کے آتش خانے سرد کئے ایسا کاسایہ اب ان تھانوں پر پڑا ہے۔

اس دریا سے اٹک کے مشرقی کنارے پر ایک وسیع سبزہ زار ہے جو مسافروں کو ملک سندھ تک پہنچاتا ہے کہیں بیان وہ مسافر نظر آیا کرتے تھے جو وسط ایشیا سے ہندوستان میں آتے تھے پنجاب سے سندھ کی طرف جاتے تھے لیکن اقبوس اس وقت اس صحرا کو بالکل سسنان پاتے ہیں چونکہ دریا قریب ہے اسوجہ سے طیور ہر طرف کثرت سے نظر آتے ہیں جو اپنی آزادی پر اسدرجہ نازان ہیں اور اس جوش مسرت سے کلیلیں کر رہے ہیں کہ گویا اونکو ملک کے موجودہ مصائب اور تباہیوں کی کچھ پروا نہ نہیں اگرچہ خوف کا موسم ہے مگر غریب گذرے اپنی مویشیوں کو چرانے آئے ہیں لیکن چاروں طرف دیکھتے جاتی ہیں کہ کہیں ایسا نہو کہ مسلمان سپاہی آڑھین اور جانور و نگوچڑ لیجائیں۔

اس وقت پیردن چڑھا ہوا گامیوں کا آفتاب سرزمین ہند سے نمایاں ہوا ہے اور اسکی حرارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہند وراجاؤں کا قاصد نگر آیا ہے اور اس عہد کی ہندوستانی بیلک سے مسلمانوں کی روک تھام کے لئے جو گرم جوشیاں ظاہر ہوتی تھیں اونکا نمونہ دکھا رہا ہے صحرا کی بالو

گرم ہو کر اُٹھتے لگی ہے اور اس خیال سے کہ ترکی سوار آکر ہمال ٹکر سکین
 زہریلوں کو ونگی پٹہ پر سوار ہو کر زندگی ہی میں آسمان سفر پر آمادہ ہو گئی
 ہے شاید سرزمین ہند کی قدیمی خاصیت سے اپنے ہندو فرمانرواؤں کی ساتھ
 ملک حرامی اور ہونوئی کر نیکو تیار ہوئی ہے اور انہیں کی طرف زبان حال سے
 اشارہ کر کے کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں سے لڑنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اسی
 حال میں شمال کی طرف سے ایک فوج نمایاں ہوتی ہے یہ اس تیزی سے
 بڑھتی چلی آتی ہے کہ جس سین میں یہ آتی ہے یا تو اسی آسمان کی شمال سے
 لی ہوئی تین یا عین وسط میں آگنی سوار ونگی اور ان کے ہاتھ پاؤں کی بناوٹ بتائی
 ہے کہ یہ صورتیں سرزمین پر سیر کر رہی ہیں دھن کی خاک سے یہ تھکے ہوئے
 ہیں۔ سرخ و سفید چمکے چوڑے بڑے بڑے عیب ہاتھ پاؤں تیز انگلیں
 جن سے غصہ کے وقت شعلے نکل پڑتے ہیں یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ
 جو ہندوستان کے باشندوں سے ان کو جہاں کر رہی ہیں یہ سوار شمار میں
 چھ سو سے زیادہ ہونگے ان کا سردار جو ایک خوش ادا اور نو آدمی ہے
 شجاعت اور جوانی کے جوش میں بہا ہوا سواروں کے آگے جا رہا ہے
 معمولاً سپاہی اپنے اپنے افسر کا حکم مانتے ہیں مگر اس جوان کے چھ
 جس وضع سے جا رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابع فرمان ہو کر
 علاوہ اوسکی وقعت اور ادب بھی کچھ ان کے دلوں میں موجود ہے اوس
 قدیم زمانہ میں یہ ضابطہ اور انتظام کمان مگر صرف جوان کے رعب و ادب
 نے سواروں کو اس قدر باضابطہ بنا دیا ہے اور کی طرح ممکن نہیں چلتے چلتے
 نو جوان نے بہ آواز باند پکارا۔ بچی! بچی! ۱۱
 ایک قد آور شخص جو سب سواروں کے ساتھ جا رہا تھا آگے بڑھا اور اوس
 سلام کر کے خاموش کھڑا ہو گیا۔
 نو جوان۔ تم ان راستوں سے واقف ہو یہی راستہ ہے نہ

یکھا۔ حضور یہی راستہ ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ہباگ کراسی راہ سے گیا ہے۔

لوجوان۔ ابھی تک تو کہیں پتہ نہیں ہے مگر ہماری تلواروں سے ہباگ کے کمان جاسکتا ہے۔

یکھے۔ یہ تلواریں ہمیشہ عرصہ کارزار میں اپنے جوہر دکھاتی رہیں اور دنیا کو انٹر کفر اور شرک سے انہیں تلواروں نے پاک اور صاف کیا ہے۔

لوجوان۔ مگر ابی ہندوستان باقی ہے۔

یکھے۔ اسکو ہمارے سلطان اور آپکی ذات پر منحصر رکھا ہے۔ اب وہ وقت

آگیا ہے کہ آپکی باندھو صلگی اس ملک میں ہی فتح اور نصرت کیساتھ اسلام کے جھنڈے اوڑا سکے۔

لوجوان۔ ہاں محمد بن قاسم کے بعد سے پھر تو کسیکو ادھر کا رخ کرینگی جرات نہوئی۔

یکھے۔ حضور بیان کے راجہ اور راجپوت سپاہی بڑے بہادر ہیں اونکی مرتابی کی سزا دیکر غزنین کو واپس جائیں۔

لوجوان۔ سلطان کو فتوحات کا بڑا شوق ہے اس ملک کو ضرور فتح کرینگے اب نہیں تو پھر

یکھے۔ ہاں یہ صحیح ہے مگر میں تو واپس جانیکے بالکل خلاف ہوں اعلان کلمۃ اللہ

میں انہیں کسکا خوف ہے۔ بھئی۔ خدا انہیں فتح و نصرت ہی عنایت کر لیکر راجپوت ہزار

بہادر ہوں مگر ہمارے سپاہیوں کا مقابلہ توڑی کر سکتے ہیں۔

یکھے۔ رجباً ہے بارہا تجربہ ہوا اور ہمیشہ ترکوں اور افغانوں نے راجپوتوں پر عرصہ کارزار

بند کر دیا مگر اصل یہ ہے کہ ابھی تک سرحد ہی پر لڑائیاں ہوئیں جب سلطانی فوج ظفر

بیج دریا کے سندھ سے آگے بڑھ سکی اور اسوقت راجپوتوں سے لڑائیاں ہونگی۔

اور معلوم ہوگا کہ راجپوتوں کے دل کس قدر مضبوط ہیں۔

لوجوان۔ ہم کو ہمارے سپاہیوں کا یقین نہیں ہوا ہے راجپوت ہزار شیلع اور بہادر

ہوں مگر ان لوگوں کے سامنے اونکی کچھ ہستی نہیں ہاں یہ بھی میں ماننا ہوں

کہ وہ پورے سپاہی ہوتے ہیں لیکن ان ترکوں کے سامنے ایک دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکے۔ اب تو چلنے میں جلدی کرنی چاہئے۔ چلو۔

یہ لیکر نوجوان گھوڑا دوڑا دیتا ہے اور اُسکے ہمراہی تمام سوار باگین ڈھیلی کر دیتے ہیں اور محمد گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہیں۔ جوان کے ہاتھ میں جو ہنڈا ہے وہ ہوا میں لہرا کر ایک بیک ٹھہراتا ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ اُسے اپنے گھوڑے کو چلتے چلتے روک دیا۔ تو جوان کچھ دل میں سوچ کر اپنے سواروں کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے بہادر و امتحان اور تیر و آزمائی کا موقع آگیا۔ کافر سامنے آ رہے ہیں۔

نوجوان دیکھنے اب ہندو راجپوت زیادہ بہادر ہیں یا میرے جانباز ترک۔ ان بہادر رویہی وقت امتحان کا ہے اور ان سے لڑنا ہی کیا بہاگے ہوئے کو مارنا بھی کوئی مشکل کام ہے، جو وقت نوجوان نے یہ تقریر کی تھی اسوقت کچھ ہندو سوار نظر آتے تھے جو اب صاف نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ شمار میں ہی بہت ہیں۔ جتنی دیر میں نوجوان نے تقریر ختم کی اتنی ہی دیر میں وہ مستعد کارزار ہو گئے انہوں نے تلواریں میان سے نکال لیں اور اس جوش و خروش سے بڑھے کہ گویا جان دینے ہی کی غرض سے بڑھے تھے بلکہ مسلمانوں کے حملہ کا انتظار بھی نہ کیا اور حملہ خود ہی کر دیا کہ بہادر راجپوت تلواریں ہلاتے چلے آتے ہیں اور ہباٹ انکی بیج خوانی میں اپنی فصاحت اور نادر الکلامی کے جوہر دکھا رہے تھے ادھر سے نوجوان کے سپاہی بڑھے اور دونوں فوجوں کے بڑھتے ہی گویا دونوں طرف ہر سپاہی ایک قصا کا فرشتہ بن گیا۔ راجپوت شمار میں پانسو سے زیادہ نہ تھے مگر اس ثابت قدمی سے لڑے کہ دن آخر ہو چلا اسوقت مسلمان سپاہی زیادہ خوریزی کرنے لگے کہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے ہی حریف کو پسپا کر دیں۔ ناگمان ہندوؤں کے دو سپاہی جو کسی ضرورت سے ادھر آئے تھے اپنے ہم مذہبوں کی مدد پر آمادہ ہو گئے

فورا حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں ایک قسم کا خوف پیدا ہو چلا تھا۔
 جوان نے ایسی پرچوش تقریریں کر کے راجپوتوں کے مقابل میں دلاؤ شجاعت
 دی اور ہر ہندوؤں کے قدموں کو لغزش ہوئی اب کیا ہاتھ لگی سبھی ایک
 سبک ٹوٹ پڑے اور دشمنوں کو قتل کرنے لگے کچھ بہاگ گئے جنکے تعاقب
 میں نو جوان گھوڑا لیکر بہاگ باقی سب قتل ہوئے۔ اور گرفتار ہوئے لڑائی کا
 بحر اسواج جب وقت ٹھہرا ہے اُس وقت یہ سمان نظر آیا کہ میدان بہادران کے
 خون سے سرخ ہے اور وہ خواب مرگ کا مزا اٹھا رہے ہیں اور غریب راجہ بھی
 مسلمانوں کا قیدی تھا جسکے تعاقب میں مسلمان آئے تھے اُسکی آزادی نہیں
 گئی تھی اور مسلمانوں کا دوسرا افسر بھی اُسکو اپنے خیمہ میں لایا اور انتظار
 کر رہا تھا کہ نو جوان سردار جو بہاگنے والوں کے پیچھے چلا گیا ہے اُسے تو راجہ ہی
 اُسکی سرکشی کی باز پرس کیجائے رات گذرتی جاتی تھی اور اُسی کے موافق تھا
 میں بھی اضطراب پیدا ہوا تھا آخر کچھ میں زیادہ بے صبری پیدا ہوئی وہ کہہ کر
 راجہ سے پوچھنے لگا۔

یہ سچے۔ آخر تمہیں بغاوت کی سزا ملگئی کیا تمکو نہیں معلوم تھا کہ ہمارے سپاہیوں
 کی جانب ازبان ایسی نہیں کہ تم مقابلہ کرنا کیسا اٹکی تلواریں سے جان بھی بچا سکو
 اگر ہمارے سلطان کو اپنا بادشاہ نہیں مانتے تھے تو اپنے قدیم بادشاہ دہلی کی
 اطاعت کی ہوتی بنے نہ تھے کہ تھے اُسکے مقابلہ میں ہی علم بغاوت بلند کیا تھا یہ
 انہیں کو نہ کیوں کا نتیجہ ہے حالانکہ اب سلطان محمود غزنوی کے مقابلہ میں کوئی
 بادشاہی دعویٰ نہیں کر سکتا ایک روز آئینہ الا ہے کہ دہلی کا بادشاہ بھی یونہی
 سلطان کے مقابل میں بندھا کھڑا ہوگا۔

راجہ یہ دہکی دینے کا وقت نہیں ہے پریشور کی یہی مرضی تھی مجھے تقدیر ہی
 کوئی شکایت نہیں میرے دل میں استقلال ہے چاہے سلطان محمود دھویا
 اور کوئی بادشاہ ہو میری نظر میں اُسکی کچھ آتی نہیں ہاں اتنا افسوس ہے

کہ اگر دلی کے راجہ سے ملا ہوتا تو مناسب تھا کیونکہ اس صورت میں تم تلچوان کو یہ
جرات نہ ہوتی کہ ہماری زمینوں کو اگر ناپاک کرو۔

یہ سچے اصل یہ ہے کہ ہماری اس متعصبانہ بت پرستی نے تم کو خراب کیا
سلطان نہایت ہی دیندار اور خدا ترس بادشاہ ہے اگر تم لوگ بت پرست
نہوئے تو وہ تمہاری زمین کو یوں شکار گاہ نہ بنا دیتا۔ دیگر مغربی ہندوستان
میں تمام جہت سے سرنگوں ہو گئے اور ہماری تلواریں ان کو یوں نہ مانو گے تو جبراً
انہیں اکبر کی آوازیں بلند کرانی پڑیں گی۔ اب زیادہ رات جا چکی اور بجی کے دھین ایک
تشویش پیدا ہوئی جو ساعت بساعت بڑھتی جاتی تھی کیونکہ تو جوان سردار اسی
اسی آفتاب سے واپس نہ آیا تھا اسے اپنے چند ماتحت افسر و نکلہ لاکر پوچھا
تو معلوم ہوا کہ لٹا ہر کل مسلمان سپاہی آپ کے صرغہ نو عمر بہادر سردار فوج
منصور راہی تک نہیں آیا یہ بجلی نے حکم دیا کہ پچاس ہزار سوار جا کر تلاش کر لائیں
سوار ادھر ادھر روانہ ہوئے اور یہ دھین سوچنے لگا کہ بڑا غصہ ہو گا تو اپنی فوج
کشی میں ہم کامیاب ہوئے اور بچے رام کو گرفتار کر لیا مگر ہمارے لالچ اور
بہادر منصور کا پتہ نہیں۔

خدا جانے کہاں چلے گئے اس وقت تک واپس نہ آنا پے سبب نہیں ہو سکتا
افسوس اگر ان کا پتہ نہیں لگا تو سلطان کو بڑا صدمہ ہو گا انکو منصور سے
بہت محبت ہے اپنے بیٹے کی جگہ سمجھتے ہیں۔

علاوہ برین اپنی خاندانی اور نیز جرات کی وجہ سے دل میں جگمگ کر لینا کیسا
سلطان کو خود اپنا کر لیا ہے۔

اگر ہم یونہی واپس گئے تو سلطان ہم سے سخت ناراض ہونگے اور کیا عجب
جو ہم لوگوں کو الزام دیا جائے اور سختی سے باز پرس کی جائے۔ اور
سلطان کی برہمی بھی بیجا نہ ہوگی۔ کیونکہ منصور یا ایسا شریف النسل جوان
جاننا زلنا دشوار ہے۔ یہ سچے اسکے بعد راجہ گرفتار کی طرف متوجہ

بعد ششہ میں ایک عیب سرا سننے آئے کہ فتنوحات حاصل کی تبین کہ ششہ میں
 تھی بن قاسم نقی نے آئے کہ تمام سرزمین سند کو تاخت و تاراج کر کے ششہ میں
 ملتان پہنچا تا کہ حجاج بن یوسف کے سرخی خبر آئی تھی جسکی جانب سے محمد
 بن قاسم روانہ کیا گیا تھا مگر اسکے بعد ہی محمد بن قاسم برابر فتوحات حاصل کر تدرہ
 یہاں تک کہ خلیفہ ولید بن عبداللہ مر گیا اور اس کا بھائی سلیمان بن عبداللہ
 خلیفہ ہوا۔ سلطان نے محمد بن قاسم کو معزول کر کے بزیہ بن ابی کیتہ سکسے کو وال
 سندہ مقرر کیا محمد بن قاسم رعایا کے مہند میں اس درجہ سرور و عزت پہنچا تا کہ اسکی
 معزولی پر سبکو صد یہ ہوا بزیہ اٹھامہ می دن والی سندہ رہنے پایا تا کہ فضا نے
 اس کا فیصلہ کر دیا۔ خلیفہ سلیمان نے اسکی جاگہ چلے فاتح سندہ مہلب کے
 بیٹے حبیب کو سندہ کا گورنر معین کیا۔ اسکے بعد سے اگرچہ محمد بن قاسم کے عہد
 کی ایسی عظیم الشان فتوحات کسب کو نصیب نہیں ہو لیکن مگر بنی امیہ کے آخر دور تک
 سندہ پر اہل اسلام کا قبضہ رہا بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں سندہ کا قدیم راجہ
 سلمان ہو گیا اور سندہ والوں کی اخلاقی حالت پر عربی طرز معاشرت کا بہت
 کچھ اثر پڑ گیا تھا بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ عربی قوت بالکل ضعیف ہو گئی اور
 برائے نام صرف سواصل کے بعض بلاداران کے قبضہ میں رہنے لگے لیکن جیننگ
 بنی امیہ کی خلافت دنیا میں رہی اسوقت تک اہل سندہ کو مسلمانوں کے
 نکال دینے کی جرات نہ تھی۔

خلافت خاندان بنی عباسیہ میں علویوں کو سندہ کی حکومت چھوڑنا پڑی اور جو
 عربی خاندان بیان آئے ہوئے تھے اوپر طرح طرح کی مصیبتیں آگئیں بعض تو
 جہاز و سپہ سوار ہو کر فارس و عرب کو واپس گئے بعض یہاں سندہ ہی میں رہ
 پڑے جنہیں سے اکثر تذریعاً قتل ہو گئے اور شاید وہی بن خاندان ایسے تھے
 جنہوں نے سندہ کے شہروں کو جو جو کر ہیاڑوں میں ہی اطمینان سے بیٹھنا
 نصیب نہ ہوتا تھا مگر وہ بہادر جنگ جو نسل کی یادگار اپنے خاندان کی چوٹی تھے

جماعت سے تمام بلاد و دیوں کو فتح کر سٹہ رہے اور تمام مسیحیوں کو اس میں زندہ کر دیا۔
 گئے جبکہ بکٹنگین نے ہندوستان کے مغرب و درون سے ستر نکالائے ہندوستان میں
 آنے سے پہلے جن و نون محمد بن قاسم بھرہ میں ایک نوجوان رئیس کی طرح زندگی بسر
 کرنا تھا اور اسی زندگی سے آزاد اور اعلیٰ طور پر ہر قسم کے لذت اور آسائش و نون اور
 وہ خود ایسا شخص نہ تھا کہ کوئی اور فی ہداوت پر آمادہ ہو مگر حجاج یوسف کے مقرر
 نے تمام رعایا کو حجاج ہی کا دشمن بنایا تھا بلکہ اس کے خاندان کے ہر بچہ کو بھی لوگ
 دشمنی کی نظر سے دیکھتے تھے محمد بن قاسم حجاج کا چچا زاد بھائی تھا لہذا حجاج کے جوہ
 ستم کی وجہ سے محمد بن قاسم بھی ہر وقت اپنے دشمنوں سے خالی نہ رہتا تھا
 بلکہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اسی کو اسکی زندگی منظر ہستی ورنہ وہ ماری و قاتل
 ایک روز محمد بن قاسم گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے کسی دوست کے لئے کیئے
 کو فیکھی جنب روانہ ہوا بھرہ سے کچھ دور نکلا اور کچھ سوار اسے محمد بن قاسم
 اون کے قریب پہنچا تو اون میں سے ایک نے اسکی طرف اشارہ کر کے کہے۔
 ساتھیوں سے کہنا دیکھو حجاج کا بھائی ہے جسکے ساتھیوں کا یہاں ہم یوں کی لئے تھے
 ہیں کہ اس شخص کو قتل کریں اور حجاج کو اس کے بھائی کا ہم پرین اتنا سنئے ہی ہوں
 نے ایک ساتھی محمد بن قاسم پر حملہ کیا کچھ دیر تو وہ اتنی آواز دیاں سے بولتا رہا اور
 آخر زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا کہ محمد بن قاسم کا سر کاٹ کے اپنا کلیہ تھنڈا کر کے
 ناگمان دور سے کسی نے لپکا رکھے کہنا ایک دریا میں جاؤ سچے اس شخص سے ایک
 ضروری امر دریافت کرنا ہے اس آواز نے اس کا ہاتھ روک دیا وہ شخص اپنا گھوڑا
 دوڑاتا ہوا آیا اور محمد بن قاسم کو بیہوش یا کے ان کو کہنے پوچھنے لگا۔ تم کون ہو
 اور کیوں اس شخص کی گناہ کو قتل کرنے آئے ہو؟
 سب سوار۔ ہمارے نزدیک یہ بیگیاہی جانتے ہی ہو یہ کون ہے؟ یہ
 حجاج کا بھائی ہے اور حجاج کے ظلم کو لی ایسا ہی ہے کہ نہ سنے ہوں؟
 وہ شخص۔ ہاں حجاج کے ظلموں کا حال میں جانتا ہوں مگر اسنے تو کوئی ظلم نہیں

کیا ہے اس غریب کی کوئی خطا نہیں جملہ کے جور کا بدلہ اسکے کسی عزیز سے لینا ہے
انصافی ہی نہیں بلکہ بزدلی ہی ہے۔

یہ جواب سننے وہ لوگ جھلا اٹھے اور غضب آلودہ نگاہوں سے اُس شخص
کی طرف دیکھنے لگے یہ اتنا اپنے سر سے بزدلی کا الزام یوں ہی اڑھا سکتے ہیں
کو نہیں ہی اس شخص کے پاس لٹا دین۔

وہ شخص۔ تم سے ایسی امید تھی کہ نہ تو اپنی وضع سے ثابت کرو یا سے کہ
دشمن سے ڈرتے ہو اور چوری چھپے اس کے کسی عزیز سے اس کی دشمنی کا بدلہ لینے ہو
سب سوار۔ تو آؤ تمہیں اپنی جرات کا مزہ چکھا دین یہ کہہ کے سب نے تلواریں
کھینچ لیں اور اوپر حملہ کر دیا اوس نے بھی نیزہ ہاتھ میں لیا اور ان سواروں سے۔

مقابلہ کیا آندی ابر کی طرح وہ لوگ تھوڑی دیر تک اوسے کبیرے رہے اور اُس
کا نیزہ بجلی کے مثل اُن کے ہجوم میں چمکتا رہا آخر اُس شخص نے ثابت کر دیا کہ وہ نہ
بڑا سپاہی اور نہ اور اسکے حریف بالکل بوسے تھے پانچ چھ شخص اُن میں سے زخمی
ہو کر گر پڑے اور باقی سہاگ کھڑے ہوئے اس سوار نے میدان صاف کر کے

اپنا نیزہ ہوا میں گھمایا اور اُن چند زخمی لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ یوں میں
نہ کہتا تھا کہ تم بوسے ہو۔ اس کے بعد اُس شخص نے گھوڑے سے اتر کر محمد بن قاسم
کو اٹھایا مگر دیکھا تو اب تک نوجوان محمد بن قاسم بیہوش تھا جبری دقتوں سے اٹھا کے
ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیگیا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح جلدی بیہوش
میں آئے کا مل ایک گنڈے کے بعد محمد بن قاسم نے آنکھ کھولی اور اپنے سر پر ہاتھ
ایک اجنبی شخص کو دیکھ کر کہنے لگا کیا اب تک تم نے میرا بھیجا نہیں چھوڑا۔

شخص۔ تم مطمئن رہو میں مہنا دوست ہوں۔ تمہارے دشمنوں کے کئی آدمی
قتل کر کے بن نہیں رہا ان اوٹلاؤں۔ اب یہ بناؤ تمہاری طبیعت کیسی ہے۔

کہہ سکون ہوا اور ابھی قوت ہو تو میرے سہارے چلو کہ قریب سے وہاں
کسی طبیب کا علاج کیا جا گیا اور خدا نے چاہا تو بہت جلدی زخم چھپے ہو جائیں گے۔

محمد بن قاسم نے پہلے تو اس شخص کو حیرت سے دیکھا پھر کہنے لگا: "آپ آدمی نہیں
فرشتہ ہیں۔ خدائے آپ کو اس کیسی کمبخت میری مدد کو پہنچایا۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ کے مجھ
کو سڑے پر سوار کرادیں گے میں چلا جاؤں گا مگر شائے پر ایسا زخم آیا ہے کہ واسنما ہاتھ۔
بالکل بے قیاس ہے اگر یہ کیسی طرح باندھ دیا جائے تو بہت اسیا ہوتا۔
اس شخص نے اپنا عمامہ اتارا اور محمد بن قاسم کا شانہ خوب لٹکے باندھ لگا۔
محمد بن قاسم: آہ بڑی تکلیف ہے اور اس کے باندھنے سے اور تکلیف ہوتی ہے
مگر اس تکلیف میں محبت کی بو آتی ہے اب مجھے یہ بھی بتاؤ مجھے کہ آپ کون کون
کون شخص۔ آپ مجھے نہیں جانتے اور اب چلے کو فدی میں چلے جب اطمینان سے
بیٹھو ننگا اس وقت بتاؤ ننگا کہ میں کون ہوں۔

محمد بن قاسم کو اس شخص نے گھوڑے پر سوار کر کے خود اپنے گھوڑے پر سوار ہو
دونوں آہستہ آہستہ روانہ ہوئے کوچہ پہنچے محمد بن قاسم نے اپنا علاج کیا اور چار
مختون میں اچھا ہو گیا۔ وہ شخص اس مدت میں محمد بن قاسم ہی کے پاس رہا اور
اوسکے علاج میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ محمد بن قاسم سے صبر نہ ہو سکا اور ایک روز اہل
کر کے کہنے لگا کہ مجھ میں زیادہ اتھار کی تاب نہیں خدائے کے اس ظلم کو توڑ دے
اور بتائے کہ آپ کون شخص ہیں آپ کا احسان ایسا نہیں ہے کہ زندگی بھر کی بھرتی
بھی فراموش کر سکیں۔

شخص: اپنا حال کیا بیان کروں میں ہی ایک مصیبت زدہ شخص ہوں میں نسل
انصار کے ہوں اور عبداللہ بن ابوب انصاری میرے دادا تھے۔ ہم دو بہائی
ہیں یوسف اور یعقوب۔ یوسف میرا نام ہے اور یعقوب میرا دوسرا بہائی اور منار
میں زمانہ میں عبداللہ بن ابوب انصاری قسطنطنیہ کی دیواروں کے پتے شہید ہوئے
اور ان کے بعد سے ہمارے خاندان پر تباہی آگئی۔ بعد آنحضرت صلعم کیساتھ
ہم روئے کریم والا کوئی نہیں رہا ہمارے اکثر انصار کے خاندان مدینہ جوڑ چوڑ کے
دور دور کے مقامات میں آباد ہو گئے میری والدہ کو ننگی سکونت اختیار کی مگر زبان ہی ایسی

تباجی پڑی کہ میرے بہائی یعقوب دس گیدہ برس ہوئے پریشان ہوئے کے خراسان چلے
گئے تھے مجھے خبر نہیں کہ انکے وہ زندہ ہیں یا انتقال کیا میں یہاں چڑا ہوں اور نہیں
معلوم کہ کیا انجام ہوگا انٹر گبر کے شہر سے نکلیاں ہوں اور دو تین روز صبح اور نین
مارا مارا پرتا ہوں اسی روز بھی اسی دشت میں نکل آیا تھا کہ اتفاقاً آپ سے ملا
ہوئی رسول مقبول صلعم کی دعا سے خدا نے سب کو کونین جہد دی کا مادہ زیادہ پیدا
کیا اور اس وجہ سے آپ کی یکسی اور مظلومیت پر مجھے ترس آگیا۔

محمد بن قاسم۔ افسوس آپ ایسے جلیل القدر خاندان کی یادگار ہیں اور خلیفہ ولید
کو ایسی بے پروائی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں خود آپ کو خلیفہ ولید کے دربار
میں لیجائوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ فوراً آپ کو کوئی معزز عہدہ عطا فرمائیگا۔
یوسف۔ بہتر ہے۔

محمد بن قاسم۔ اچھا تو چلے اپنے بہائی حجاج والی بصرہ سے ملا دوں وہ آپ کے
ساتھ کوئی نہ کوئی مراعات ضرور کریں گے۔

یوسف۔ معاف کیجئے حجاج کے مظالم دنیا میں شہید ہیں ایسے ظالم شخص ہو
کہ کسی رعایت کا امیدوار نہ ہو گا ظالم کے ہاتھ سے فیاضی کرانا گویا اسکو مہم دی
کرنا ہے۔ حالانکہ کسی قسم کا جہد دی کے قابل نہیں۔

محمد بن قاسم۔ تو یہ کیا لیا جاوے۔

یوسف۔ کچھ نہیں ہے سیری شہت پر چھوڑ دیجئے اب خدا نے آپ کو موت مرحمت
فرمائی ہیں یہی رخصت ہوتا ہوں۔

محمد بن قاسم۔ یہ ہوگا اپنے اتنے بڑے دوست کو ہاتھ سے کہو دنیا انسانیت
کے خلاف ہے آپ کسی کے پاس نہ جائیے۔ بس آپ سیری ہی ہمارا رہے جو حالت
سیری ہوگی آپ کی ہوگی۔

یوسف۔ یہ بھی میت کو خلاف ہو کہ اپنا بار آپ کو سر ڈالوں اب آپ جو رخصت ہی
کر رہے تھے۔

محمد بن قاسم کی طرح ممکن نہیں ہے اب آپکا دامن زندگی بہرہ خموڑ و نگاہ آپ کے خاندان کے مصارف کا میں متکفل رہوں گا۔

یوسف۔ میں زیادہ اصرار نہیں کر سکتا۔ مگر اسکی کوئی ضرورت نہیں ایک ستم زدہ شخص کا بار اپنے اوپر لے لینا مصلحت کے خلاف ہے۔

محمد بن قاسم۔ جو کچھ ہواب آپسید میں رہیے۔

اسکے بعد سے یوسف محمد بن قاسم کے ہمراہ رہنے لگا اور اس نے ایسے ایسے وفاداری کے برتاؤ کئے کہ محمد بن قاسم اس کا عاشق ہو گیا محمد بن قاسم ہی ایک سخت طبیعت کا شخص تھا۔ حجاج کی درشت مزاجیوں کی ایک جہلک اسکے اطوار سے بھی ظاہر ہوئی تھی باوجود ان سب باتوں کے وہ یوسف کا سنایت ادب مانتا تھا اور شاید کہیں کسی بات میں اس نے یوسف کی مخالفت نہیں کی۔

آخر محمد بن قاسم دین والی سندھ مقرب ہو کے آیا اور یوسف کو اپنے مہمانہ لینا آیا۔ سندھ وستان میں جو فتنہ حاکم محمد بن قاسم کو نصیب ہوئی ان میں زیادہ حصہ یوسف کی بہادر یوں کا تھا۔ یوسف نے ہر میدان میں اور ہر شہر پر بہادری کے دکھائے اور محمد بن قاسم کو اور زیادہ اپنا ممنون احسان بنالیا۔

یوسف اپنی لڑائی اور یحیٰی کو بھی ہمراہ لیتا آیا تھا اور سندھ وستان میں اس نے مسافر کی طرح نہیں بلکہ ایک مقیم شخص کی طرح سکونت اختیار کی تھی۔ یوسف ۹۶ھ میں کئی اولاد میں چھوڑ کے مر گیا۔ اور اسکے دو ہی ایک برس بعد سلیمان عبدالملک دمشق تخت خلافت پر بیٹھا اور خلیفہ ہونے ہی اس نے اپنی گرفتاری کے زمانہ میں یوسف کو یاد کر کے رویا کرتا تھا۔

اس زمانہ کے بعد جب سندھ میں اسلامی قوت ٹوٹ گئی اور مسلمان خاندان ہی آباد تھا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اب سندھ کی سکونت میں روز کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہو جانا پڑتا ہے اور نہ یہ بن پڑتا ہے کہ کی طرح چپ کے بہاگ جائیں۔

اسلئے کہ سواصل اسلامی جہازوں سے خالی ہو گئے تھے۔ اور اجازت نہ تھی کہ کوئی

کہ کوئی مسلمان کا جہاز مندرگاموں کے قریب لنگر انداز نہ ہو سکے آخر ان سب کے
 سبھوں نے شمال کی طرف رخ کیا اور سندھ کی شمالی حد و درجہ ان جمیلہ کے پاکستان
 شروع ہوا ہے اس کو وہ میں ایک چھوٹا سا گاؤں اپنی سکونت کیلئے اختیار کیا اس
 گاؤں کے نیچے دریائے اٹک ہو جین لیتا ہوا بہرہ رہا تھا اور مشرق پاکستان پناہ گزین
 سے اپنے دامن میں چھپا لینے کا وعدہ کرتا تھا۔ راجپوتانہ کی راجاؤں کی حکومت تھی
 مگر اس بے انتظامی کے زمانہ میں حکومت کا اثر ان پناہ گزینوں تک نہیں پہنچتا تھا
 اگرچہ آخر میں کوئی دقیقہ نہیں اڑتا اور جو کوئی گروہ اون کے مقابلہ کو آیا اونہوں نے
 اوسکو زک ویدی بار بار راجپوتانہ اور سندھ کے راجاؤں کی طرف سے سو دوسو
 جواؤں کے گروہ آئے اور خود ہی انصاری خاندان سے شکست کھا کے واپس
 گئے۔ دو ایک دفعہ ایسا ہی ہوا کہ ان اضلاع کے راجاؤں نے کوشش کی
 کہ سندھ وستان میں اس اسلامی خاندان کو بالکل تباہ کر ڈالیں اور دو تین ستر سواروں
 کی فوج ان کے مقابلہ کو روانہ کی گئی۔ لیکن ایسے موقع پر انہوں نے اپنے گھروں
 کو چھوڑ دیا اور مع اہل و عیال کے یا تو دریائے اٹک کے پار اتر کے ان پناہ گزینوں میں
 چھپ رہے جو ہند و سندھ وستان کو بلوچستان سے جدا کرتے ہیں زیادہ دور جانے
 کی ضرورت نہیں ہوئی تو راجپوتانہ کے ریگستانوں میں نکل گئے جن دنوں مسلمانوں
 نے سندھ وستان پر دھارم پانی لگی اور جے پال کو ناش کشکین ہوئیں ان دنوں
 تمام سندھ وستان میں عداوت اسلام کا ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا تھا۔ اس
 خاندان کو اس آخر زمانہ میں اسی غلطی زیادہ دشوار ہو گئی تھی اب یہ خاندان بدوش
 کی حیثیت سے رہا کرتی تھیں کشکین کے عہد میں اس تمام خاندان کا سرگروہ محمد بن
 صلح نامی ایک معمر شخص تھا محمد بن صلح کی عمر اسی برس سے بھی کچھ تجاوز
 کر گئی تھی اور اسیدو جہ سے وہ بزرگ خاندان مانا جاتا تھا۔ خدا نے ابن صلح کی ولاد
 میں ہی برکت دی تھی۔ آٹھ بیٹے اور تیس پوتے تھے جن کی جرات سے اوس کے
 خاندان کو بڑی تعویت تھی یوں محمد بن صلح کے سب ہی لڑکے خاندان میں

سر و عنبر زیتے مگر تیسرا لڑکا جسکی عمر تقریباً چالیس برس کی ہوگی اسسے زیادہ وقت کی
 ننگا ہون سے دیکھا جاتا تھا کہ اول تو خود لیاقت اور خلق و صورت میں کتنا ہنسا۔ دوسرے
 خدا نے اوسکی مراد کو علم و فضل سے ہمگرمی جن و جمال تمام باتوں میں پیش پیدا کیا تھا محمد
 بن صالح نے دیکھا کہ منہ و راجاؤں کے ولین آتش غضب بھڑک رہی تھی اور اب
 ممکن کہ ہمارا خاندان دریائے انکس کے پاس اطمینان سے رہ سکے۔ ایک طرف تو سندھ
 کی نوچیں امنڈتی چلی آتی ہیں اور دوسری طرف راجپوتانہ کے راجاؤں کے سواروں کو
 ہمارے ہی مسکن کے قریب فراہم کیا ہے۔ اس امر نے اسکو تشویش میں ڈال دیا کہ
 شبانہ روز وہ اسی فکر میں غلطان پہچان رہا دوسرے دن صبح تڑکے اُس نے اپنی
 خاندان کے کل لوگوں کو فراہم کیا اور سبکی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگا۔

آپ صاحبوں کو معلوم ہو گا کہ اسوقت تک تو جسطرح بنا سنے میان زندگی بسر کی
 مگر اب جہان تک خیال کیا جاتا ہے دشواری نظر آتی ہے۔ میان کا آسمان میان
 کی زمین یہ دریا یہ پہاڑ حتیٰ کہ آب و ہوا جس چیز کو ہم دیکھتے ہیں اپنا دشمن ہی بناتے
 ہیں مسلمانوں کی فتوحات، ایک دن ہاکوہر طرح سے مطمئن کر دیں گی۔ مگر اسوقت تک
 علاج ہے اگر ہم یوہنی غفلت میں گرے رہے تو یقین جاسے کہ منہ و سواہم میں
 بڑی بے عزتیاں کے ساتھ قتل کر دیں گے۔ میں کل سے اسی فکر میں ہوں آخر آج مجبور
 ہو کے اب کو تکلیف دی ہے کہ آپ بھی اس امر میں غور کیجئے۔

یہ نصیحتیں سنے چار پانچ نوجوان جو آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے تھے چلا اوسنے
 کچھ پرواہ نہیں۔ سب چیزیں دشمن ہیں تو خدا مہربان ہے۔ ہم قسم کھاتے کہتے ہیں
 کہ اگر کسی نے بھی ہماری طرف قصد کیا تو یہی تیر و کان جس سے ہم شکار کیلا کرتے
 ہیں اوسکو بھی ہم شکار بنا دیں گے۔

محمد بن صالح۔ سناری شجاعت سے بن انکار میں کر سکا مگر چند آدمی ساہنت
 کا مستجاب نہیں کر سکتے۔

ایک سن رسیدہ شخص نے کہا یہ شک اپنی رائے سے یک سہ میرے نزدیک تو

ہمیں اس موقع پر ہی وہی کارروائی کرنی چاہیے جو اکثر کرتے رہے ہیں مغربی ہوا
اور بلوچستان سندھستانی درے ہمارے قدیم دوست ہیں اور انہوں نے بارہا ہمارے
اپنے واسن میں جہاں رہا ہے چلے ہم سب مع اپنے خاندان کے مغرب کی طرف کوچ
کریں اگر اس نے میں کتبے منہ زحمت کی تو ان نوجوانوں کی شجاعت مدد کر لی اور اگر
بیخوف و خطر نہ لگے تو سمجھیں گے کہ ہم پوڑ ہونکی تجربہ کاری کام آئی۔

اسی راتے پر سب نے عمل کیا۔ دن بہتر تیار ہوا تو بنی اور شام کو کوچ کر دیا یہ
لوگ مع مال و اسباب اور اہل عیال کے روانہ رات بہر چلے صبح کو ایک صحرا
میں نانا بڑھی اور ٹھہر گئے کہ شام کو پہر دانہ ہونگے۔ نوجوان تیر و کان یکے گئے اور
اور بہت کچھ شکار مارا لائے جبکہ سبہوں نے شکر کر کے کہا اور نانا بڑھی نے ظہر کے بعد
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونہار لو کا محمد قاسم جبکہ حسن و جمال اور علم و فضل کا خاندان بہرین
شہرہ تھا اپنے چند احباب کے ساتھ شکار کو نکلا اور اسے واپس آنے میں بہت
دیر ہوئی۔ نماز عصر کا وقت آخر ہو چلا اور محمد بن صالح نے مجبور ہوا کہ نماز عصر بجماعت
ادا کرے میں ان لوگوں کا انتظار نہ کرے۔ آخر یہ لوگ نماز پڑھنے لگے۔ ابھی دو رعتیں
پڑھی تھیں کہ ایک ہنگامہ اور شور و غل کی آوازیں کان میں آئیں اس ہنگامہ میں یونس
بن محمد اور اس کے ہمراہیوں کی آوازیں تھیں کہ ان لوگوں کو عبادت الہی میں پورا
لطف نہ آتا ہوتا تو بیشک یسین توڑ دیتے۔ امام نے جلد جلد نماز ادا کی اور سلام
پہیرے ہی سب لوگ اوٹھ کھڑے ہوئے ہر شخص نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور
شور کی طرف متوجہ ہوا۔ اب معلوم ہوا کہ یونس بن محمد اور اس کے ہمراہی راجپوتوں
کے ایک گروہ سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس گروہ میں قریب پچاس راجپوت تھے
جو گھوڑ و پیہر سوار تھے اور اسلحہ سے لدے ہوئے تھے۔ باقی مسلمانوں نے بھی
حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر کے لئے نہایت تیزی سے تلواریں چلنے لگیں یونس پہلے
یہ نہایت شجاعت سے ایسا ہتہ مقابلہ کر رہا جب لوگوں کو مسلمان ہونے لگے
تو اس نے زور سے ایک حملہ کیا اور راجپوتوں کے گروہ پر دو چار ایسی تیزی سے

کی کسب کو منتشر کر دیا راجپوتوں کا منتشر ہونا تھا کہ ہر طرف سے مسلمانوں نے اور پھر
چڑھائی کر دی اور تین گنڈھ میں راجپوت سواروں میں بہت ہی کم زندہ بچے باقی
سب قتل ہو چکے تھے اس انصاری کے خاندان کے لوگ جو وقت راجپوتوں کا
زور توڑ چکے تھے اور باقی ماندہ لوگوں کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس وقت دیکھا ایک
نوجوان شخص نہایت جرات اور شجاعت سے بڑھتا ہے اور سر حملہ میں سپاہیانہ۔
اصول کے مطابق جو ہر دھڑکے دو ایک راجپوتوں کو سر قتل کر ڈالتا ہے اسکی
بینظیر شجاعت نے سبکو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ مگر اب ان لوگوں کو حیرت ہوئی۔
جب دیکھا کہ وہ شخص ان کا کوئی قریب نہیں ہے۔ یہ خیالات محمد بن صالح کے گروہ
میں سر شخص کے دل میں ہوئے تھے سبوں نے بڑی اڑائی کی طرف خیالات پھیلنے
تھے اور انہیں بہاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے کہ یہ کون ہے جس نے سب لوگ اسی
میں رہے اور اسی نے ان کے جند راجپوت باقی رہ گئے تھے سب کا کام تمام
کر دیا تھا۔ فضل اللہ کا فیصلہ اور سطح حلقہ باندھے رہا اور وہ نوجوان تمام راجپوتوں
کو قتل کر کے لاشوں کے انبار کے قریب بیٹھ کر سنانے لگا اور وہ اندر کے
لوگ اسے استعجاب کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور وہ سب جھٹکتے
زمین پر بیٹھا تھا۔

آخر قاسم بن محمد نے اپنے باپ محمد بن صالح کے پاس جاکر بااوپ سے عرض
کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں جڑو کے دریافت کروں کہ یہ کون شخص ہے۔
محمد بن صالح بلاشبک دریافت کرنا چاہے یقیناً یہ کوئی مسلمان جوان ہے جند
جائے سطح اس کفرستان میں پہنچا ہے۔ مذہم رسم عرب اور اس مقدس زمین
اور خاصہ اپنے آباؤ اجداد انسانی رسوم کے بموجب ہمارا فرض ہے کہ اس
غربت زدہ مسلمان کو ایسا جوان بنائیں کہ اسے وقت میں ہمیں نظر آئے۔ یہ کہ وہ
کے ہر کسی طرح سے چلا جائے تو ہم سب کو اس کا نشانہ بنانا ہے۔ ہماری مدد کے راستے
ترستہ تار چاہتا ہے۔ اس کے لئے ہم نے ان کے قریب آگیا اور بار بار دہانہ گنا

”اسلام علیک“ جواب میں نوجوان نے کہا ”وعلیکم السلام“ اور حیرت زدہ ہو کر ان سب کو دیکھتے لگا۔ یونس نے ہاتھ جڑھا کے مصافحہ کیا اور پوچھا ”آپ کون ہیں اور کیونکر آئے؟“ نوجوان۔ میں سلطان محمود کی فوج کا ایک سپاہی ہوں ساگرچہ خدا نے مجھے سہرح ان کا زور و پختہ کیا۔ مگر نقدیر برخلاف تھی کہ فتح و نصرت کے میں ان کا زور کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ یہ سب شاید مجھے ملک سندھ میں لے جاتے تھے خدا کو میری بیکسی پر رحم آبا اور آپ لوگوں نے نجات دلوائی۔

جب سندھ و سپاہی متوہسے رہ گئے اوسوقت مجھے موقع ملا اور میں نے ایک متحمل سندھ کی تلوار اوٹھالی اور باقیماندہ لوگوں سے لڑنے لگا۔ مجھے سب سے زیادہ یہ خیال منیر کئے ہوئے تھا کہ خدا نے آپ کو بیان کیونکر پہنچا دیا۔

یونس بن۔ ہم لوگ مدت سے اس سرزمین میں مسیمین خلعائے بنو امیہ کے عہد میں جب وہ بارہ سندھ پر فوج کشی کی گئی تھی اوس زلزلہ میں سہارا خاندان سہان آیا تھا سو برس کے بعد مسلمانوں کا زور ٹوٹ گیا اور ہم لوگوں۔ نئے آبادی جو پڑ گئے۔ عہد الی مقام میں سکونت اختیار کی صرف خاندانی قوت سے زیادہ دریا کے سندھ کے کنارے ہم آزادی کیساتھ رہا گئے۔ اب ان دنوں میں سلطان محمود غزنوی کی فوج کشی۔ نے جوش و خروش پیدا کیا اسکی وجہ سے ہمیں صحرائی سکونت بھی دشوار معاوم ہوئی اب قصد ہے کہ سرزمین سندھ کو چھوڑ کر مغرب کی طرف بلوچستان کے پہاڑوں میں کچھ رہیں۔ جب خدا کو منظور ہو گا چلے آئیں گے یہ سنتے ہی نوجوان اوٹھا اور یونس لپٹ گیا اور سب نوجوان سے ملے اور اپنی فرود گاہ میں لے گئے۔

بزرگ بن صالح نے نوجوان کو خاص اپنا مہمان کیا اور سلطان محمود غزنوی کو حالات بیان کرنے لگا۔

بن صالح۔ سلطان کا ارادہ کیا ہے وہ تمام سندھ و ستان پر فوج کشی کرینگے۔ نوجوان۔ ارادہ تو یہی ہے مگر اس سال غالباً وہ غزنی کو واپس جائیں گے۔ اور اس سفر میں وہ آگے بڑھنے کے ارادہ سے نہ آئے تھے کیونکہ سبھی رام جو مغرب

سند کا ایک راجہ تھا اسنے دلی کے راجہ سے بغاوت کی اور سلطان کے مقابلہ پر بھی آمادہ ہو گیا صرف اسکو سزا دینے کے لئے اس دفعہ سلطان نے ہندوستان کا سفر کیا۔

بن صالح - پھر بچے رام کا کیا انجام ہوا۔
فوجوان - وہی جو سلطان چاہتے تھے۔ پہلے ہی لڑائی میں بچے رام شکست کھا کے بہاگا اس کے تعاقب کے لئے سلطان نے پانچ سو سواروں کے ساتھ مجھے روانہ کیا میں نے ایک میدان میں ان لوگوں کو پالیا۔ اور کل مضر ویرین کو جو مقابلہ پر آمادہ ہو گئے تھے منتشر کر دیا۔ ہمارے سواروں کی تلواروں سے جو لوگ بچ رہے انہوں نے پھر راہ فرار اختیار کی اور میں نے تنہا ان کا تعاقب کیا اور اپنی فوج سے دور نکل آیا تاکہ اتفاقاً ایک گھالی میں میرے گھوڑے نے ٹھوکر لی اور میں اس زور سے گرا کہ تلوار ہاتھ سے چٹ گئی اور میں جگہ سے بدن ہل گیا اور اومسپر طرہ یہ ہوا کہ منور نجوبی سبھلے نیا ہاتا کہ چند سندھو سواروں نے اسے باندھ لیا اور جنوب کی طرف روانہ ہوئے اس کے بڑے بڑے ان کے بہانگے ہوئے سوار مل گئے اور تدریجاً چالیس پچاس سواروں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا مگر بچے رام خود نہ تھا۔ خدا جانے کہیں بہاگ گیا یا میرے سواروں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اور میں اس امید میں کہ راجہ بچے رام بھی اپنی آزادی کے موافق ملک سندھ میں پہنچے گا۔ مجھے زندہ پہچلے کہ وہاں پہنچ گئے مجھے اس خدمت میں پیش کرینگے لیکن ابھی میری زندگی بانی تھی کہ راستہ میں آپ لوگ ملے اور خدا نے مجھے ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔

بن صالح - جلشانہ کیا تعداد میں معاملات ہیں۔ کہان سلطان محمود غزنوی کہان آپ کہان بچے رام اور کہان ہم لوگ واقعی یہ سراسر سرسبز خردلی حاصل ہوئی اس کفرستان میں ہم اور کہا خدمت کر سکتے ہیں۔ سوا اسکے کہ آپ کو بیکے انکی خدمت میں حاضر ہونے ان آپ کا اسم شریف کیا ہے۔

لہجہ ان۔ مجھے منصوبہ کہتے ہیں اب آپ اپنے دل میں تشویش نہ کریں وہ زمانہ
 آگیا کہ سلاطین پر یہ مندرستان کے سبز و زاروں پر اوٹسے ہمارے سلطان کو
 جبروت آپ کے حالات معلوم ہو گئے وہ آپ کی جڑی تعلیم کیلئے اور اپنی تمام گرفتہ
 مصائب کا حوصلہ آپ کو سلطان کے ہاتھوں مل جائیگا۔
 محمد بن صالح۔ دیکھئے سلطان کے دربار میں ہماری کینک رسائی ہو۔
 منصور۔ بہت جلد میں انکی خدمت میں پہنچ جایاچاہتا ہوں۔
 بن صالح۔ انشاء اللہ۔

تیسرا باب

من از آن جن روز افزون کہ یوسف داشت و تہتم
 کہ عشق از پردہ عصمت برون آرد ز بخت آرا
 پچھلی رات ہے اور تارے آسمان کا دورہ نہایت خوشی کیسا ہٹے کر رہی
 زن اور بزم فلک کے چراغ جھلکانے لگے ہیں۔ ابتدائی شخص کے اُن جاگے
 ہوؤں پر نیند کا خمیازہ زیادہ غالب ہے جو کل ایک سخت لڑائی فتح کر کے تھکے
 ہوئے بہتر و پیر آئے تھے اک لہجہ وق سید ان سے حکے مغربی کوئے کو۔
 بلوچستان کے پہاڑ دبا کے ہوئے تھے یا تو وہ تہذیب اصل غیمہ میں جو وسط صحرائیں
 قریب قریب نصب ہیں ان خیموں کے گرد کچھ لوگ تو نشی تلواریں ہاتھ میں
 لئے ٹپس رہے ہیں باقی سر چار طرف پڑے خراسان کے رہے ہیں۔ ماہتاب
 آسمان کا پورا دوراٹے کر گیا ہے اور مغرب کی طرف اس قدر جھک چکا ہے ایک
 قریب کی پہاڑی جو سرشام سے منتظرانہ وضع میں مسراؤٹھا کے ہوئے تھی
 اب اُس کا گیراسنہ چوہا ہی جا رہی ہے۔ اب اس آخر شب کی چاندنی کی شعاعیں
 پہاڑ کے مشرقی پہلو سے اُترتی ہوئی آتی ہیں اور ریگستان سے نئے دروں کے

آئینوں میں مانتا ہے کی جہول جہول تصویریں دیکھتی ہوئی۔ اور گویا صحرا میں جواسہرات کا فرش بچھائی ہوئی نمونوں کے سچے پنہنجی ہے۔

ان شعاخون نے کئی خیمہ بھی بٹے کر لئے ہیں اور ایک درمیانی کی وسیع صحن میں پنہنجی ہیں اور کسی حور و نش کے چہرے پر تجھ اس کشش اور جذب سے پہنچ رہی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے وہ نازین تو محو خواب ہے اور یہ شعاخون اس غفلت کے عالم میں اس کے چہرے کا نور چہڑا چڑا کے مانتا ہے کہ وہ آتی ہیں صحن کے گرد اک قناعت کچی ہوئی ہے اور مانتا ہے کی روشنی اس قنات کو پہاڑ پہاڑ کے آتی ہے اور گستاخان کرتی ہے اس پر پرجال نازین کے مدہوشانہ خواب میں کچھ ایسی گستاخان کرتی ہے کہ مانتا ہے نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ آسمان کے سب تارے اسکے جمال جہان آرا کو آنکھیں پہاڑ پہاڑ کے دیکھ رہے ہیں وہ چادر جو نازک جسم کو چھپا ہے ہوئے نہیں اب نسیم نے اس کے انچل کو بھی الٹ دیا آخر جان کی شعاخون اور نسیم کی دست درازیوں نے اسے جگا ہی دیا ایک بیابان کی آنکھ کھل گئی آنکھ کھلتے ہی مانتا ہے ایسے گہورے والے کو سامنے دیکھئے وہ شر مالی اور چادر سے منہ نہ کر لیا۔ کہ پھر نیند آجائے رات بھر محو خواب رہنے کے بعد آنکھ کھلی تھی۔ اب نیند کہاں کچھ دیر تو اوجھہ اوجھہ کے کروٹیں بدلیں آخر گہرا پھر منہ کھولا اور کسی پاس لیٹے والے کی طرف دیکھ کر ہلکے ہلکے لگی۔ لیلیا۔ لیلیا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا پھر زور سے آواز دی اور چلائے کہا لیلیا اوٹھو۔ دیکھو میں اکیلی ہوں جو عورتیں اس کے پاس سو رہی ہیں ان میں سے ایک نے دو چادر کروٹیں بدلیں اور ایک دفعہ زور سے سانس لیکے کہنے لگی "کاسے"

نازین۔ ذرا جاگو۔ میری آنکھ کھل گئی اور دیر سے ڈی گہرا رہی ہوں کچھ باتیں کرو کہ یہ تنہائی کی اٹھن دور ہوئے
لیلیا۔ چیک لیٹی رہو نیند آجائے گی۔

نازنین۔ در سے بن بن کے لیتی ہوں مگر کسی طرح نیند نہیں آتی اس جنگل میں تو مجھے ڈر لگتا ہے۔

لیلا۔ ڈرنے کی کوئی بات ہے چاروں طرف مردہ ہیں کچھ آدمی پہرا بھی دے رہے ہیں اب اس پر ڈر معلوم ہو تو اس کا کیا علاج؟

نازنین۔ میری طرح گہری دو گھڑی جاگی ہو تین تو تم بھی ڈرنے لگتیں رات کا سناٹا ہے اور ہو کا عالم ہے۔ اور اس میں بعض بعض اوقات درندوں کی مصیبت آوازیں بڑی لگتی ہیں تم تو سو رہی تھیں کہیں کیا خبر ابھی ابھی کہیں قریب ہی شیروں کا ڈنکار رہا تھا۔ اسے کیسی ڈری ہوں۔ اور کل جو بڑی لڑائی ہوئی تھی اور بہت سے ہندو مارے گئے تھے۔ او سکوجب سے دیکھا ہے دل قابو سے نکلا جاتا ہے رہ رہ کے خیال آتا ہے کہ ہندو کوئی لاشیں جنگو سر شام میں نے اپنی آنکھوں سے خیمہ کے ذرا فاصلہ پر کھڑا دیکھا تھا اب تک اوی طرح پڑی ہوئی۔

لیلا۔ عذرا ہاں تم ابھی کسں ہو تم نے ایسے سامان کم دیکھے ہیں اسی سے ڈرتی ہو کوئی بارہ تیرہ برس ہوئے جب تم کوئی دہائی برس کی نہیں ان دنوں ایک اور لڑائی ہوئی تھی میرا سن کوئی چھ سات برس کا تھا اور میرے ہوش کا زمانہ تھا اس لڑائی میں اوس سے کہیں زیادہ خون و قتل ہوا تھا ایک دفعہ کا ذکر کر کہ ایک ہندو راجہ نے تین چار سو سپاہی بھیجے گئے تھے کہ ہم سب کو قتل کر دو الین مجھے یاد ہے کہ پہلے دیر تک تو ہمارے مرد لڑتے رہے اور آخر فتح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو خدا بخشے ہمارے دادی جان نے کنبہ کی تمام عورتوں کو جمع کیا سب کو ذرہ بھر ہنسایا اور لڑنیکو نکل کھڑی ہوئیں جب میری ماں بھی چلیں تو میں اونکی کمر سے لپٹ گئی اور غصہ کرتی تھی کہ مجھے بچلو انہوں نے میرے آٹو پونجھے۔ ہتھارا چھوٹا بھائی کوئی تین چار روز کا تھا اسلئے ہمارے ماں جان نے ہتھاری ماں کے پاس بچا دیا اور میری چھوٹی بہن جو کہ برس دن کی تھی اسے میری

گود میں لٹا دیا ان سے زودنا جھوٹے کے چلی گئیں عذرا گہرے پہنچیں ہم لوگوں کا یہی کام ہے
اور چوڑا دھڑلے ہو تو لوگوں میں اوجھل مٹھتی ہوئی اور ڈرنے کی کون بات ہے وہ لاشیں
اوشمہ بنتنے سے تو رہیں ہمارے مرنے والوں کے گرد جگہ لگا رہے ہیں بان دیکھو تم سچ
کہتی تھیں وہ شیر ڈلکار رہا ہے۔

عذرا - اب تو دور چلا گیا پہلے کین فریب ہی بولا تھا۔
لیلا - بان بولا ہو گا۔ تعجب کی کون بات ہے جنگل ہی تو ہے یہاں تو اس قسم کو درندہ
رہتے ہونگے۔

عذرا - اسکو کیا رون کی شیر کی آوازیں سننے میرے رویں کٹرے ہو جاتے ہیں
اور جسم سے کانپنے لگتی ہوں۔ اسے دیکھو پھر آواز آئی اب تو یہاں کین فریب ہے
کہنوت کی کیسی یہاں تک آواز ہے۔ لیلا یہ شور کیسا ہو رہا ہے دیکھو دھن۔

لیلا - بان گئی آدھوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ خدا جانے کیا ہوا میں جاتی ہوں ذرا
وریات کر آؤں۔ تم ڈرنا جنیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔ یہ کیسے لیلا خیر میں گئی اور اپنا
برقعہ اوڑھ کے گئے گی۔

عذرا - لیلا تم جاتی ہو یہاں تنہا میں سیدہ میں لکھنا بیٹا۔

لیلا - اس قدر ڈرنا برا ہوتا ہے۔ ہمارے گہرائے میں یہ عیب ہے۔ اور یہاں تمہارے
پاس تو بہت آدمی سو رہے ہیں گہرائی کی کوئی بات میں ہے مجھے دیر نہ ہوگی یہ لکھنا لیلا
باسر چلی گئی۔

عذرا - (آپ ہی آپ) لیلا یہی اب چلی گئی کیا کہوں مجھے تو بڑا اور معلوم ہوتا ہے
لیلا کی اور بات تھی اور کسی کے کہوں تو نام بد نام ہو یہاں عورتیں ڈرنا کو بڑا عیب
جاتی ہیں اور بان خبی بوڑھی ہیں وہ اکثر سیدہ الی میں اس کے تجربہ کار ہو چکی ہیں۔ میں کیا
کروں مجھے تو دل کڑا نہیں کیا جان۔ اب کسی اور کو چکاؤں تو گہرے میں بد نام ہو
جاؤ گی کہ زرا سی بات میں ڈر جاتی ہوں کیا کہوں کچھ نہیں بولتا اور لیلا گئی تو جا کر بیٹھ
ہی رہی تھی مجھے تو چیرت ہے کہ لیلا سے جایا کیونکر گہرا ہو گا۔ میں ہوں تو خفا ہے

سے ہاسر نکلتے ہی دم نکلتا کیا کباروں کے سیرے دل سے ڈر نکلتا ہی نہیں (لیلا اہل
آجانی سے)

عذرا - لیلا دریافت کر آئیں ہا کچھ معلوم ہوا کہ شور و ضل کبسا بنا ہوا۔
لیلا - بیان کر دینی تو تمکو اور ڈر معلوم ہو گا۔ اب سو رہو صبح کو بیان کر دینی۔
عذرا - سیری لیلا جلدی بیان کرو اب کیوں ڈرنے لگی تھی۔ تم تو پاس بیٹھی ہو مجھے
اکیلے میں البتہ ڈر معلوم ہوتا ہے۔

لیلا - تم تو اسوقت ایسا سا خہ ہوا کہ خود میں دل ہی دل میں کانپتی جا رہی ہوں۔
عذرا - خدا کے لئے جذبہ ہی کموا ہے مجھے اس میں اور لجن ہوتی ہے کہ انسان بات
چبا چبا کے کہے جو کچھ کہتا ہو جذبہ ہی کہو۔

لیلا - اے ابھی شیر کی آواز سننے سنی ہی تھی۔ بس وہ شیر بالکل قریب آگیا اور ان
لوگوں پر چبٹا جو جسے کے گرد پہرہ اڑے رہے تھے ان میں سلمہ کے ابا سے اونکی
پیشہ پر ایک ہتھ مارا۔ اور سخت زخمی کر دیا۔
عذرا - اے بے سلمی کے ابا کو زرا تامل کے بعد، ہاں لیلا پر کیا ہوا۔

لیلا - بس ادھر ہمارے طرف کے ایک بہادر نوجوان نے بھوکے حملہ کیا اور وہیں
تلواروں میں مار ڈالا۔

عذرا - مار ڈالا بڑا کام کیا کسی نے مارا؟
لیلا - تم نے سنا ہو گا کل اڑائی میں ایک سلطان میں بلاتا تھا جس نے بڑی بہادری
سے ہندو راجپوتوں کو قتل کیا اور تیار سے دادا جان سے اُسے اپنا مہمان بنایا
عذرا - ہاں جان بھائی تلوار سے لڑنے اپنے خیمہ سے جہانک کے دیکھا تھا خود
سا آدمی تھا۔

لیلا - ہاں بس اسی نے حملہ کر کے تین بہادر ملواریں اسی مار بن کر شیر کو مار کے ڈال دیا
عذرا - بوجھ تو بڑی بہادری کا کام کیا۔ شیر کی صورت دیکھ کے آدمی کے ہاتھ
پاؤں ہٹ جاتے ہیں اور آسے دن حواس جاتے رہتے ہیں اور کوئی ہوتا تو صحر

وعدی سے مبالغہ کمرٹھوتا۔

عذرا۔ حقیقت میں جڑا کام کیا یہ بھی کچھ معلوم ہوا کہ وہ کون شخص ہے۔ یہاں شدت میں کہاں سے آگیا۔ منتی مہوں کے نام کو بھی یہاں نہیں۔ لہذا یہاں لیلیا۔ ہاں اتنا معلوم ہوا کہ سلطان محمود غزنوی کی فوج کا سردار ہے کسی ہندو راہب کے تعاقب میں آیا تھا اس کے ساتھ والدین نے اس راہب کو پوری شکست و بدی دواپنی شجاعت کے جوش میں دوڑتے ہوئے اپنے پیچھے لڑتا چلا آیا۔ آخر کسی مقام پر ان راہب کو راجپوتوں نے جو کل مارے گئے تھے گھیر گئے گرفتار کر لیا اور سندھ کی طرف لئے جاتے تھے اور ہمارے سردار نے ان راہب کو راجپوتوں کے ہاتھ سے نہات دلوالی۔

عذرا۔ بہن خیر مجھ ہمارے لوگوں نے اوپر احسان کیا تھا۔ مگر اس نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا یہ کام جو اس نے کیا ہے اور کسی سے نہو سیکھا۔

لیلیا۔ ہاں اس میں کیا شک ہے مگر عذرا یہ احسان نہیں ہے مسلمان کے ساتھ ہو بھلائی کرے اُسے احسان نہیں کہتے بس یہ سمجھ لو کہ ہمارا فرض تھا کہ اس نوجوان کو ان ظالم بت پرستوں کے ہاتھ سے چڑانے اور اسے طرح جب شیر نے حملہ کیا اس نوجوان کا فرض تھا کہ ہم سب کو اس کی مغفرت سے بچانے کی تدبیر کرے وہ بہادر تھا اس نے شیر کو مار ڈالا اور کوئی ہوتا تو سب کو جگا دیتا کہ سب مل کے شیر کو مار ڈالیں۔

عذرا۔ لیل کی زبان پر یہ تقریر سن کر تھوڑی دیر تک خاموش رہی اور اس کے بعد بولنا ہاں لیلیا اس نوجوان کا نام کیا ہے۔

لیلیا۔ منصور۔

عذرا۔ کچھ یہ بھی معلوم ہوا کہ کس خاندان سے ہے۔

لیلیا۔ اس کا حال تو ابھی نہیں سنارات تھوڑی دیر گئی ہے بس اب سو رہو عذرا۔ رات کیسی صبح ہو گئی۔ جنگل کی چڑیاں چھپا رہی ہیں۔ پہاڑی کو سے

بوٹنے لگے۔ اے جانکے روشنی تو دیکھو۔ تارونکی روشنی کیسی پسلی ہو گئی۔

لیلا۔ مگر ابھی تک کسی نے اذان نہیں دی۔

عذرا۔ اب کوئی گٹھری بن اذان کی آواز بھی آئیگی۔ اسی سے تو کہتی ہوں کہ اب سو کے کیا کرو گی۔ چلو وضو کریں۔

لیلا۔ تم بیٹھی رہو میں پانی لئے آتی ہوں یہیں وضو کر لینا۔

اس کے بعد لیلا اٹھ کے گئی اور دونوں ٹون میں پانی لے آئی۔ دونوں لڑکیاں جھٹھ کے وضو کرنے لگیں وضو کر کے عذرا کہنے لگی اے سب تو ابھی پڑے سو رہے ہیں اب انہیں جگاؤ۔ اذان کی آواز آتی ہے۔ جلد اٹھنا۔ وہ اذان کی آواز آئی۔

لیلا۔ کون اذان دے رہا ہے۔

عذرا۔ ہائے کوئی ٹی آواز ہے ہمیشہ اذان سنتی رہی ہوں اور ہمارے خاندان میں سے تو کوئی نہیں جسکی آواز میں سننے کو بھی نہ سنی ہو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کون اذان دے رہا ہے اور نہ ایسی موثر اور دلین پہنوست ہو جائے تو ال آواز جب تک سننے میں آئی۔

لیلا۔ یہ کون ہے۔

لیلا۔ (ذرا تامل کر کے) ہاں ہاں یہ وہی نوجوان ہوگا۔ منصور۔ اسی سے تو کہتی ہوں کہ نئی آواز ہے بہن عذرا کیا اچھی آواز ہے جی چاہتا ہے کہ نہ ہی جائے خدا کرے نماز بھی یہی پڑھائے تو وہیں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو گئی عذرا تم بھی چلو۔

عذرا۔ بہت دیر تک سناٹے میں رہی اور بہت دیر تک دل ہی دل میں کچھ سوچے کہنے کو سر اوٹھایا کہ لیا کہنے لگی۔ کیوں سوچتی کیا ہو نہ چلو گی۔

عذرا۔ مستغفر اللہ مجھے میں۔ ہاں چلو گئی مگر.....

لیلا۔ مگر کیا۔

عذرا۔ کچھ نہیں (چونک کر) ہاں تم جانتی ہو کہ مجھے خیمہ سے قدم باہر نکالتے

ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اب وہ سناٹا موقوف ہو گیا۔ باہر سے لوگوں کی آوازیں آنے لگیں جو خیموں سے نکل نکل کے وضو کر رہے تھے۔ سفیدہ صبح کے اٹھنے بڑھ کے تمام عالم علوی پر قبضہ کر۔ چاند کے چہرے پر جیسے ہوا بیاں چھٹنے لگیں اور تارے شرمناشر مار کر صبح کی سفید چادر سے مہ چھپائے لگیں عذرا کے خیمہ میں جو عورتیں سو رہی تھیں وہ بھی اوتھیں اور وضو کر کے نماز کو تیار ہو گئیں۔ جب عذرا کی ماں نے اونٹنہ کے بیٹی کو با وضو دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی۔ عذرا کب اٹھی۔

عذرا۔ امان جان میں دیر سے جاگ رہی ہوں آپ تو سو رہی تھیں یہاں بڑے تھامے ہوئے۔

ماں۔ تھامے کیسے۔

لیلہ۔ جی ہاں لکھنے نذر دیکھ وہ تماشا ہی تھا اور اوس وقت دھڑکے مارے بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔

عذرا۔ ہاں اوس وقت تو میں ڈرتی تھی مگر اب جب یاد کرتی ہوں ہنسی آ جاتی ہے۔

ماں۔ اس سے یہ تو کچھ معلوم ہو کہ ہوا کیا۔

عذرا۔ امان جان ایک شیر بڑا لگا رہا تھا۔ اور اوسکی آواز سننے میں کئی دفعہ ڈر ڈر گئی آخر وہ شیر بالکل خیمہ کے قریب آ گیا اور اون لوگوں پر جو پہرہ اوسے رہے تھے جھپٹ پڑا اور سلمیٰ کے ابا کو زخمی بھی کیا۔ مگر پہرہ مار ڈالا گیا۔

ماں۔ اے بے بڑا غضب ہوا تھا۔ عذرا پہرہ اوس شیر کو کسے مارا؟

عذرا۔ خاموش ہو جاتی ہے۔

لیلہ۔ اب نہ بتاؤ گی جی جان یہ تو ڈر کے مارے آپ سے گزری جاتی تھیں۔

مین نے جا کے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اوس نوجوان نے مارا جو کل سے۔

سمان ہے۔

عذرا کی ماں۔ بڑا کام کیا وہ جاگ رہا تھا۔

لیلا۔ بنین جی جان وہ پہرہ سے رہا تھا۔
 عذرا کی مانع۔ پہراؤں سے پہرہ سے کیا واسطہ؟ وہ تو مہمان تھا اولٹے اُس
 سے پہرہ دلوایا۔ خدا جانے اب لوگوں میں کیا ہو گیا ہے کہ جیسے مہمانداری
 رسمیں بھول گئے۔ عذرا کے ابا آئین تو ان سے کہوں کہ یہ کیا شامت سے کہ
 جو لوگ اولٹے مہمانوں سے خدمت لیا کرتے ہیں واہ واہ اچھی خاطر داری گی
 ہے۔ آخر سب عورتیں نکل کے چلیں کہ نماز میں شریک ہوں اس وقت یہ قدیم
 دینی رسم باقی تھی کہ عورتیں بھی جماعت میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ خیمہ کی حراست
 کے لئے دو چار عورتیں بٹھا دی تھیں۔ لیلا عذرا کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے
 لگی۔ عذرا چلو ہمیں نماز کو چلیں (کال میں) خدا کرے وہی تو جو ان نماز پڑھا ہے
 کیسی اچھی آواز سنتی۔

عذرا۔ بنین میں تو ہمیں چلوں گی مجھے رہنے دو میں اپنے ہمیں نماز پڑھ لوں گی۔
 لیلا۔ واہ رو رہا یا کرتی بنین آج کیا ہوا بنین میں تو سچ چلوں گی لے بس اب چلو۔
 عذرا۔ تمہیں کیا آج سیراجی بنین چاہتا۔

لیلا۔ یہ نئی عذر ہے میں نے جو کہا اس سے جی بنین چاہتا۔
 عذرا۔ ہاں جو کچھ ہو میں تو بخاؤں گی۔

لیلا۔ نہ جاؤ نہ سہی۔
 خیمہ میں جنہی عورتیں تھیں سب جا چکیں۔ لیلا سب کے بعد روانہ ہوئی اور عذرا
 نے دو تین عورتوں کیساتھ نماز فجر ادا کی اور نماز سے تراویح کر کے عذر اتھنا
 بیٹھ کے اپنے دل سے باتیں کرنے لگی وہ کہہ رہی ہے سیرا دل آجتک کسی
 خیال کو نہ یادہ بھیر نے بنین دیتا تھا یہ کیا معاملہ ہے کہ اب ایک خیال میرے
 دل میں اس مضبوطی سے ٹھہر گیا ہے کہ کل رات سے بار بار یاد آتا ہے۔ کوئی
 شکل ہر وقت آنکھوں کے سامنے پہرتی ہے۔ کیسی شکل ابھی نام نہ نہ لگتی۔ بنین
 ہرگز نام نہ نہ لگتی کوئی اسنیگا۔ کتنے بڑے عیب کی بات ہے میرا خیال یہ کہیں

ان جان کو معلوم ہو جائے تو غضب ہی کر دین مجھ سے لڑکی اور کسی شکل اور صورت کو سرگڑھی اسنے خیال میں رکھے یا اللہ یہ خیال مجھے ہو جائے ورنہ مجھ پر سیدت کا الزام آجائیگا۔ خدا سے چاہتی ہوں کہ او سے ہو جائوں جسے یاد کرنی ہوں آہ اور کسی صورت تو آنکھوں کے سامنے سے ہٹتی ہنیں۔ اب کیا کروں ہمیں اسکان میں جو کچھ تھا وہ نذر کر چکی۔ اب اسکو کیا کروں کہ اذان کا نین آئی اور سرتاب ہو گئی۔ میں تو اس آواز سے بہا گئی ہوں دیکھو لیل خفا ہو گئی مگر نماز کو نہ گئی گیا عجب کہ وہی آواز دلخیز کان میں پہر آجائی۔ وہاں اس شکل سے دو چار ہو گیا ہی خوف تھا آہ اسین کیا بات سے کہ میرا دل بے اختیار نکلا جاتا تھا۔ بس ایک نگاہ میں میرے سارے دل کا فتح کر لیا اوکے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا فتح کر نیا اسے کیا نام ہے ہمنصور۔ یہ جمال عذر اسنے جوش میں یہ نام اس زور سے لیا کہ باوازم سے نکلیا۔ یہ نام لینے کو لے لیا مگر فوراً چونک پڑی اور گہرا گہرا کر چار و نظرت دیکھنے لگی کہ کس نے دیکھ تو مین لیا مگر صد شکر کہ کوئی نہ تھا اب سب عورتیں اور عذرا کی بان واپس آئیں اور کوچ کا سامان ہونے لگا۔ عورتیں محافظوں میں سوار کرائی گئیں۔ نیچے ڈیسے بھی اوکھاڑ کے اونٹوں پر لاوے گئے بہادر گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور بار بار داری اور زنائی سوار یوں کے گرد حلقہ باندھ کے مغرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

چوتھا باب

بارگاہ سالٹانی

افغانستان اور پنجاب کے سرحدیں جس مقام پر ملی ہیں وہ بالکل چھاڑی سرحدیں ہے چھاڑیاں ہر طرف گیسے ہوئے ہیں اور مسافروں کو دو مہکائی رہتی ہیں کہ تم سب ہمارے قیدی ہو اور ممکن نہیں کہ اس قید سے کوئی نکل جائے سکے وہاں کے کہ ہستان نے صد ہا لکھ ہزار روٹو آوارہ کر رکھا اور پکڑا لگا کے مار ڈالا۔ سوا دون

الوالہم قاتلون کے جنموں نے ان پہاڑوں سے سر نکال کے سبک دیا تھا
خیر خیر سب زارین کو اپنے گھوڑوں کا جولا لگا کر بنا دیا اور جتنے لوگ اوپر آئے
مکمل کہ سر گردان پہرے پہرے تھکان سے تنگ نہ آئے نہ ہوں۔

جس وقت ہمارا خیال اس مقام پر پہنچا ہے۔ ٹھیک دو پہر کا وقت ہے آفتاب کی
جھلک سے تمام کوستان کو آتش لگدہ بنا دیا ہے چٹانوں پر آفتاب کی تیز شعاعیں
پڑتی ہیں اور انکی نگیل سطح سے سفلے نکل رہے ہیں بادِ سموم کے جوئے آتے
ہیں اور ان شعلوں کو اور بڑھاتے ہیں۔ صحرائی ہجرند جو شکاریوں کے خوف سے
بھی آزاد رہتے ہیں انکو آفتاب کی گرمی نے پریشان کر دیا ہے اور پہاڑی درختوں
کے نیچے ہانپ رہے ہیں کوستان کے درون گھوڑوں میں جا بجا چرند چھپے بیٹھے
ہیں جن کی صورت سے اوڑا گیا وہ تو اوپر چڑھتے چڑھتے اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ دنیا
کی گرمی سے محفوظ رہیں باقی اونہیں درختوں کی ٹہنیوں پر چھپ چھپ کے بیٹھے
ہیں جتنے نیچے پرندوں نے جا کر پناہ لی ہے اسی کو سہار میں ایک مقام پر بہت بڑا
شجر اور ترا ہے خیمے نصب ہیں اور سپاہی جو شدت حرارت سے لشکر کے گرد
چکر لگا کر پہرہ دہنیں دیکھتے وہ اپنے اپنے خیموں کے دروازہ پر تنکے ہوئے
سے بیٹھے ہیں کہ اگر کسی طرف سے حریف کی فوجیں نظر آئیں تو فوراً تلواریں کھینچ
کے اوٹھ کر کھڑے ہوئے۔ سب خیموں کے درمیان ایک بڑا خیمہ ہے جس کو
آس پاس اس شدت سے اور حرارت اور طیش میں بھی دس بارہ ہزار سپاہی
نگی تلواریں لئے ٹھل رہے ہیں اور انکی تلواروں پر دھبہ دھبہ کے آفتاب کی شعاعیں
خڑب خڑب رہی ہیں جس اثر سے ایک طرف تو حرارت ہوئی گوارہ خرقی ہوئی ہے
اور دوسری طرف اس رعب و داب کا سامان منہ گیاسہ ہے جبکہ کسی فلاح مند
کے فرد و گاد پر ضرور ہونا چاہیے اسی وقت دو ہزار اور قہ آورہ ان ایک رو
کے خیمہ سے نکلے اور باقیین کرتے ہوئے اس عالی شان بڑے کی طرف روانہ
ہوئے جو یقیناً شاہی خیمہ ہے۔

پہلا۔ ہاں تو کچھ تدبیر ضرور ہو نا چاہیے۔
 دوسرا۔ اور کیا عجیب ہے جو سلطان اگواں غزنی کا غزم فتح کرنا پڑے۔
 پہلا۔ ہاں سلطان کو منصور کیساتھ بڑی رغبت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہو جانا
 ہر جیسے دلیں بہادری کی خوب ہوگی اوسکی صورت کا عاشق ہوگا۔
 دوسرا۔ یہی سمجھ میں نہیں آتا کہ منصور غائب کہاں ہو گیا ہے رام گرفتار ہو کر آگیا
 جو آج سلطان کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ تمام راجپوتوں کو ایسی شکست ہوئی کہ بالکل
 بدحواس اور بے سرو پا ہو گئے ان فتوحات کے بعد منصور کا گرفتار ہو جانا حیرت
 سے خال نہیں۔

پہلا۔ لو اب سلطانی خیمہ آگیا۔ وہاں چلکے سلطان کے سامنے اس امر میں غور
 کرتا کہ شاہی گارو کے لوگوں نے فوجی آداب سے ان دونوں کی سلامی کی جس سے معلوم
 ہوا کہ یہ لوگ بھی کوئی معمولی سپاہی نہیں بلکہ فتوحات اسلامی کی نامور اور سردار
 ہیں ان دونوں سرداروں کے عساکر عثمانیہ نے سلطانی خیمہ نصب ہونے ہی اور بار
 کے موافق سرنیاڑ جو گاویا ہر سردار کا روٹا کر دعائے دولت دی اور حسب سلطانی محنت
 شاہی کے سامنے دہائی طرف کی کرسیوں پر بیٹھ گئے تخت شاہی اگرچہ اس شان و شوکت
 کی کوئی بات ہی نہیں پالی جاتی تھی جس کے آخر خاندان مغلیہ کو عشرت پسند بنا دیا
 مگر بالکل سادہ ہی نہ تھا۔ افغانستان اور وسط ایشیا کے اعلیٰ خیالات کے موافق
 آہنی تخت تھا جس پر چار بچا باندی کے بیرون سے گلکاری بنائی تھی خیمہ میں غلغلہ
 تھا اور خاص تخت کے نیچے اس فرش پر ایک نہایت ہی نفیس اولیٰ قالیں تھا
 اوپر آہنی تخت رکھا ہوا تھا خیمہ میں اس زمانہ کی کاریگری کے لحاظ سے نہایت
 کیا تھا جبکی اعلیٰ خوشنویسی تباری تھی کہ آخر زمانہ کے لوگ اس قسم کی تحریر و
 کوڑھوٹہ بیٹھے اور بناتے۔ ان فرمون میں سے بعض تو آیات قرآنی اور حدیث
 نبوی کی رجوش کلمات لکھے ہوئے تھے خاص تخت کے سامنے جو فرم تھا
 ”وہیں نہایت جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا“ نصر من اللہ فتح قریب“ دہائی طرف

یہ کتبہ فرموا کہ تہذیب و الحیثیت تخت مملکت العیون بائیں طرف تہذیب و فی سبیل اللہ اس
 قسم کے چیمہ اور فریموں کے علاوہ باقی فریموں میں وہ اشعار لکھ کر رکھے تھے جنکے
 ذریعے سے خاص سلطان اور بار کے معرکہ آرائی شعرا نے سلطان کی بیج سرائی میں
 جو دست و کرات کے جوہر دکھانے سلطان کے لباس میں بھی کچھ ایسے کھفت سے
 کام نہیں لیا گیا تھا۔ ایک نرم اور عمدہ پوشین کی قباحتی اوپر سر پہنے کی ٹیپی کسی ہولی تھی
 جہین لوہے کی ڈوری لگی ہولی تھی اور اس ڈاب پر سنہری پہول بنے تھے سر پر ایک
 عمامہ تھا جہین ظننے کے سہجے ایک پیش تہیت لگا ہوا تھا جو کہ شش فنج بر چسپال کے تختہ
 سے ہاتھ لگاتا تھا۔ سلطان کے ہتھ سے الو لعلی اور بلند جو صلی کے آثار نمایان
 بڑی بڑی آنکھیں چوڑی اور کشادہ پیشانی سرخ و سفید رنگ اس کے علاوہ ہسی نورانی
 ڈاڑھی ان سب چیزوں نے شاہی رعب و اب کے سین میں ایک ہیبت جلا دی
 تخت کے سامنے کر سیو نیز و لون طرف و قطارین ہتھیں دامن طرف دروازہ انفسران
 فوج زرہ بکترہ سے آراستہ بیٹھے تھے اور بائیں طرف کر سیو نیز شعرا بیٹھے ہوئے تھے
 جبکا نام ہر لائق اور مہذب سوسائٹی میں عزت کیسا تہ لیا جاتا ہے۔ فردوسی۔

عصاری۔ منوچہر۔ بلخی پتھی حکیم عصری سب اپنے رتبہ کے موافق قرینے سے
 دربار میں ایک جوش خروش پیدا کر دیتے تھے سلطان نے ایک بیک فردوسی کی طرف
 نگاہ اٹھا کے دیکھا اور فردوسی نے کھڑے ہو کے اپنے پر جوش لہجہ میں یہ قطعہ پڑھا۔

جہاندار محمود شاہ بزرگ

چو کوک لیل ز شیر باد فریبست

یابے خود اندھی بزرگ

بگوارہ محمود گوید نجست

سلطان نے اپنی شاہانہ مناسبت کیسا تہ فردوسی کی نازک خیالی اور قادر الکلامی کی داد دی
 جنکے ساتھ تمام اہل دربار خصوصاً شعرا نے نغمہ خمیں بہر جہا بلند کیا اور فردوسی آواز
 شاہی بجالا کے بیٹھ گیا اسکے بعد سلطان منوچہر بلخی کی طرف متوجہ ہوا اور منوچہر
 اوٹھ کھڑا ہوا اور یہ قصیدہ مناسبت خوش الحانی سے پڑھنے لگا۔

لوہے چمن برآمد و برف از جہل گذشت

گل باغ گلشن آمد و بیل بہ بوستان

آن دور شد که ناخن درنده تیز بود
 بر بقعہ آجیم ارادت کند خدا کے
 وان ہم جو حضرت تشہ محمود نامدار
 شاہ کے کہ عرض لشکر منصور گردہ
 سلطان روم روس بہت و عین
 شکے بدین لیاقت و حکم بین عشق
 اسے آفتاب ملک سے روز ماہ تاب
 خالی مباد گلشن حضراے مجلس
 ان اشعار پر تمام دربار سے آفرین اور سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں مگر چنچا
 جانے کیا بات تھی کہ صرف سلطان نے چارہمی پانچ شعر شوق سے سنے ہوئے
 کہ کچھ سوچ بن آگیا۔ اس اس کی طرف اہل دربار کا خیال اسوقت سلطان کے چہرے
 سے غصہ غم کی آواز نہ تھی پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ آنکھیں سرخ تھیں
 اور انگوٹھا غصہ کے ساتھ ایک سکوت تھا کہ جو کسی حد تک غم کی خبر دے
 رہا تھا۔ اس سکوت سے ذرا اور تمام افسران فوج کو بھی سنائے میں کر دیا۔
 سلطان کی جنون نے کل اہل دربار پر ایسا رعب طاری کر دیا کہ سب خاموش
 تھے اور مجال نہ تھی کہ کسی کی زبان سے کوئی لفظ نکلائے احمد بن حسن مہندی جو
 وزرات اور مدار السیاحی کے عہدے پر مستند تھا اور بخلات اور سفروں کے اس
 سفیر میں سلطان کے ہمراہ تھا اس نے اپنے فکرتیں عقل اور اپنے تیز فہم
 سے کام لیا اور دل ہی دل میں خیال کرنے لگا کہ سلطان کا مزاج ایک بیگ کیوں
 برہم ہو گیا اس نے اپنے دل میں کہا اس قصیدہ میں کیا بات تھی جس نے سلطان
 کے مزاج پر ایسا اثر کیا وزیر احمد بن حسن مہندی کو خدا جانے علاوہ فہم و ذکا
 کا حافظہ بھی بہت تیز و یادداشت جو اشعار منہ چیر بلخی نے پڑھے اس کو یاد ہو گئے تھے
 اور ان اشعار کو اس نے اپنے دل ہی میں پڑھا اور غور کرنے لگا کہ ان میں کیا لفظ تھا

جو خلافت منزع ہوا احمد بن حسن نے چار شعر پڑھے جب پانچواں شعر پڑھا تو اسے سمجھ گیا کہ سلطان کا سکوت اور ملال کس وجہ سے ہوا پانچواں شعر تھا۔

شاہیکہ غرض لشکر منصور گزیدہ از قیروان سپہ بکشد تا بہ قیروان
احمد بن حسن دلیں کہنے لگا کہ اس منصور کے لفظ نے یہ آفت ڈھالی منصور سے سلطان کو بڑی محبت تھی اس کی عاندانی وقعت اور اس کے جو سرون کو سلطان نہایت غایت نظر سے دیکھتا تھا اب کس پہلو سے گفتگو شروع کروں کہ سلطان کا غم غلط ہوا احمد بن حسن اسی پس و پیش میں تھا کہ سلطان نے اہل دربار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اب منصور کی طرف سے ناامید ہو جانا چاہئے۔

وہ دونوں افسر جو ابھی آکے شریک دربار ہوئے تھے وہ دونوں لشکر سلطانی کے پرچوں سر دار تھے انھن سے ایک تو عرب متاجو سلطان کی عربی فوج کا سپہ سالار تھا اور جبکی تلوار نے ترکستان خراسان اور نیمرہند وستان میں جسے جزیرہ جوہر دہکائے تھے اور دوسرا ایک ترک بہادر متاجو شمار دولت میں بڑے اعلیٰ احمد پرستار تھا اور وزیر جنگ کی خدمت کو انجام دیتا تھا پہلے کا نام عبداللہ طائی اور دوسرے کو التوق تاش کہتے تھے جو وقت سلطان نے یہ حسرت مندانہ جملہ کیا جو انوشہ دونوں افسر کچھ اور عرض کیا چاہتے تھے مگر عبداللہ طائی نے سبقت کی اور کھڑے ہو کر پہلے دعائے دولت دی پھر عرض کیا حضور متروہ نہوں منصور کی جستجو میں وفاداران تخت اور جان نثاران سلطنت خواب و خور اپنے اور پر حرام کر دیں گے اور حطیح بن لڑ لگا بہادر نوجوان منصور کو ڈھونڈ لائیں گے اسی ہند و راجہ کی اتنی مجال نہیں کہ منصور کیساتھ برا سلوک کرے اگر خدا نخواستہ منصور کی جانب سے کوئی حد میں پہنچا تو ہمارے سوار پوری مسرت میں ہلا دیں گے اور ہمارے گھوڑے ہندوستان کی سر جوئی اور بڑی سلطنت کو روند ڈالیں گے۔

سلطان۔ عبداللہ تم لوگوں کی جرات اور ہمتارے جو مسلمین سے مجھے اُمید ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جب میں ہندوستان پر حملہ کرنے کے

لئے تلوار ہاتھ میں لی ہے اور رکاب پاؤں میں رکھا ہے صرف جہاد کی خواہش
 نیست ہے اور خدا کے مبارک دین کی خدمت کے لئے اور اسی وجہ سے خدا نے
 میری مدد کی اور انکار کو نہیں و خواہ کیا میں یہ نہیں پسند کرتا کہ اپنی اس خالص نیت
 کو خراب کر دوں اور آئندہ فوج کشی سے دین اسلام کے علاوہ منصور کا بدلہ لینا ہی
 میری غرض ہو۔ اس پر اہل وربار نے بادشاہ کی نیت کی داد دی اور سلطانی خیمہ
 میں یکایک خدا ترسی کا ایک جوش پیدا ہو گیا عین اوس جوش و خروش کی حالت
 میں بہادر ترک اور الیوتو تماش اور شہا اور عرض گیا کہ ہماری النجا ہے کہ حضور اپنے
 عالی سمت دل میں کسی قسم کی فکر اور تشویش کو جگہ نہ دیں سلطان پاک نیت سے کہے
 الحمد للہ کہ ہماری توجہ کے سہر سپاہی کی نیتیں خالص اور پاک و صاف کر دیں ہیں
 سر جان نشاوری کے استخوان اور سر جان بازی کے میدان میں اللہ جل شانہ کا جلال
 ہماری نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور انشا اللہ ہمیشہ رہے گا لیکن اس خالص
 نیت کیساتھ اپنے بہادر نوجوان افسر منصور کو ڈھونڈ نکالیں گے اور اسی کو خوش
 جہاد میں خدا ہمارے ہاتھوں سے یہ بھی کام کر دے گا کہ ہم منصور کو تلاش بھی کرینگے اور
 اس کے سر پاک قطر خون کی جگہ ہزار ہا راجپوتوں کے بلکہ کافروں پرست
 راجاؤں کے خون کا سیلاب بنا دیں گے حضور میری رائے میں تو مناسب ہے کہ
 عسا کہ سلطانیہ اب آگے بڑھیں تاکہ گھرستان مستند پر ہماری تلواروں کا دماؤ پڑے
 اور دشمنوں کو خوف ہو۔

سلطان - میرے بہادر واس امر میں اب ہماری کیا رائے ہے میرا تو قصد تھا
 کہ اس مرتبہ غزنی کو واپس چلو اور آئندہ سال آگے بازار جہاد گرم کروں۔
 احمد بن حسن - اس میں کوئی شک نہیں کہ اب ہماری فوجیں تھک گئی ہیں اور
 اس ماندگی کے زمانہ میں انکو جہاد کی تکلیف میں ڈالنا مناسب ہے آخر صحابہ
 بھی ہی تابستے کہ جہاد میں سپاہیوں کی راحت رسائی بلکہ اون کے مستقبلین
 تک کے خیالات کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے جناب غار بن رضی اللہ عنہ

نے صرف ایک عورت کے خیالات کا اندازہ کر کے تمام اسرارے کھاکر کے
 علیہ جلال اللہین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں تصریح کر دی ہے کہ ایک بار خلیفہ ثانی حضرت فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ ذات کی وقت جب عادت حدیث کی نگاہ میں سیر کر رہے تھے کہ ایک گندراہ
 مکان پر ہوا اس مکان میں ہر دسے پڑے ہوئے تھے اور پردوں کے اندر سے روشنی کی شعاعیں
 باہر نکلی رہی تھیں۔ در کوئی جوان عورت اپنی شیریں و لطیف آواز سے در کے لمجھین کچھ اشعار
 چڑھ رہی تھی جناب فاروق ٹھکر کرنے لگے تو یہ اشعار تھے۔

تھا دل صفا اے تیری کو اکب داد علی ادلا صبیح الا عیسیٰ
 رات کی بھوت کھانے میں لگتی اور اسے ادس طرح سیر کر رہے ہیں اور بکے اس امر نے حیران کر دیا
 کہ کوئی ہم بستر نہیں ہیں سے لطف صحبت اور طبیعت حاصل ہو اس مہمان کے داد اور شہر
 چڑھ کے یہ شعر پڑا۔

قوله الله لو الله بحسبي عواقب ان عزم من هذا اليسير جواذب
 میں اسی خدا کے پاک کی قسم کما کے کہتا ہوں کہ اگر انجام میں خدا کا خوف نہ ہوتا تو اس وقت
 ہمارے پاؤں کی چوہیں ہتھ پتھ میں اس کے بعد اس نے ایک شعر اور پڑھا جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے
 درد اکروا لم یعلیٰ ان تناول مرأثا

یعنی اسے شخص وہ جو عالم خیال میں یہ سیرا مخاطب سے کہنے کی میرے معزز و محترم شوہر کی
 سوار پونہ نہ شک دی عورت سے پوچھا کون ہے آپ نے اپنا نام لیا اور دریافت
 کیا کہ شعر کون پڑھتی ہے کبھی نے خوفزدہ ہو کر معذرت کی اور کہا میرا شوہر جیسا اور آگیا ہے
 اور کسی مفارقت میں اپنے نفس پر جبر کر رہی ہوں اور جب دل نہیں مانتا تو یہ اشعار پڑھ کر دل
 بھلاتی ہوں۔

جناب فاروق یہ سنکر دیر تک متفکر رہے کہ یہ تو بڑی خرابی ہوئی ایسا نہ کہ جہاں سے بڑے نتائج
 پیدا ہوں آخر دیر کے بعد آپ نے اس سے دریافت کیا کہ عورتین کتنی ہست تک مفارقت
 شوہر ممبر کر سکتی ہیں اس نے کہا عورتوں کا حال میں کیا جانوں مگر اپنی طبیعت سے میں کہہ
 سکتی ہوں کہ چھ مہینے کے بعد مجھے شوہر نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جناب فاروق اس کے دروازہ سے

بچے آگے اوجھ کوکل مرا اس کر کے نام فرمان بیسج کہ ہر سپاہی کو حبش چہ پہننے کے بعد وہابی
طور پر ایک ماہ کی رخصت دیجایا کہ۔

نام فرمان جاری کر دئے گئے کہ ہر سپاہی کو فواد کسی ہر تہ کا ہو ہمیشہ چہ پہننے کے بعد ایک
ماہ کی رخصت دیجایا کہ۔

عبداللہ بن لہالی۔ مگر حضور منصور کی سفودا جنہری نے ہمارے ہر سپاہی کے
دل میں ایک جوش پیدا کر دیا ہے۔ اگر وہ نیلے ہی ہیں تو اپنی زندگی کو بھول گئے ہیں
اور اگر جہاد پر مستعدی ظاہر کجائے تو سب لوگ جسے جوش و خروش کیساتھ
موجود ہو جائیگے۔

الستوقاٹس۔ میں اپنے ساتھ جان نثاروں کی طرٹ سے بھی ایسے ہی امید رکھتا
ہوں کہ وہ ذرا اشارہ پاتے ہی لڑائی کے لئے مستعد ہو جائیگے۔

سلطان۔ بیشک میں اپنے اُن وفادار سپاہیوں کی مستعدی اور سچی شجاعت
کا شکر گزار ہوں۔ لیکن قماش اگر وہ اپنے جوش و شجاعت میں اپنی ماندگی کا خیال نہیں
کرتے یا اپنی گذشتہ مشقتوں کو بھول گئے ہیں تو کیا مناسب ہے کہ میں بھی خیال
نکردن تم سب لوگ سئلہ منصور میری فوج کا ایک سپاہی ہتا اسکو کوئی ترجیح نہیں
میری نظر میں میرا ہر سپاہی وہی وقعت رکھتا ہے۔

یہ فوجے کو اراہین ہو سکتا کہ اس ایک شخص کے لئے میں اپنے بہادر وفادار سپاہیوں
کی اکثر جانیں بے سلیغی سے اور بجا طور پر کھوا دوں۔ یہ جملہ کہہ کے سلطان نے
زبان روک کے سب کی طرف دیکھا اور سب افسروں نے کھڑے ہو کر ادب
سے سر جھکایا اور کہا ہم سب سخت کے جان نثار اور شاہی احکام کے فرمان بردار
ہیں نہ جگان عالی اپنے کریا نہ اخلاق سے جو فیاضی اور قدر دانی ہماری حقیر خدمات
کے معاوضہ میں فرماتے ہیں اس کا شکریہ پورے طور پر ادا کر نیکی قوت ہماری
زبان اور ہماری قوت میں نہیں ہے۔ افس کہہ کے پھر سب اپنی اپنی
کرسی پر بیٹھ گئے۔

سلطان - ہاں ہاں سچ کہتا ہوں۔ اگر خدا کا کیسہ نہ خیال ہے تو صرف اس سوچہ سے کہ وہ بڑے محترم اور واجب التحکم خاندان سے ہے وہ خاندان القاریہ اور کے اجداد سے ہر گز کا یمنات حضرت رسول مہلول علیہ السلام اور تمام خاندان مساجد کو ایسے وقت میں پیدا ہوئی تھی اور اس جنت کی مدد سے جبکہ دنیا میں سوائے خدا کے اس مقدس گروہ کا پناہ و منوالا اور مددگار نہ تھا ہمارے پیغمبر صلوٰۃ علیہ وآلہ وسلم اس کے اجداد کے مہمان رہے تھے مہسوت سلطان کی آنکھ میں آنسو ڈھنڈیا تے ہیں اور دربار میں ایک دینی رقت پیدا ہو جاتی ہے جس کا تصور کا خیال ہے تو اس قدر۔

عبداللہ طالی - حضور یہ کوئی معمول یا آہن پیغمبر کا کلمہ پہلانا ہمارا مقصود ہے اس کے سبب ان اور جان نثار انصاری اسل کا بہادر و جوان خدا جانے کنی ظالموں کی قید میں گرفتار ہے اور ہم مطمئن نہیں۔
سلطان - انہوں نے بکے رام کے سبھی ہمارے ہاتھ گرفتار ہو کے خود کشی کر لی ورنہ اس سے حال معلوم ہو جاتا اور نہ ہی معلوم ہوتا تو اس کے عوض میں شاید ہم منصور کو جلدی پا جانے اچھا پر اب کیا کارروائی کی جاوے؟ میرے ذہن میں کو کوئی بات نہیں آتی۔

التوقیاش - حضور اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں کہ سلطانی نوین جلد ہندوستان کی طرف بڑھیں۔ اگر حضور کے ارادہ کی ذرا بھی خبر ہندو دراجاؤں کے کان میں پہنچ جائیگی تو تمام راجہ تہرا او ٹھیکے اور جس کیسے قبضہ میں منصور ہو گا حضور کی خدمت میں بھیج کر عفو و تقصیر کرایگا۔

سلطان - بہتر اگر تم سب کی یہ رائے ہے تو یہی سہی۔ اچھا تو اب اس امر کا فیصلہ ہونا چاہئے۔

احمد بن حسن - سو اس طرف سندھ کے اور کہ ہر فوج بڑھائی جا سکتی ہے کیونکہ منصور اس طرف گئے اور اسی ملک کی حدود پر پہنچ کر غایب ہو گئے ہیں۔

سلطان اسکے بعد دونوں سرداران فوج التوقائش اور عبداللہ طالی کی طرف متوجہ ہو اور کھنے لگا خیراب میں نے واپسی عزیزین کا ارادہ ملتوی کیا تم دونوں جاکے اپنے گھرانوں کو اطلاع دو کہ کل بیچ اور چین نماز کی بخت سندھ کی طرف کوچ کرنا ہو گا اور مستعد ہو جائیں کہ ان کی سپہ گری اور جماعت کا استخام لیا جائیگا۔

دونوں افسروں نے تلواریں میان سے نکالیں اور کھڑے ہو سکے جوش و خروش کے اوج میں سرخ کیا خدا حضور کے اقبال کو بلند کرے اور دشمن ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں ہماری تلواریں اب دکھا دیں گی کہ ہم کیسے دغا دار اور جان نثار ہیں اسکے بعد سلطان نے شاہان متانت کیساتھ جہاد افسروں کی وفاداری اور فرمان برداری کا شکریہ ادا کیا یہ افسر شاہی خیمہ سے باہر نکلے اور دربار درخواست ہو گیا۔ ان دونوں نے باہر آنے ہی تمام افسران فوج کو اپنی حکم سنا دیا۔ اور تمام عساکر اسلام میں ایک جوش و خروش پیدا ہو گیا اور سب اوس وقت سے کوچ کی تیاریاں کرنے لگے۔ اب رات ہوئی اور غلاف معمول اس رات کو فوج اسلام کو دو دھکے نہ نہتا جو ہمیشہ ہوجایا کرتا تھا کیونکہ افسر سپاہی لڑائی اور جہاد کی خوشی میں رات بھر جاگتے تھے۔ افسروں اور سپاہیوں نے جوش و سرور کی بیداری میں رات گزرائی تارے جو ہمیشہ سے جاگنے کے شائق ہیں پہلی رات کو انکی آنکھیں بھی چپک چلیں مگر ان جانبا زوں کی آنکھ نہ چپکی تھی۔ گویا آج رات ہر سپاہی نیند بھول گیا تھا اکثروں نے اس بیداری کو یاد الہی میں بسر کیا اور صبح کے سہانے وقت میں جبکہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے عموماً عربی و ترکی سپاہی درگاہ رب العزت میں سنایت الحاج و عاجزی سے فتح و نصرت کی دعا مانگ رہے تھے کہ خیمے ٹوڑے اور ٹونپر لہٹے لگے اور افسروں نے ایک وسیع میدان میں اپنی افواج کو سنایت عمو صفوں میں مرتب کرایا۔ سلطان محمود غزنوی بھی اپنے خیمے سے برآمد ہوا اور اوس کی صورت دیکھتے ہی ہر طرف سے دعائے دولت کے نعرے ہو نکلے جب سلطان اپنی فوج کے آگے کھڑا ہوا تو عبد اللہ طالی کی فوج کے ایک افسر

عربی لہجہ میں صبح کی اذان دی اور سبھوں نے جماعت سے نماز ادا کی نماز کے فراغت
 ہوئے ہی پہلے صبح کی گانہ اور فوجی باجوان نے ہر سپاہی کو کوچ کی اطلاع دی سب
 لوگ حنفین باندہ کے جنوب کی طرف روانہ ہوئے اور جس نشان و شوکت سے
 جا رہے تھے اس سے صاف عیاں ہوا کہ زمین ہنداون کے جلال و سلطوت سے
 ڈر کر کے اپنے بسیرہ مارا اور اپنے صحرا کو خون ان کے سپرد کرنی جاتی ہے آخر یہ فوج
 جاتے جاتے فطرت سے غائب ہو گئی۔

پانچواں باب

اجیرش

ہر جس زمانہ کا بیان کر رہے ہیں ان دنوں ہندوستان کے وسیع سبزہ زار و نگو
 مختلف قوتوں اور سلطنتوں نے اس کثرت سے بانٹ لیا تھا کہ مجموعی قوت کسی
 یکجا نہ ہو سکتی تھی اور اگر بالفرض کسی یونین یکجا پیدا ہو سکتی ہوتی تو اسکو اتفاق پیدا
 نہیں ہو سکتے تھے جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر کل ہندوستان کی سب قومیں یکجا
 ہو جاتیں تو مسلمان کو ہرگز کامیابی نہوتی ان کا یہ دعویٰ ایک حد تک مان لیا جائے
 اگرچہ مسلمانوں کا یہ یہ اب کافی ہے کہ قیصر و کسریٰ جگے جگہ دیکھ سائیہ میں دنیا
 کے بہت بڑے بڑے ملک موجود تھے انہوں نے اپنی اس مجموعی قوت کیساتھ
 کیا کر لیا جو ہندوستان کی سلطنتیں باہم اتفاق کر کے اور پوری شجاعت کیساتھ
 مزاحمت کرتے تو مسلمانوں کو یوں آسان سے فتحیابی کا موقع نہ ملتا خیر چاہے
 جو کچھ ہوا اس میں شک نہیں کہ یہاں تھوڑی زمین پر ایک ایک راجہ ہوتا جو اپنے حلقہ
 کے اندر آزادی اور خود مختاری کیساتھ ایک شخص سلطنت کے شہنشاہ کا رتبہ رکھتا
 اجیرش کے اور داولی سے لیکے دامن و ہند یا پھل ملک کی تھوڑی زمین کی سلطنتیں
 قائم تھیں۔ اور سے پور۔ اجین۔ اندور۔ اور خود راجہ اجیرش کی سلطنتیں اس تھوڑی
 سی زمین کو اپنے حصہ میں بانٹے ہوئے تھیں اجیرش اور اجین ان دنوں سلطنتیں

کے راجاؤں میں آپس میں بڑا اتفاق تھا اس اتفاق کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ دریا کے
چھل کے کنارے دونوں راجاؤں کی سرحد تھی اور دوسرا خاص باعث اتحاد
ایک عزیز دار اعلیٰ تھا جو شاہی خاندانوں میں پیدا ہو گیا تھا یہ دونوں خاندان
سنایت شریعت بہادر آریں قوم کا وہ خالص خون جو سلاخاندان والوں کی رگوں
میں چلا آیا تھا وہ ملک میں سنایت تہمتی خیال کیا جاتا تھا اور اسی وجہ سے ان خاندان
میں ہی سہرح کی برگ و پے میں شجاعت اور دلیری موجود تھی جس سے امید ہو سکتی
تھی کہ سندوستان شاید انقلاب سے محفوظ رہ جائے اور دائمی مسلمانوں کے رہنمائی
میں ان کی کوششیں راجہ دہلی کی کوششوں سے کم تھیں۔ خصوصاً جبکہ اجمیر کے راجہ
نے اپنی بیٹی امین کے نوجوان راجہ کے عقد میں دیدی تو ان دونوں سلطنتوں کے
اتفاق سے یہ امید اور قوی ہو گئی کہ مسلمانوں کو شاید قدم بڑھانا مشکل موقع نہ ملے۔
راجہ اجمیر کے نعل میں ایک اور لڑکی حسین تھی جس سے راجہ کو انتہا درجہ کی محبت
تھی یہ لڑکی اپنے حق و جمال کے اعتبار سے تو ایسی تھی کہ اس کے ہار کمرے اور پہلے نمونہ
میں اور ٹیبلے اور شرمین آنکھوں کی دہر و در شہرست تھی اسکی تمنا اور آرزو تو بڑی
بات تھی صرف ایک جلوہ و نگاہ پانے کے لئے اکثر شہر اور اسے مختلف سلطنتوں کو
آتے تھے اور نام کام اور نامادراپن جاتے تھے بچپن ہی سے اسکو مقدس زبان
مسندت کی کتابیں پڑھانی گئیں اور اس کے تیز ذہن اور تندرست طبیعت نے نو
دس برس ہی میں اسکو ایک بہت بڑے پنڈت کے رتبہ کو پہنچا دیا اس کے بعد
خاندانی رسوم کے موافق اس نے سپہ گری کی تعلیم پائی اور اس حدیث سے بھی اس
کمال کو پہنچ گئی کہ گھوڑے پر سوار ہونے ایک اعلیٰ درجہ کی سپہ گری کی طرح یہ تھی
اور چالاک سے لڑائی کے کرتب دکھائی تھے اور ان دونوں کی باہمی لڑائی اور اس
غیر منظمی کے عمل کی روزانہ تفریحی نے اسے ایک شجاع اور بہادر سپاہی بنادیا تھا
جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کے اور کال کال زلفین شانوں پر بکھیر کے نکلتی تھی تو
سپاہی فوج دونوں طرف سے سلامی لیکے دعا کے دولت دینی تھی۔ اس وقت

کا عالم بہت سے لوگوں کو بیتاب کر رہا تھا اور ان نئی ہینا بیون نے ملک میں ایک شورش پیدا کر دی تھی سو مہنا اس پر بحال لڑکی کا تمام تھا اور باپ کو اسے قید پیداری تھی کہ گہڑی بہر کو اسکی سفارت گوارا نہیں کرتا تھا۔ خصوصاً اسکے ذاتی جوہر پہ گری گئے اسے بائیں نظر دون میں اور عزیز بنایا تھا اس زمانہ تک مہندوستان میں پردہ کی رسم جاری نہ تھی اور سو مہنا ہمیشہ تخت کے بائیں جانب دربار میں نشست شان و شوکت سے جلوہ آرا نظر آیا کرتی تھی۔ راجہ نے عورتوں میں سو مہنا کو اپنی شادی کا ایک حد تک اختیار دیدیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اب اسکو اٹھارہ سال ہوا تھا اور ہنوز شادی کی نوبت نہیں آئی تھی بہت سے شاسن اور مہاجہ سالہا سال کو ششون کے بعد مایوں ہوئے تھے خود راجہ کے وزیر کا نوجوان اور بہادر بیٹا جے رام بھی ایک مشہور سپاہی تھا۔ میدان جنگ اسکی نظر میں ٹھکانے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا اور بہت جیسے معرکوں میں وہ نیک نامی حاصل کر چکا۔ اگر او میں کوئی فرق نہ ہو تو صرف اس قدر کہ سراج تیز تھا اور سر کام کو بے سوچے سمجھے کر گزرتا تھا عرصے اس ناگزین کے دل کو اپنے مایوں میں لائیکل تدبیر میں کر رہا تھا بلکہ خود راجہ ہی چاہتا تھا کہ سہ رام ہی کیسا تہ شاوی ہو جائے مگر اس امر نے راجہ کو بھی مجبور کر دیا تھا کہ خود سو مہنا کو منظور نہ تھا باوجود ان سب باتوں کے جے رام مہمت نہیں ہارتا تھا اور ابی تک وہ اپنی تقدیر آزمائی میں مصروف تھا۔

جے رام کے زیادہ فراغت ہو چکی وجہ یہ تھی کہ خود بڑا جانا سپاہی اور بہادر معرکہ کار تھا اور بس وصف کو اس کے کمال کیسا تھا اپنی مشوقہ میں ہی پاتا تھا سرحدی لڑائیوں میں سو مہنا کے جتنی مرتبہ اپنی شجاعت دکھائے غنیمت کی فوجوں کو پسپا کر دیا اور اتنے ہی مرتبہ اس نے جے رام کے دل پر ایک نیا تر عشق مارا سلطان محمود غزنوی نے جب ہندوستان کو زیر کرنا شروع کیا۔ اس وقت تمام بہادر راجاؤں کی رگ حسرت جوش میں آگئی سرحد کے پڑے ہندوستانی دربار میں سلطان کی یورش اور تاخت و تاراج کا پڑھا سوراہا تھا خصوصاً پینال کی

شکست اور بچے رام کی ناکامی نے سر رہی کی انگلیں کھول دی تھیں جو بوسے تھے
 وہ منظر بیٹھے تھے کہ محمود کے سپاہی ان کی حدود کے قریب پہنچیں اور وہ سر نیاز
 جھکا دیں لیکن بہادر راجہ جوتوں کو خون جوش کھا گیا کہ جہانگیر کا جلد ملے کہ ہونے لگا
 اور نانا راجہ سپاہیوں کے سامنے صف آرا ہوئے اور داؤد جماعت دیں
 یہی ذوق و شوق راجہ اجیمیرش کے بہادر درباروں میں ہی ہو گیا تھا خصوصاً اجیمیر
 میں زیادہ جوش تھا اسلئے کہ اس سے پہلی لڑائی میں راجہ اجیمیرش نے جیپال کی
 مدد کے لئے فوج روانہ کی تھی جو پسپا ہوئی اور یاد شاہی کے کئی ناسور افسر اجل ہوئے
 جسروز بچے رام کے ناکام ہوئی خبر آئی اسروز راجہ اجیمیرش دربار میں بیٹھا تھا
 اور بڑے بڑے پنڈت اور پناہور بہادر جیترے صف بستہ کہتے تھے کہ راجہ
 کے عالم افروز بیٹے راجہ کے تخت کے برابر بیٹھیں گی چونکہ اسلئے جنگ بیکار است
 بیٹھی تھی۔ وزیر اور تمام اہل دربار سے سامنے دست بستہ کھڑے تھے اور
 اوہنیں کی جماعت میں وزیر کا بیٹا بچے رام کھڑا تھا اگرچہ شاہی رعب و داب
 کی وجہ سے اسکی انگلیں بھی جھکی تھیں اور مجال نہ تھی کہ چوری چھپے ہی
 کسی موہنا کی کا کل بچان اور درختانوں کی طرف نگاہ لیجائے لیکن دل ہی
 دل میں سزاوارتہ شوق اور آرزوؤں کے ساتھ ساتھ موہنا کے خیال سے باتیں
 کر رہا تھا اور اپنے خیالی جوش و خروش میں اسد رجب جو ہوتا کہ عالم خیال میں ہستی
 گستاخیان کرنے لگتا تھا۔ آؤ دیکھیں راجہ اپنے دربار سے کیا باتیں کر رہا ہے۔
 راجہ۔ ہاں تو پھر راجہ جیپال نے جھوٹا دیا اس کا بیٹھنے افسوس ہے۔
 وزیر۔ حضور کا وہ کیا کر سکتے ہیں درود مند اوہنوں نے بہت کچھ اہتمام سے
 فوجیں جمع کیں اور ترکوں کا مقابلہ کیا مگر وہ لون مرتبہ اوہنیں کو شکست ہوئی
 آخر خیم زمانہ کے بموجب اوہنوں کے تحت جھوٹا دیا اور اپنے سے اسد بال
 کو تخت پر بٹھا دیا۔
 راجہ۔ کیا ترک بڑے بہادر ہیں۔

وزیر۔ حضور ہم سب لوگ کی نا اتفاقی سے ترکون کا وسیلہ بڑھ گیا ورنہ بھال نہ تھی کہ محمود ہندوستان کی حدود پر یوں آفت بجا دیتا ہماری سیست ہمتی کو دیا تو ان کی ہر غرض نازل ہوا ہے اور بس یہی سبب ہے کہ فلک شون کے مقابل میں ہمیں شکستیں ہوتی جاتی ہیں۔

ایک فوجی افسر۔ اور اس موقع پر زیادہ خرابی میری رائے میں سبجرام کی وجہ سے ہوئی مگر مجھ کو دے کے آنکلی خیر سننے اور سننے لپنے آفا جیپال کو جوڑ دیا راجہ۔ کیا وہ محمود سے مل گیا۔

فوجی افسر۔ سہی ہمارے پہلے تو لوگوں کا اس خیال تھا کہ وہ ترکون سے مل گیا ہے مگر اس دفعہ محمود نے اوسپر حملہ کیا اس سے لوگوں کی رائے بالکل اور سب کتنے ہیں کہ اگر اس نے راجہ جیپال کا ساتھ جوڑا تو ترکون سے بھی ہٹن ملا۔

راجہ۔ پر محمود کے اس حملہ کا کیا نتیجہ ہوا کیا ترکون کو شکست ہو گئی؟ یہ حملہ کہ کے راجہ نے جواب سننے کے لئے ایسا شوق ظاہر کیا کہ اوسکی صورت سے صفا ظاہر تھا۔

فوجی افسر۔ رائے دہی کے بعد میں ہمارے سبجرام کو شکست ہوئی اور وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا۔

راجہ۔ (پیش کیا کے) بھاگ گیا اور اپنے چیتری برن داغ لگایا۔

وزیر۔ سری ہمارے چیتری برن میں تو اسی روز داغ لگا دیا جسے وزیر راجہ جیپال کے ساتھ ہو فالی کی۔

راجہ۔ اب ترک کہان ہیں اور ان کا کیا ارادہ ہے۔

سردار فوج۔ ہمارے سنا گیا ہے کہ سبجرام کے نقاب میں محمود نے اپنی فوج روانہ کی ہے۔ اس کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا کہ اس تعاقب کا کیا انجام ہوا لیکن اب مجھ لینا چاہیے کہ سندھ اور پنجاب کی حالت بہت نازک ہے اب وہاں کے

راجہ ضعیف ہو گئے ہیں اور ترکوں کا زور شور ہے تاخت و تاراج کا بازار گرم ہے
 غریب رعایا کی جان و مال پر تلگئی ہے جو ہفتہ یہ تقریر ہو۔ یہی راجہ اپنے
 دل میں پیش کیا رہا تھا اسکی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ اوسے بیتاب
 کئے دیتا ہے۔ آخر جبکہ تمام اہل دربار کی طرف خطاب کر کے کہا انہوں
 ہماری عقلوں کا یہ نتیجہ کہ آج ملک بے ایمان۔ ڈاکو اور لوٹنے والے مسلمان ہمارے
 ملک میں آئے اور ہماری نسلیں ہمارے ڈاکو بن گئیں۔ وہ راجہ خون کی بہاؤ
 اور شجاعت کیا ہوئی کیا سارے آریہ ورت میں انسا کوئی انسان دیا ہے جو ہر شے
 کی دیا پر اسرا لگائے اور ان فاسق لیٹروں کو دوسرے راجہ کی زبان سے نہ سنے
 ہی بہت سے بہادروں کی آنکھ میں خون اتر آیا ہے رام بڑے سخت کے
 آگے آیا سمجھہ کیا اور وہ بتک دعا دینے کے بعد عرض کرنے لگا مہاراج یہ
 ترک ہی کوئی چیز ہیں جنکی تلواروں سے ہم جیتری لوگ دب جائیں فقط ہماری
 نا اتفاقی کا سبب تھا جو انکو سندھ کے قریب پہنچے کا حوصلہ بنا ورنہ اہل کیا تھا
 نہی کہ ادھر کا بج ہی کرتے سننا ہوں محمود کا ارادہ ہے کہ سندھ وستان بہرین
 جتنے دیوتا بہرین اور جتنے بت خانے ہیں سب کو مسمار اور منہدم کر دے
 ہے رام۔ مہاراج حقیقت میں وہ بہت متعصب ہے اور ایسا متعصب
 ہی کہ حضور کو بھی اوسکی گونہالی کا بند و بست کرنا چاہے۔
 راجہ۔ میں کیا بند و بست کروں؟ میری سرحد کے قریب آگیا تو البتہ وکباد ونگا
 کہ میرے بہادر کس مردانگی اور شجاعت سے لڑتے ہیں۔
 نچے رام۔ حضور میری رائے میں تو اسوقت اسکو ترک دینے کا اچھا موقع
 ہے اور ممکن نہیں کہ ہم شکست نہ دیدیں اوسکی فوج سندھ کی طرف بڑھتی چلی
 جاتی ہے اور ساعت بساعت اوس مقام سے دور ہوتی ہے یہاں کے
 ملک پہنچ سکتی ہے اگر اس موقع پر میری مہاراج کی کوئی فوج ملک سندھ
 میں پہنچ جائے تو ترکوں کو معلوم ہو کہ ہندوستان کے لوگ کیسے بہادر ہیں۔

اسی صورت میں سوا اسکے کے سب اپنی زندگی سے ہاتھ دھوئیں ان سے اور
کچھ نہ بیگا۔

راجہ۔ جے رام بی بی جی پتا ہوں کہ جس طرح مکن ہواں ترکہ کو ہندوستان
سے باہر نکال دیا جائے اور آ رہے ورت ہواں ملکوں سے پاک و صاف کر دوں
اور دیوتاؤں کی نظر میں نیک نامی حاصل کر دوں۔

وزیر۔ معاملہ محمود کے سپاہی اکثر سرکون میں خلیاب ہو گئے تھے، کار ہو گئے
میں سیری راستے میں آدھ سو فٹ تک سبقت نہ کرنا چاہئے مہنگ کہ حضور کی
طہرت قصہ نہ کرے ہم سب دعا دلائل تخت بن اور اس ریل پر نہ دے ہو جانا
اپنا مختصر بستے ہیں لیکن حضور کو اتنے جسے مس کر میں ہاتھ جب ہی ڈالنا چاہئے
جب مجبوری ہو اور علی کی کوئی صورت نہ نکال سکتی ہو۔

راجہ۔ کیا تیرے دل میں ترکون کا خوف بہتہ گیا۔ میرے جان نثار ایسے
سینے ہیں کہ مجھے کے ترکہ سپاہیوں سے وہب جائیں۔

وزیر۔ حضور محمود کو چہرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ راجہ جیپال نے ہندوستان
کے بہت بڑے راجاؤں سے اور دیکھے کتنی بڑی فوج کر لی تھی خود حضور کے جان
نثاروں کا ایک بہت بڑا گروہ پشاور کے قریب مہاراجہ جیپال کے جہنم کے
نیچے ترکون سے لڑ چکا ہے۔ لیکن کیا ہوا؟

راجہ۔ وہ اتفاق تھا اور ہندو مختلف فوجوں کی بے انتظامی سے شکست ہو گئی
جب میرے سپہ سالار میرے چہتری سپاہی جوش و خروش سے حملہ کرینگے تو
محمود کی گذشتہ کامیابیوں کو خاک میں ملا دیں گے۔ اتنا کہ کے راجہ نے اپنے فوجی
سرواران کی طرف دیکھا۔

جے رام۔ سیری رام میرا مختصر ٹپہ بجائے اگر اس مہم پر روانہ کیا جاؤں حضور
بہت حلیہ سن لیتے کہ میں نے ان مسلمانوں کو خاک میں ملا دیا سنا گیا ہے کہ بچے
رام اور سربراہ گپا ہے اور سندھ کا راجہ بھی مسلمانوں سے بہت جلا ہوا ہے۔

دو نونگو ملا نونگا اور سلطان کو گیر کے مار دنگا اگر بری مشر نے چاہا تو پہلے محروم کے حصول کا اور پھر خود محمود کا سر حضور کے قدموں کے آگے پڑا ہو گا۔
 راجہ - بچے رام بھاری بہت اور بھلا سے حوصلہ نے میرادل خوش کر دیا تم جاو
 اور میں سزار فوج منتخب اپنے ساتھ لیلو بعد اسکے راجہ دو بار کے افسروں کی
 طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔ میرے بہادر بچے رام کے ساتھ اب کوئی جاوے
 کو پسند کرتا ہے۔

اسی برس افسروں نے ہاتھ پوڑ کے سر جھکا دیا اور عرض کیا مہاراجہ صاحب
 ہرمن حضور سیکو حکم دین وہ ترکوں کے مقابلہ کو حاضر ہو۔
 اس کے بعد تاسراں آدمی سوہنا جو تخت کے بائیں طرف بیٹھی تھی اوس کے باپ کے
 قدموں پر گری سبابت نے اس کے سر کو اڑا دیا کے عینہ سے لگالیا اور پوچھنے
 لگا۔ سر ہٹا بنا کو کیا پاچی ہے کیا تو نہیں چاہتی کہ میرے بہادر ترکوں کے مقابلہ
 کو روانہ ہوں۔

سوہنا - نہیں بن یہ نہیں چاہتی میرا سلاطین سے کہے ہیں جا بھلی اجازت ہو
 ملے اکثر لوگوں کی رہائی میں نے ساتھ ہے کہ مسلمان بچے بہادر اور اوسے اسے
 سونے بن ابک عرصہ سے اونکی بہادری کے دیکھنے کی سبقتاں ہیں مہاراجہ
 چند وز کے لئے اپنے قدموں سے جدا کر دے کہ جا کے دیکھوں گا کہ
 کیونکر اڑنے پر اور کسی حیات دکھائے بن راجہ پر یہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے
 بعد کہنے لگائی تیری سادری کا مال میں خوب جانتا سونے بچے اور کسی بات کا
 کشکا نہیں صرف انشا خیال ہے کہ مجھے نگہبنت ہوگی۔ علاوہ میں یہ راجہ تانہ کی
 ریگستان تیری بیوں کی اسی صورت کہلا دینگے۔

سوہنا - مہاراجہ جنہوں کی خوشنودی اور وفائندی کی صورت میں ان سب
 باتوں کو بخوشی خاطر لرا کر کوئی ہمارا راج یہ تو دوسرے کا کام ہے۔ مسلمان ہندو
 اور سر کر لکھناں ہنپیار ہے بن جگے ولی بن بخت گاہ ہر ہر آدمی کا ظم ہر

کہ جان پر کھس بکر اڑے، وہاں گشتوں کو پاک نہ یہ ورت سے نکال باہر کرے۔
یہ سننے راجہ کی آنکھوں میں آنسو ڈھبائے اور تمام دربار پر ایک سناٹا ملا۔ جس پر
آخر راجہ نے دل سے اوستے ہوئے جوش کو دل ہی میں دبا دیا اور اپنی جگر پارہ چھوٹا
کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا سو ہنا بیٹک ہم سب کے دلین ایک جوش پیدا ہو گیا
اور ہم لوگوں میں غیرت نہیں رہی کینست ظالم مسلمانوں کو لوٹ کھسوٹ کا حال
کئے تھے کہ دل میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور ہم لوگوں میں جیسا چاہئے وہی
جوش نہیں ہے تو زیادہ پریشان نہ ہو اور قدم گھر سے باہر نہ نکال بے رام جاسکے
مسلمانوں کی خاک میں ملو لگا اور گھر بیٹھے تیرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا۔ اپنی بہادری تو اس
دن کے لئے اوشکار کہ جب ہم کا جنت الیکرا جیسے سے نکلوں گا۔ تو میری جگر پارہ
ہے اگر تو مجھے جدا ہوگی تو پھر میری بات میں دل نہ لگے گا۔ پردیں جانیکی میں
تجنگو کیونکہ اجازت دون ترکوں کے ظلم کا حال سب ہی جانتے ہیں۔ پریشو ہری
کہ معلوم ہے کہ اس لڑائی کا کیا انجام ہو گیا اگر تو ان کے ہاتھوں میں چڑھ گئی تو میری
دنگی و شہاد ہوگی۔

سسو سنا۔ ساراج میں پریشادری سے معافہ کر دئی اور مسلمان کی اتنی محال نہیں
کہ مجھے گرفتار کر لیں میں پھر ہاتھ جڑ کے عرض کرتی ہوں کہ دب مجھے لڑائی پر چاہی
اجازت دیا جائے اگر راجہ چند بھی سنے کہ پاکی تو میرے بارہ دین اچکھو سدہ پہنچا۔
شاہزادی سوہنا کا یہ امر اور دیکھ راجہ پہر سوچیں آگیا یہ یہ تک دلی ہی دلی ہوں
کہنے لگا کوئی ہرج نہیں سوہنا کسی غیہ کیساتھ نہیں جاتی سپر سے مشتری کا لائن
یٹلجے رام سہرا جاتا ہے۔ کیا عجیب کہ اس سفر میں وہ سوہنا کو اپنے حق دلا اور
خدمات سے دوست بنائے میں بھی ایک دم حد سے چاہتا ہوں کہ جے رام یہ بات
سوہنا کی شادی کر دوں مگر خود سوہنا کے انکار سے یہ معاملہ انکار رہا۔ ہے ایسے
رام نے سوہنا کو رام کر لیا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی واقعی اس سے عہدہ اور کوئی
موقع نہیں ملتا کہ جے رام سوہنا کے دلو کو اپنا اختیار میں کر کے راجہ سوہنا کی طرف متوجہ

و اور کہنے لگا۔ اسے وہنا تیری بجے کی طرح جدالی گو ارا نہیں کرنے دیتی مگر اب
مجھے اصرار ہے اور میرے وزیر کا لالین بیٹا ہے رام تیرے ہمراہ جانا ہے لہذا میں
دلی چہرہ کر کے تجھے اجازت دیتا ہوں۔ بیٹی جا مگر خبردار ہوشیار رہی سے رہنا ایسا
کہ تجھے کوئی ضرر پہنچے اور میں تیرے غم میں زندگی سے بیزار ہو جاؤں۔

مساراج میں بہت ہوشیار رہنے لگی اور دیوناؤں کی مدد سے مجھے ملک شون
نخ دیو کی میں مسلمانوں کے سروا کا سر کاٹ لاؤنگی اور آپ کے قدموں پر ڈال دیا
راجہ۔ جے رام میں اپنی چکر پارہ سوسنا کو تیرے ساتھ کرتا ہوں۔ خبردار اس کے
دلو کو کسی طرح کا حد نہ پہنچے اور اسکی خاطر مدارات کو اپنا فرض سمجھ نہ دیکھو
سوسنا پر کوئی آفت نہ آئے پائے اور وہ گویا ہوا تو خیریت نہوگی۔ یہ سنکے جے
رام راجہ کے قدموں پر گر پڑا اور راجہ کی اجازت سے اسکی عرض کرنے لگا۔ سری
مساراج میں شاپہادی سوسنا کو آپ کی جگہ خیال کرونگا۔ اگر شاپہادی کی ضرورت
آمد خدمت میں میرا سر کٹ جائے اور میری جان جاتی رہے تو مجھ کو بھی رنج نہوگا
راجہ۔ ہاں جیسا کہ وہیسی کرو گنا اور مجھے تجھے ایسی ہی اسی ہے کہ تو
ہمارے راج کے قدیم جان نثاروں میں سے ہے اور تیرے آباؤ اجداد کے
خدمات نے تجھے ثابت کر دیا ہے کہ تو اجیرش کے راجہ کا وفادار خادم ہے یہ
سنکے جے رام نے سر نیاز جبکا دیا۔

راجہ۔ جے رام اب تر اسوقت سے جا کے فراہمی فوج کا سامان کرو۔ کل نہیں
میں سزا ر فوج کیساتھ نہڑ کے ہی روانہ ہونا چاہیے۔ تمنا ہے بعد میں اور انتظام
کر دنگا اور ضرورت کے موقع پر فوراً ایمان سے لک پہنچے گی جے رام دیکھو
محمود کے مقابلہ میں ہمیشہ شریفانہ برتاؤ کرنا اگر وہ ظالم ملکش لوٹ کھسوٹ کرتا ہے
تو کرتے دو مگر تم شرافت اور پاک نفسی کو پنجوڑ نا۔ بیوفالی اور بد عہدی نہوئے
پائے کھینک حربت لڑائی پر آمادہ نہو تمہاری طرف سے سبقت نیکی جائے
مظلوم پر تلوار نہ بلند کرنا۔ مسلمان کا کوئی مسروار یا کوئی شہزادہ گرفتار نہو اور اسکو غرت

کسیا متہر کہتا ہوئے کہ اسے اور باس و لمانہ کے ساتھ سرے پاس لے آنا سوا اس طرح
 تے لینے اور حراست میں رکھنے کی منعز قید کو پھر کوئی جبر نہ کیا جاوے مگر ہاں محمد
 کی طرف سے اگر ان اصول کے خلاف کارروائی کیجا۔ گئے تو مجھے بھی اختیار ہے کہ جو
 پاس کرے اور جس شہر کی شدت سے چاہے پیش آئے لیکن اس میں اپنی شرافت
 سے نہ گذرانا اور نہ ہانا تو عورت ہے اسکے دل میں دہم کا جوش زیادہ ہے تو
 ہوا سہری ان نغمہ سون کا خیال رکھنا جسے رام بس اب جاؤ اور کوچ کی تیاریاں کر دو
 گلی تاروں کی میاٹن میں تیری توجہ کا ہار نہ لینے آؤ لگا اور اس وقت بجے اور اپنی
 بکھر بارہ مہمانوں کو رخصت کر دینا۔

موسماتو ہی جا اور سفر کی تیاریاں کر اپنی ماں اپنی سہیلیوں سے رخصت ہو گئے ہیں
 اس میں ہی جانا ہوں۔

اسکے بعد سب لوگ رخصت ہوئے اور راجہ محل میں گیا اور ہر شخص کو گہرا راستہ لیا۔

چھٹا باب

دشادہ ماند نہ این شاہ آرا

سند کے وہ انتہائی ریگستان جہاں مہندوستان کی حدیں تمام ہوتی ہیں اور
 اوجستان کے پہاڑ شروع ہوتے ہیں بالکل سنان پڑے ہیں موسم خزاں
 کی سوا کے جھوکے آئے ہیں اور مسافروں کے عوجن ریگ روان کو ہر چار طرف
 کی سیر کرتے پرتے ہیں درختوں کا سبز زیور افسردگی پسند موسم انار تار کے ہانگ
 حلا رہا ہے ہاں جا بجا شہبشت زدہ درخت نور و دن کے پڑا ہے انیس ببول کے
 درخت اپنی معمولی سبزی ترو تازگی سے کھڑے ہیں اور ابلہ فکین کا ٹھون کو دامن
 میں چبائے ہوئے ہیں کہ دھوپ کا مارا سا فراں کے کچھ آکے پناہ لے لو آئے
 چوڑے چاروں کے ذرا طلت اور ٹھان میں ایک طرف بہت سی لاشیں پڑی ہیں جو آفتاب
 کی قحارت میں زیادہ رہنے سے ببول کین میں ان لاشوں قدیمی سمان گہن کا غول

آسمان پر سے اٹکی طرف جبک پڑا ہے اور وہ سردار شوارہا نور منایت لطیفان کے
ساتھ لاشو پیر جگر باندھے ہوئے اتر آئے ہیں۔ ایک پہاڑی کی درمیان میں
چوٹی جہیل سے جہین بلوچستان کے پہاڑوں سے لگی آٹھارہ سٹہ پہاڑ کے
گرسے میں اور اس کے گرد جو تھوڑی تھوڑی دلدل ہے اس میں نکلے اور مختلف
قسم کے طیور اپنے بچے کے گرد آئے کھڑے ہیں آسمان کی ایک سمت اڑاں پر ہے
اور دوسری طرف سبز جزیرہ تھوڑا بہت اخگر لگی ہے۔

صین اور سوت مشرق اور جنوب کی طرف سے چار پانچ سو سواروں کا ایک
تختہ گروہ نمودار ہوا ان سواروں کی سیانتہ بہت سے اونٹوں پر بار برداری کا سامان
لدا ہوا ہے اونٹوں کو چار طرف سے لوگ گھیرے ہوئے آہستہ آہستہ آ رہے
ہیں ہر سوار پر سے اسلحہ سے آہستہ ہے مگر نیزے جو سواروں کے اوپر ہیں
اور تھکی نو کو نیز آفتاب کی کرنیں تڑپ رہی تھیں ایک نہایت لطف کا تاغیہ
دیکھا ہے ہیں عماسے سب کے سرو پنہاں اور وضع لباس سے معلوم ہوتا
ہے کہ انکو زمانے نے بہت ستیا ہے اور نہایت افلاس کی حالت میں کہاں
مگر اس کے ساتھ ان اسلحہ کی درست بنامی ہے کہ زمانہ انقلاب اور مصیبت سے
اپنے آپ کو بچانے کے لئے خوب سستی اور ہوشیاری سے کام لیتے رہے
ہیں بہت سے اونٹوں پر محل میں ہیں اور اس کے پردے اگرچہ خوب کسی کس کے
وردیوں سے باندھ دئے گئے ہیں۔ مگر ہوا انکو جا بجا سے آواز دیتی ہے محل
بوسے اونٹ ہی سواروں کے حلقہ میں ہیں اور باد صحر کے جھٹکے ساتھ
ساتھ اڑتے چلتے آتے ہیں اس گروہ کے آگے بطور سقادتہ الجبس سکھو
تھیں وہ دونوں کے ہاتھ پاؤں اور دونوں چہروں کی وضع ثبوت دے رہے ہیں
ہے۔ اگرچہ شجاعت اور بہادری اپنا منسلک نہیں رہتی۔ صورت و شکل کا اعتبار
سے ہی دونوں اعلیٰ درجہ کے حسین ہیں سفید عمامے سر پر ہیں تلوار بن میان
میں ہیں مگر ایک جس کے حق کو نوجوانی او بہارا و بہار کے دیکھا رہی ہے۔ اس کا

سیان منہرا ہے اور دوسرے کی تلوار چٹریکی سیان میں ہیں یہ دونوں آپس میں
باتیں کرتے ہوئے اپنی چوٹی سی فوج آگے آگے چلے آ رہے ہیں۔

نوجوان۔ یہ مردار خوار جانور بیان کس چیز پر گر رہے ہیں۔
دوسرا۔ ان مجھے ہی حیرت ہے معلوم ہوتا ہے بیان کوئی لاش پڑی ہے
نوجوان۔ ایک لاش سینین معلوم ہوئی ہے بہت سی لاشیں معلوم ہوتی ہیں ورنہ
اتنے ایک جانور نہ اترتے۔

دوسرا۔ چلو دیکھ لیں۔ دونوں قدم بڑا مکے چلتے ہیں اور پیادگی کے نشیب و
فراز میں ہینکڑ حیرت میں آجاتے ہیں مردار خوار جانور بیان کی صورت دیکھتے ہی
اوڑ جاتے ہیں۔

نوجوان۔ شاید کوئی بیان لڑائی ہوئی ہے ورنہ اتنی لاشیں کہاں سے آگئیں
یہ باتیں کر رہی رہے تھے کہ سمجھے سے شور کی آواز آئی دونوں حیرت زدہ
ہو کر اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگے مگر اسکے سوا کچھ نہ معلوم ہوا کہ اوسکے ساتھی
گھبرا کر انہیں بھاگ رہے ہیں دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگ سٹوڑی لہو
زور سے ایڑ تبا کے ہوائی طبع پہرتی سے اپنے ساتھ واسے سپاہیوں کے
پاس جلد پہنچے۔

نوجوان۔ کیوں کیا ہوا؟
کسی سپاہی۔ (امکلیٹ اسلحہ کو کے آدھر دیکھو وہ بہت بڑی فوج کسی سندو
راجہ کی آ رہی ہے۔ بڑا غضب ہوا اس پیشمار فوج سے ہم کیونکر مقابلہ کر لیتے آہ
ہمارے یہ تھوڑے سے سپاہی بہادر دم بہرین نڈر اجل ہو جاویں گے۔

نوجوان۔ مگر خدا کے فضل سے ناامید نہ ہونا چاہئے جس خدا نے ہمیں ہمانک
صحیح و سالم پہنچایا ہے وہی خدا اس نازک وقت میں بھی ہماری مدد کرے گا اور
ہندوؤں کے ڈونڈا کیا یہ لوگ تو ہمارا لشکار ہیں۔ یہ لوگ پہاڑی چڑیاں یا صحرائی
ہرن ہیں ہمارا یہی چوٹا سا گروہ انہیں گھیر کے مارے گا۔

ایک سپاہی و صاحب دیکھنے یہ لوگ جسے قریب ہوتے جاتے تھے اب آپ اپنے سپاہیوں کو فریاد سے کھڑا کیجئے اور اپنی صفوں کو درست کیجئے اور یہاں تک کہ لوگ اس طرح گہرائی اور اضطراب میں رہیں اور یہ سب ہمیں آپرین یہ سنتے ہی نوجوان نے بہادر اور نامی سپاہیوں کے نام لے لیے یکارا اور بکھڑا ہوا کہ لڑائی اور اپنی عزت بچانے پر آمادہ کیا۔ محمد ار اور بار برداری کے اونٹ پیچھے گئے اور تمام سوار اور سپاہی غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے ابھی دشمن کی فوج دور تھی مگر لڑائی کے پر جوش شوق نے ایک ایسا سکوت پیدا کر دیا تھا کہ کسی کی بھی آواز نہیں نکلتی تھی۔ ہاں کسی کسی وقت حملوں سے ان بچوں کے رونے کی آوازیں نکلتی تھیں جو اپنی ماؤں کی گود میں تھیں اور کسی ضد پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ دشمنوں کی فوج آخر قریب آئی اور اوس نے ایک سیلا جیٹھ تمام مشرقی حصہ صحران کو بھر دیا اور اسی کے تمام لوگوں کی اور اسی گرد کے واسطے نظر آتا تھا کہ ہر طرف آدمیوں کا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ جو ابھی زمین سے نکلا اور تمام حصہ دنیا پر طاری ہو گیا وہ بہادر نوجوان اور اس کا ساتھی جو ابھی سپاہی کے پیچھے لاخبر نکو حیرت رہے تھے اب کے دیکھ رہے تھے کہ دونوں صفوں کے آگے کھڑے تھے اور اپنے خیالی ہی خیالی میں خدا کی دیکھا دین دعا کر رہے تھے کہ ان کے ساتھیوں کو اس بلا سے نجات ملے۔

بلکہ ایک ایک سپاہی صفوں میں سے نکلا اور نوجوان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا منہ ہمارا نام ملے جو ہے۔ خدا تمہیں ہر حال میں فتح دے گا۔ ہماری عسارت آخر ہو گئی اسے سیرے قوم کے عباد و اب یہ ہمتا رہی شجاعت کا وقت ہے اور فتح تقدیری معا سحاطات زمین و کیو اب اگر ناک ہمارا اور اوس مبارک نسل کا جس میں ہم سب میں نام بدنام ہو شہادت کے شوق نے تمہیں کہاں کہاں پہنچا دیا وہ کہاں کہاں کا سیاہ کیا تمہیں کہا ایک بہادر قسطنطنیہ کی دیواروں کے پیچھے آرام کو رہا ہے تمہیں سے بہت سے لوگ روم و شام مصر ایران کی زمینوں میں جو خواب شہادت میں مزاحہ اودا دے اس بھی تمہارے ناموروں سے خالی نہیں اب ہندوستان کی

زمین کو اپنے نام سے عزت دینے کیلئے تم بیان آؤ وکیو وہی کرنا جو متبار و شایان
ہے۔ اگرچہ ہندوستانیوں کی کوئی مصیبت ان سے سابقہ طوایہ مصیبت اس سے بڑی ہی
لیکن متبار سے بڑھ کر ان کے جیسے جیسے کام کے ہیں یہ مصیبت ان سے بڑی نہیں ہے
متباری قوم کی بوڑھوں متباری عورتوں متبارے بچوں سب کی نجات اور سب کی
عزت اسی عزت اور تحمل و شجاعت پر منحصر ہے جو اب تم سے ظاہر ہوگی۔

منصورؒ۔ جناب آپ سب کے سب بزرگ اور واجب التحظیم ہیں آپ آرام سے
بیٹھے جیسے کہ ہم ہیں سے ایک کے بہن میں جان ہے ممکن نہیں کہ ہماری عورتوں
اور ہمارے بچوں اور آپ ایسے بابرکت لوگوں کی طرف آگاہہ آگاہہ دیکھیں اے
یادگار ان نسل الفدا و حفت آپ کے سامنے ہے عورتیں ان کی نظر میں کیونکہ وکیو خیم
کی فوج قریب آگئی ہو شیار ہو شیار ہو یہ یاد رہے کہ متباری ہی تلواروں کے
سایہ کے نیچے جستہری طرہ ہو اور ان لوگوں کو اس شجاعت کا نمونہ دکھاؤ جو عرب کے
خون کا نتیجہ ہے اور اسلام کی گود میں پلے ہے۔

جوفج سامنے نظر آئی یہ مسالطہ اجسیرش کی فوج تھی۔ یہ لوگ اصل میں رتہ غمور
کے مقابلہ کو روانہ ہوئے تھے مگر قسمت نے ان غریب مسلمانوں کے مقابلہ
لا کے کھڑا کر دیا۔ جو ایک عرصہ سے خانہ بدوشی کے عالم میں زمانہ گزراں رہے
تھے اجسیرش کے بیس ہزار راجپوت جو پورے اسلحہ سے عجب شان و شوکت
ظاہر ہوئی تھی بانو ہستی آگے صف بانڈے کھڑے تھے جتنے جوئے کیسا ہوتا
عرصہ روزگاہ ہی خوف کی حرکت ہو جاتی تھی اکثر ہتھیار پٹلائی اور لنگا جی جلیں
پڑی تھیں ایک بہت بڑا ہتھیار جس پر سونکی مرصع عماری آنکھاب کی جھولیں پڑی
تھیں اور سپر راجہ کی بیٹی سوہنا بیٹی ہوئی تھی اور اپنے راجپوت سپاہیوں کو جوفج
خروش کو دیکھ دیکھ کے مسرور ہو رہی تھی اوس کے برابر ایک سو درہے ہستی
پر بہادر وزیر زادہ جے رام پور کے اسلحہ سے آراستہ بیٹھا ہوا تھا اور پورے
زوق شوق سے صلح کنواری موہنا کی ہر آرزو پر کان لگاٹے ہئا کہ اوس کی

زبان سے کوئی جملہ نکلنے اور تعمیل پر مستعد ہو جائے جب یہ فوج کچھ دیر تک سکوت کے عالم میں رہی اور معلوم ہو گیا کہ یہ مسلمان بے اڑے اپنے آپکو بہادر یا چھوٹوں کے سپرد نہ کریں گے۔ تو وزیر زادہ جے رام پور سے اسلحہ سے لگا ہزاروں کی طرح متوجہ ہو کر آئے لگا ہزاروں صاحب اسب آپ ہو تیاری سے اپنے ہاتھی پر بیٹھ کے لڑائی کا تماشہ ملا وسط فرما لیکن میں گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا ہوں تاکہ فوج میری بہادری سے متاثر ہو کر ان ملکش ترکوں کو خاک میں ملا دے یا گرفتار کر لے۔

مومہنا جے رام میں تماشہ دیکھنے کے لئے تیرے ساتھ بنین آئی ہوں۔ بلکہ میری غرض اس سفر سے بہادری کا شکار کیا جائے سیرا گھوڑا ملگا کہ میں بھی اس کے مقابلہ کر دوں اور اپنی قوم کی شجاعت ان ظالم ملکشوں کو دکھا دوں۔

اس وقت اسلحہ سے متاثر ہو چکا اس وقت آپ میرے پاس آئے۔ کانام لیجئے گا اور ان چند آدمیوں کے مقابلہ میں آپکو تکلیف کرنی کوئی ضرورت نہیں اگر میں ہاتھوں کی گوریل دونوں ہمیں یہ سب کچل کے پامال ہو جائیں مگر مجھے بنین منظور ہے کہ انکو ہی اپنے دل کا حوصلہ نکالنے کا پورا موقع ملے اگرچہ یہ ملکش ظالم اور ناخدا افس مزین مگر مجھے ان کے ساتھ ہمدردی ضرور ہے کہ اگر انہیں کوئی شجاعت کا دعویٰ رکھتا ہو تو یہ سب مقابلہ میں آئے اور دیکھئے کہ ہم راجپوت اونکی بہادری کو کس قدر ذلیل سمجھتے ہیں۔

مومہنا۔ میں تیری اس فیاضانہ شجاعت سے خوش ہوں حقیقت میں تو ایسا ہی بہادر ہے جیسا کہ میں نے سنا تھا۔ لیکن سیراجی چاہتا ہے کہ تیری طرح میں اُن لوگوں کی شجاعت کا امتحان کر دوں۔

جے رام۔ حضور یہ چند آدمی کیا مقابلہ کریں گے اور یہ بھی کوئی شجاعت ہے جو ہم اُن چند متغضون کے مقابل میں کھیڈیں گے۔ اسکے لئے اگر آپ اپنے ہاتھ سے ازبکی قوم ہماری ذلت کا باعث ہو گا اب میں جانتا ہوں تو ٹوڑی دیر میں حاضر ہو جاؤں گا۔

موسوہنا۔ جے رام سیڑا دل تو ہی چاہتا ہے کہ خود ہی چاکر مقابلہ کروں مگر اب اصول
کیساتھ منع کرتا ہے تو اچھا تو ہی جا اس کا خیال رہے کہ ان لوگوں کا مارنا بہادری
میں بہادری اگر ہے تو یہ سب لوگ زندہ گرفتار کر لئے جائیں۔

جے رام۔ شہزادی صاحبہ میں بھی یہی چاہتا ہوں اور جی الامکان اس امر کی۔
کو شش کی گئی ہے صرف اس خیال سے تو میں خود جانا ہوں ورنہ تھوڑے ہی
مسلمانوں کے لئے میں اپنے ہاتھی سے نہ اترتا۔ ہمارے ہاتھی اور ہمارے سوار
خود ہی ان سے دنیا کو پاک کر دیتے۔

موسوہنا۔ جے رام تو اگر پاک اور رحمدلی کی نیت سے جاتا ہے تو جلد ہی جاؤ مسلمان
کیسے ظالم ہیں اور ان کے مقابل میں ہمارے چہتری برن کے لوگوں میں کتنی
خیر نیتانہ شجاعت ہے لیکن میں معلوم دیتا ہوں کہ ہمیں کیا غضب ہے کہ یہ ملک
مسلمان راکشوں سے بھی بڑھ کے کچھ ہمارے آریہ درت بزرگوں نے خاک میں
ملا دیا تھا۔

جے رام۔ شہزادی صاحبہ میں اب جانا ہوں آپ ہوشیاری سے رہیں گے کہ
جے رام ہاتھی سے اترے اور ایک نہایت عمدہ گھوڑے پر سوار ہوا ڈال اسکی پیٹھ پر
پٹری ہوئی ہے سر پر ایک بڑا حماسہ بنا جسوزرات کی ایک کلنی لگی ہوئی تھی ہاتھ
میں جے رام کے گھوڑے پر سوار ہونے ہی تمام منہ دُن نے ایک جیکارے کی
آواز بلند کی اور طبل جنگ اور تمام فوجی بادجے بجنے لگے جسے مسلمانوں کو بھی خبردار
کر دیا کہ اب حملہ ہوا چاہتا ہے ہاٹ لوگ لڑائی کی بنیان کھتے اور چہتری برن
کی قدیم بہادریاں یاد دلاتے ہوئے آگے بڑھے۔

عربوں کے مفلس قافا میں سوائے ذاتی شجاعت کے اور کون سا مان تھا کہ وہ
ان باجوں کی آوازوں اور اس شان و شوکت کا جواب دیتے ہاں انہوں نے
زور سے نعرہ بکیر بلند کر کے منہ و بہاٹوں کا کام پورا کرنے لگے لیکن ساجو تو
نکے دریائے سولج نے اون کے دلوں پر اپاٹ لیا تھا کہ منہ و فوج نے حملہ کیا۔

اور برابر ان سے قریب ہوئی جاتی تھی مگر وہ ایک خاموشی کے عالم میں کھڑے تھے کہ
 ہندو سپاہی ان کے سر پر پنجہ جا لیں تو اسلحہ اور اپنی بہادری سے کام لیں آخر راجپوت
 اس قدر قریب پہنچ گئے کہ عرب لوگ ان پر نیزوں سے وار کر سکتے تھے اس وقت
 ایک طرف سے منصور اور دوسری طرف سے رئیس قوم محمد بن صالح کے بیٹے
 نے زور سے تکبیر کہی اور جو وقت تمام سپاہیوں نے ایک ساتھ نیزے جوکے
 ہندوؤں پر وار کرنا شروع کئے۔

ہندوؤں کے پاس نیزے کم تھے اور اس میں کوئی ٹھک بنین کہ جھٹک اور ہنوں نے
 زبردستی ہندوؤں کو نہ بڑھنے دیا اور نیزوں ہی کے زور پر کھما اس وقت تک وہ بہت
 کامیاب رہے اور اس تھوڑے عرصہ میں ہندوؤں کو بہت نقصان ہوا لیکن جب
 ہندوؤں نے اپنے منہ پر جیکارے بہر کے زور سے حملہ کیا تو مسلمان نہ رکتے
 اور تلوار چلنے لگی دونوں طرف سے سپاہی نہایت جرات و استقلال سے لڑتے
 رہے عرب لوگ چونکہ ایک مقام پر مجتمع ہو کے لڑ رہے تھے اور ہندوؤں کی متواتر
 کوششیں اور نئے چہتے کو نہ توڑ سکیں اس امر نے ہندوؤں کو سیدھے پریشان کر دیا کیونکہ
 وہ صرف فتح کے امیدوار تھے اور میدان لڑائی طول کیسبھی جانی تھی۔

جے رام دیر تک یہ رنگ دیکھ کر متفکر ہو گیا اس لئے کہ اتنی مختصر فوج کو بے پناہ کرنے کے
 لئے زیادہ زمانہ نہ چاہئے تھا۔ آخر اس نے حکم دیا کہ ہاتھی بڑے جا لیں اور ہاتھوں
 کے ذریعہ سے مسلمان کی فوج منتشر کر کے پامال کر دیجائے یہ مذہب لوہے کے طور پر کارگر
 ہو گئی اور مسلمانوں کی اس جماعت سے جواب مختصر حصہ پھٹ گئی تھی تباہی کر
 آثار ظاہر ہونے لگے عرصہ عورتیں جو اکثر ایسے مومن و غیر لڑی تھیں یہ عالم دیکھ کے
 اپنے مملوک بن بیابان ہو گئیں اور اکثر تلواریں ہاتھ میں لے لے کے اور مٹوں کو
 کو بڑھیں۔ عورتوں کی اس کارروائی نے مردوں میں اور جوش پیدا کر دیا۔ لڑائی
 پھر تھوڑی دیر کے لئے جوش و خروش سے ہونے لگی۔ منصور نے جو اس وقت
 تک اپنی شجاعت سے جوہر دکھاتا رہا زور سے تکبیر کہی اور مسلمانوں کو ملکار کے بڑھایا

اوسکی آواز کچھ دیر تک لڑائی کے ہنگامہ پر غالب رہی اور آخر اوسکے اشارے کے بموجب مسلمانوں نے یورش کی اور سرطرف سے تکبیریں کہنے لگے تو اوسکی پرچوشی آواز مختلف قسم کی صداؤں میں غالب رہی اور جنگ و جدال کے بازار میں پہلے پہل سے گرجو شہی پیدا ہو گئی یہ سب تدبیریں ہولین مگراس کا علاج کہ راجپوتوں کا شمار بیس سزا رہتا اور مسلمان پانچو شہے۔ ہندوؤں کی طرف دو سزا آدمی ماریے لیکن اون کے مقابل میں مسلمان سے جو تین سو پچاس سپاہی نذر اہل ہوئے اونہوں نے مسلمانوں کی قوت کو بالکل خفیہ کر دیا تو ٹوٹی ویر لڑائی اور ہول ہو گیا کہ راجپوتوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور ان کے جوا سردوں کو تھکا تھکا کے گرفتار کرنے لگے۔ انصار کا تمام قافلہ ویر ہم ہر ہو گیا جو مرد عورتیں قتل ہوئے۔ سب سے پہلے وہ کامیاب بہادر راجپوتوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اجیسر شہے بہادروں نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور ان کے مفلس قافلہ انصار کے اونٹنوں کا سامان لوٹ لیا گیا جسے رام یہ خبر خوشی کے لیے راجکھنوری موہنا کے پاس لے کے گیا اور کہنے لگا شاہزادی صاحبہ یہ آپکی برکت تھی کہ پریشہ رنے اشی جلدی ملکشون کو ان کے ظلم کا بدلہ دیا۔

موہنا

جے جوام۔ مجھے تعجب ہے کہ اس لڑائی پر خوشی ظاہر کرتا ہے یہ چند مسلمان اگر اتنی دیر تک بہادری دکھائے تیرے بیس سزا سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تو تیرے کوئی فخر کا موقعہ نہیں تو ہے کیا نہیں دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اونٹوں کو دو کو دو کے لپٹنے لگیں جو کام ان لوگوں نے کیا اگر ان کے مقام پر تو یا تیری طرف کے کچھ لوگ ہوئے تو ان سے ہرگز نہ ہٹتا یہ فخر و دولت کا فخر ہے۔

جے رام۔ شاہزادی صاحبہ میں تسلیم کرتا ہوں مسلمانوں نے اس موقعہ پر بھی بہادری سے کام لیا لیکن شاہزادی کی دیا سے ہم کامیاب ہوئے اس پر فتح کیا آپکی مرضی ہے کہ ہم خوشی بھی منگیر۔

موہنا۔ یہ خوشی کامل نہیں بلکہ میرے دل میں تو ان مسلمانوں کی محبت پیدا ہو گئی۔

انہوں نے اپنی چٹھٹ اپنی قوت اپنی حالت سے زیادہ کام کیا تو انہوں نے کر کے
 تیری شہادتیں اسے شریعت لوگوں پر ظلم کرنا تھا۔
 سب سے رام۔ شہزادی صاحبہ میں ہر طرح آپ کا تابع فرمان ہوں اور آپ جو فرمائی
 میں اس سے مجھے انکار نہیں ہو سکتا اگر آپ کی ہی رائے ہے کہ مسلمانوں کی
 شجاعت قابلِ مہمزدی تھی تو میں منظور کرتا ہوں۔ مگر اڑائی میں جب دشمنوں پر
 تھکائی ہوئی ہوں تو وہ ان کی شکست کتنی ہی سبب سے کسی اور سے کسی کی اور خود وہ کسی
 ہی زیادہ دیر کسی کے سپاہی اور گرفتار ہوئے ہوں لیکن یہ عام قاعدہ ہے کہ
 اس سرسرت نفا سے کہا جاتی ہے دشمنوں کیساتھ کہیں مہمزدی نہیں ہو سکتی سنا ہے
 کہ بچہ کو بھی اگر مارا جائے تو بھی خوشی ہے کہ دشمن مارا گیا۔ اس موقع پر خوشی
 کرنا انسانی طبیعت کا خاصہ ہے مجھے تو یقین ہے کہ آپ کے دل میں بھی خوشی
 کا ایک جوش اس وقت ضرور پیدا ہو گیا۔ جب ہمارے سپاہی مسلمانوں کو
 گرفتار کر رہے تھے۔

سوہنا۔ ہاں اس وقت اپنے دل میں ایک خوشی کا اذیاتی تھی مگر تو دوسری ہی
 درجہ کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ عقل کا کام نہ تھا بلکہ نفس کا کام تھا اب
 مجھے ان بھیوک گرفتاروں کیساتھ ایک قسم کی مہمزدی ہے اور جے رام
 میں سچ کہتی ہوں کہ اگر تیری جگہ پر میں ہوتی تو ان عربیوں کو رہا کر دیتی۔
 سب سے رام۔ شاہزادی صاحبہ عموماً عورتوں کے دل میں مردوں سے
 زیادہ رحم ہوتا ہے شاید یہ اوس کی کا نتیجہ ہے۔

سوہنا۔ جے رام اگر تو اس قسم کے مردوں میں سے ہنگامہ دل میں رحم اور
 نرمی نہیں تو مجھے ہی تجھے سنا ہے کسی قسم کی مہمزدی نہیں ہو سکتی۔
 عورتوں سے یہی زیادہ پوچھتے ہیں۔

اس جگہ پر جے رام اچھے پر بہت بڑا اڑ گیا۔ اس کی تمام امیدوں اور آرزوؤں
 کو صدمہ پہنچ گیا دل میں کتنے لگا ب کیا کرنا چاہئے اگر دشمنوں کیساتھ مہمزدی

کروں تو ہمارا جہ ہمارا کیا ہو گیا نہ دیکھا تو لگا لگا کر سختی کیجائے تو پیاری مونس کی ناراضی کا باعث ہو گا تو اسے سراٹھانے کے کہا۔ شہزادی صاحبہ اگر آپ کی مرضی ہے کہ یہ لوگ چھوڑ دئے جائیں تو آپ کے حکم سے مجھے انکا بہنیں۔ جس طرح چڑیاں اکثر صدے کر کے چھوڑ دے گی ان اس طرح ان ملک شون کو آپ کے دلر باجیرے اور آپ کی سیاہ زلفون پر صدق کر کے چھوڑ دے گا۔ مونسنا۔ بہنیں اب یہ گرفتار ہوئے ہیں تو رہنے دے اب انہیں لپیٹ کے کسی اطمینان کے موقع پر رکھ کر کہ میں خود جائے دیکھوں گی کہ یہ کیسے اور کس خیالی کے لوگ ہیں انکی مبارہی نے میرے دل میں جگہ کر لی ہے اور اگر ان لوگوں نے قبول کیا تو میں عمدہ طور سے ان کی سیر بانی کرونگی اور خود انکو اپنی زبان سے انکی شجاعت پر مبارکباد دینگی اب تو جلدی کسی عمدہ سبزہ زار میں چلنے خیمہ نصب کر اور اپنی فوج کو سستانیکا موقع دے کیونکہ شہزادہ لڑائی دونوں چیزوں نے سب کو تھکا دیا ہے اب حلیہ کی کسی مقام پر ٹھہرنے کے لئے تجویز کر۔

جے رام۔ بہتر اسی چڑاؤ کا سامان ہوا جاتا ہے۔

پہاڑوں کے واس میں لاشوں سے دور ہٹ کے جہاں آبشاروں اور نہروں نے جگہ کہا کے زمین کو شاداب بنا دیا تھا اور غلطی ہی ایک قدرتی برجوش کیفیت پیدا کر دی تھی۔ اور چار طرف سرسبزی اور شادابی کے آثار پائے جاتے۔ محاس سے عمدہ کوئی اور مقام ظہیر نے کیلئے تلاش کرنے سے ہی بہنیں مل سکتا تھا۔

اس مقام پر تمام فوجی خیمے نصب کر دئے گئے اور پہاڑی کی لمبی رچ جان سے کل فوج کے خیمے اور خیمہ ہا کوس تک کا سین ہر وقت نظر کے سامنے رہا کرنا ان ایک سطح تختہ تجویز کیا گیا کہ وہاں شہزادی مونسنا کا خیمہ نصب کیا جائے اور یہاں میں ایک اس کا خیمہ اور اس کے گرد اسکی سہیلیوں اور پیش خہ متوں کے خیمے نہایت عمدہ ترتیب اور خوبصورتی سے کام کر دئے گئے۔ یہ سب انتظام

کہ جسے شاہزادی موسیٰ کے پاس جہرام آیا اور سر نیاز جبکہ کے گئے لگا شہزادی صاحب حضور کے حکم کے موافق سامان کر دیا۔ اور حضور کی بارگاہ اور جلو کے نیچے سب ایک عمدہ سرسبز اور مینہ نچنے پر قائم ہیں تشریف لے چکے ملاحظہ فرمائیے۔ آفتاب کی تیز شعاعیں اور میدان کی اوڑھی ہوئی گرد نے حضور کو پریشان کر دیا ہوا موسیٰ جہرام یہ چیزیں مجھے بالکل تکلیف نہیں دینیں اگرچہ میں ناز پروردہ ہوں مگر حفاظت بھی ہوں سپہگیری کے شوق نے ان تمام مقصدتوں کو میری نظر میں ریح کر دیا ہاں جہرام قیدی ترکوں کے لئے کیا گیا وہ کسان خیرائے گئے ہیں حق جہرام۔ ابھی تک نوہ فوج کی حراست میں ہیں اور میدان ہی میں ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد ان میں بڑے دشمنوں میں بہرے جائینگے جو حضور ہی کے خیمہ کے قریب نصیب کر دئے گئے ہیں اور دو سپاہی ان کی حراست کے لئے مقرر کر دئے جائینگے۔

موسیٰ۔ اچھا چلو میں اپنے خیمہ میں چلے تھوڑی دیر ٹھہرون پھر ان قیدیوں کے دیکھنے کو جلوئی یہ کہہ کے شاہزادی موسیٰ نے اپنا ہاتھ بڑھوایا اور گرد کے ہاتھ چپراس کی سہیلیاں اور پیش خدمتین سوار تھیں اور وہ بجا در اور پر بحال عورتیں جو اسلحہ جنگ سے آراستہ اور اپنی زلفوں کو شانوں پر بکھرائے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھیں سب نے موسیٰ کے ہاتھ کیساتھ فرو دگاہ کی طرف رخ کیا۔

ساتواں باب

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

تاریکی نے عالم کے چہرہ پر سیاہ برقع ڈال دیا ہے اور فوری مہینہ کی بھلی تاریکیوں کی رات نے اپنا سیاہ لباس دنیا کو پہنا دیا ہے۔ ہمارا خیال اسوقت کو ہشانی اور ریگستانی دونوں زمینوں کو درمیان میں سیر کر رہا ہے جہاں معمولاً اسوقت صحرائی درندوں اور چند آبشاروں کے بہنے کی آواز کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی اس مہیب اور خاموش سین میں ایک بہت بڑی فوج

اوسکے دل کو قسلی زبا کرتے تھے خود منصور ہی مارے زخمیوں کے چور چور ہو رہا تھا لیکن
 اپنی نگلیغین اس سیر کے وقت بھول گیا تھا ہاں مسلمان عورتوں پر اس کے زخم ستم
 کر رہے تھے کیونکہ اسکی بہادری اسکی خوش اخلاقی اور اوسکی دلغریب صورت نے
 ہر متغص کے دل میں اسکی بہادری اسکی خوش اخلاقی اور محبت ڈال دی تھی۔ عین اس
 حالت میں اس کا گدروہ کن لڑکیو نے ہوا انکی طرف نظر جاتے ہی منصور کے دل میں
 خدا جانے کیا خیال آ گیا کہ وہ یکایک چٹک کے مہوت سار گیا تھوڑی دیر
 کی حیرت زدگی نے اوسکے خیالات پر بڑا اثر ڈالا اور اپنے تمام قیدیوں کا غم اوسکے
 دل سے غائب ہو گیا۔ ایک خالص اور پاک محبت کا طوفان عالم خیالی میں اوپر
 طاری ہو گیا اور بادۂ الفت کے تیز جوئے نے کل باتوں کو دل سے اوڑا لیئے ان
 لڑکیوں نے اوسے نہیں دیکھا تھا مگر یہ آہستہ کھڑا ہو کے اوکی باتیں سننے لگا۔ اس
 حیرت کی حالت میں جو آوازیں منصور کے کاین آئیں وہ یہ تھیں۔
 لیلہ۔ انہو تم نے بھی دیکھ لیا کہ ہمارے ہانکی عورتوں نے کیسی جرات سے مقابلہ
 عذرا۔ ہاں دیکھ لیا مگر ایسی سیر خدا کیسکو نہ دکھائے آہ میں تو اپنے اس ناتجربہ کار
 سن میں کیا کر سکتی۔ لیکن جنہوں نے بہادری سے کام لیا اوسنوں نے کیا نہ لیا یا تو
 مار گئے یا زخمی ہو گئے اور اب ہمارے ساتھی کافروں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اب
 اس قید سے نجات پانگی اسید نہیں خدا جانے کیسی بیختری اور کس قسم کی بے آبروی
 قسمت میں لکھی ہے۔ یہ کافر میں لونڈی بنائے گئے اور مجھ سے کر کے ہماری شرافت
 میں داغ لگائے گئے۔

عذرا۔ لیلہ یہ کیا کہا۔ کیا بے حسنی ہی ہوگی آہ اگر ایسا تھا تو مجھے پہلے کیوں نہ بتا دیا
 کہ میں لڑکے جان دینی۔

لیلہ۔ اب عزت و آبرو کا بچاؤ والا کوئی نہیں۔

عذرا۔ لیلہ اسقدر مایوس نہ کرو آہ ستاری غبرت کیا ہوئی جو ایسی باتیں زبان سے
 نکالتی ہو۔

لیلہ۔ قسمت خلاف ہوئی ہے چہرہ تقدیر مجھ جاتی ہے۔ اس وقت نہ انسان میں
جیسا ہی باقی رہتی ہے اور عصمت جب ختم کئے ہیں ایک ظالم اور شرک قوم
کے ہاتھ میں گرفتار کیا تو غیرت اور پاکدہنی کیسی
عذر۔ ا۔ کیسی بھولی بائیں کر لی جواب ہم کو یا نسل سے ہیں چہرہ میں نافذ تھا اور
وہ عصمت شعاری ہم میں باقی ہے جو دور دور مشہور تھی۔

عذر۔ چاہے تھے ان باتوں کو گوارا کر لیا ہو لیکن میں اپنے آپ کو ایسا ہی پاکدہ اس
سبب جتنی ہوں جیسے کہ مجھے ہونا چاہئے۔

لیلہ۔ آؤ ہمیں کچھ اور سپر اختیار ہے اپنے دل سے تو سب ہی ایسا خیال کر تو ہیں
لیکن جبر اور ظلم اپنے ارادہ و پیر قیام نہ رہتے۔ تو کیا کیا جائے۔

عذر۔ سنیں لیلہ کوئی چیز اور کوئی ظلم مجھے اس نوبت میں نہیں ڈال سکتا ہوا اپنی
جان تو دے سکتی ہوں۔

لیلہ۔ ہائے یہ بھی نہیں ہو سکتا اسلحہ چین لئے گئے۔ کوئی اتنا ہی نہیں کر کہیں سے
نہر لاؤں گے پہر تیار کیونکر جان دوں گی۔

یہ سن کر عذر نے سر جھکا لیا۔ اس تقریر کے اثر نے پہلے تو اسے اس درجہ
نادام بنا دیا کہ کوشش کر لی تھی مگر کسی طرح سر نہیں اٹھایا جاتا اور شرم و لاسے
والے خیالات نے اپنے گہر سے آخر اس کے دل میں ٹھوس پیدا کر دیا

خساروں کی سرخی چہرہ کی شناخت سب اس خوف کے تار ہو گئی اور دل پر باہر
جو ساری دنیا کی رودنی اور سارے جذبات کا مرکز بننا بالکل زرد و افسردہ ہو گیا

کون کہہ سکتا ہے کہ اپنے دل میں وہ کیا کہہ رہی تھی لیکن چہرہ کے متغیر ہونے
سے بے نیس و نیکیں دست و پا بہادر منہ را ستند و سمجھ رہا تھا کہ اس کے خیالات

بہت جلد صورت بدلتے ہیں اور اس کے بیوہ کے دل پر نئی نئی مصیبت ڈالتی ہیں
آخر ان خیالات نے عذر کو بالکل مایوس بنا دیا اور اپنی خیالی ناکامیوں سے اتنا

کے افسانے سرا وٹھایا اور لیلہ کی طرف نہایت مایوسی کے کلمے میں کہنے لگی

اب اور کوئی تدبیر باقی نہیں رہی تو میں بتاؤں اس سے اچھی کوئی تدبیر نہیں رہی
تو میں بتاؤں تم میرا گلا دباؤ اور میں تمہارا گلا دباؤں بس اس طرح ان تمام مصیبتوں
سے بہت جلد نجات ملیگی۔

لیلا۔ ہاں عذرا یہ تدبیر تو اچھی ہے لیکن خدا کے خلاف ہے۔ آہ قیامت کے
دن میرا گلا دباؤ اور میرا گلا دباؤں بس اس طرح ان تمام مصیبتوں
سے بہت جلد نجات ملیگی۔

لیلا۔ وہ عالم الغیوب ہے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے مگر اس کا
حکم ہے کہ مصیبت کے وقت مسلمان کو صبر کرنا چاہیے وہ اپنی امید کو نہ منقطع
کرے اور منتظر رہے کہ پروردگار غیب سے کیا ناسخ فرماتا ہے۔

عذرا۔ آہ اسو اب بے عزتی کے اور کیا حاصل ہو گا۔

لیلا۔ نہیں عذرا خدا کے فضل سے بالکل ہو گا۔

یہاں تک گفتگو ہونے والی تھی کہ ہمارا نوجوان بھائی منصور اپنی بخوری کے خواب سے
چونکا بلکہ یوں کہنا چاہے کہ اس جیسے لڑائی کی مایوسی اور تنگی نے اسکی عادت
کے موافق اسے چونکا دیا ہمارے نوجوان کی زندگی اس قسم کے واقعات سے

بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے اور یہی ہے کہ یہ بھائی بڑا اکتا تھا اور اسکی طرح
اس صبر بھی وہ ایکس آہ ٹھیک کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ ان لڑکیوں کی طرف
بڑا اسے پاکد اس لڑکی اور اسے نصیحت کرتا تھا کہ ان لڑکیوں میں سے کسی سے

زیادہ نہ بیٹھا ہو۔ مگر اسے یہ نصیحتیں بھی کی جاتی تھیں۔

یہ جملہ سن کے دونوں لڑکیوں پر ان کے خیالی خوف نے اس قدر اثر کیا کہ ایکس
ایکس او چیل چین اور دونوں معصوم دل زور سے دھڑکنے لگے۔ مگر جلد ہی
اسے منتظر ہوا کہ اس کو سنبھال کے انہوں نے دیکھا تو وہ بوجہ ان سے جھکا کر رہا تھا

اور جلد ہی آواز نے ان کے دل میں جگہ کر لی۔ لیلا تو اسے لگے گی کہ اپنے صبر و
کی تعظیم کرے مگر عذرا نے منہ پیر کے چہرہ پر نقاب ڈال لی لیلا نے اسے

بڑھنے کا قصد کیا تو اس کے پشت کی جانب سے اسکا کرتہ چپکے سے پکڑ کے روکا اور خود اسکی آڑ میں آگئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پاکدامنی کے جوش نے نوجوان بہادر کے دل پر اثر کیا۔ دیکھنے والوں نے اسقدر دیکھا کہ فوری جوش نے نوجوان بہادر کے دل پر جس سے نجات پانے کے وہ لیلہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے خاتمان بر باد لڑکیو یہ تو معلوم ہے کہ تمکو خدا نے ہماری مصیبت کا شریک کیا ہے۔ لیکن یہ تو معلوم ہے کہ تمکو خدا نے ہماری مصیبت کا شریک کیا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ تم کون ہو کس خاندان کی زینت ہے۔ آہ بلغ الفار میں خزان آگئی اور اسکی کہے کیے شاداب شگفتہ پول آج مرجھائے نظر آتے ہیں۔

لیلہ۔ حضرت کمی ملک کی شاہزادیان اپنے ملک میں وہ وقعت زکتمی ہو گئی جو محکو اپنے خاندان میں حاصل تھی سادگی کی گود میں ہماری پرورش ہوئی۔ اور اور آزادی کے صحرانے ہمارے حوصلہ وسیع کر دئے یہ بیکی و بے بسی ہمارے لئے مصیبت ہے۔

منصور۔ ہاں ہاں میں جانتا ہوں مگر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم کس خاندان سے ہو اور کس کے بلغ اسید کو تم سے پہلو بننا زہتا۔

لیلہ۔ آہ اب خاندان کو بدنام کرنے سے کیا فائدہ مگر اپنے سہاروں سے اپنا حال چھپانا نہ چاہیے رئیس قوم محمد بن صلح کو آپ بخولی جاتے ہیں میں انکی بیٹی حن بن صلح کی لڑکی ہوں اور لیلہ میرا نام ہے اور یہ کم عمر لڑکی جس سے میں باتیں کر رہی ہوں اونکی پوتی اور محمد بن قاسم کی بیٹی ہے اور قاسم بن محمد آپ کے بڑے دوست ہیں مجھے معلوم ہے کہ رات دن ہر وقت آپکا اونکا ساتھ رہتا ہے یہ اوہین کی بیٹی عذر اسے اس قید نے عذرا کو اسقدر مایوس کر دیا ہے کہ بیماری بے عصمتی کے خوف سے جان دینے پر آمادہ ہے۔ اس جواب نے نوجوان منصور کو درہمیک حیرتناک سکوت میں رکھا اور اسکے خیالات عجیب کے تغیر دکھاتے تھے قید اور اپنی مصیبت کا صدمہ دل سے نکل گیا اور اسکی جاہ

ہمدردی کے حیرت کے خیالات اور دشمنوں کی نفرت تدبیر اُخبال میں کہا اور اس
 سکوت کیساتھ کہا کہ اوسی نے سنا آہ ان لڑکیوں کے سادہ و پُر کیا صدر ہو گا
 قیس عامری کے خیال کے موافق یہ لڑکیاں ان سرحدی کوہساروں اور رگبتاں
 میدانوں کی آزادی اُن کی گٹھی میں پڑی ناز برداری سے پرورش پال گئی تھیں
 برداری وہ نہیں جو عالیشان محلوں اور دولتمندی کے سامانوں سے نمایاں
 ہوتی ہے بلکہ وہ جن کا دار و مدار صرف آزادی بہ فکری خود مختاری اور خوشحالی
 پر ہوتا ہے آہ ان کے نازک دل پہنچا ستم کر رہا ہے ان کے حق و جمال پر یہ کتنے
 بڑا غضب ہے خصوصاً وہ دوسری لڑکی جسکی سادہ طبیعت کو معلوم ہوتا کہ نیمبر
 نے صرف ہولے پن ہی کا سبق دیا ہے۔ آہ اسکی صورت کس قدر دلغریب اسکا
 حق کیسا دلربا اسکی ادائیں کس درجہ دلکش ہیں اسکی شرمائی نگاہ اپنے نیمبرل نشانہ
 بازی میں کتنی کاسب ہے ہاں اس کا کیا نام بتایا تھا۔ عذرا کیسا اچھا نام ہے
 یہ تو مان باپ کا رکھا ہوا نام نہیں معلوم ہوتا کسی قدروان حق اور کسی عاشق خراج
 نے رکھ دیا ہو گا۔ اور یہ پیشگی ہے۔ قاسم کی اسی سے دوست جو ہر سو پہنچ
 پڑا ہے ہلچل مہلتا ہوا میں نے جو خیالات اس کے حق کی نسبت خاصہ کئے تھے
 اسے نظر نہ آنے پڑی نگاہ سے تو نہیں دیکھا ہوا اسے دل ناجائز اور خراب نیست ہی
 تو اسکی طرف نہیں متوجہ ہوا۔ ہاں ایک شوق اور مضطر باہ جذبات کا حضور
 گنگا رہون مگر جائز ہے میری نیت ہر نیت نہ تھی میں نے پاک نظر سے
 اوسے دیکھا اور پاک دل اور پاک نیت سے آدرش ہو گیا مگر آہ یہ تو جان
 دینے کو گنتی ہے۔ گنگا کے خوف سے اس قدر تنگ آگئی ہے لیکن میں ہی اسکو
 ساتھ اپنی جان دوں گا میرے دل میں بھی غیرت ہو نا چاہیے۔ اگر اسے اپنی پرہ
 زری اور اپنی بے عصمتی کی غیرت ہے۔ تو مجھے بھی اپنی اس ذات اور گرفتاری پر
 غیرت آنا چاہیے ہاں میں بھی غیرت مند ہوں اور میری معشوقہ بھی نہیں وہ شیرہ
 لڑکی بھی غیرت مند ہے۔

اسکے بعد منصور لیلہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ لیلہ! تم اپنی بہن سے کہہ دو کہ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ خدا تم سبکی عزت و آبرو کا نگہبان ہے اگر ان کے دل میں غیرت ہے تو میں بھی سچ غیرتمند میں سچ کتا ہوں کہ اپنی جان بھی اس مقام پر دوں گا جس مقام پر نسل انصاری کی لڑکی خود اس مقام پر مستعدی ہے۔ یہی کہ خون کر لگا کھاسکی طرف ہی پروردہ کی یا اس سے زیادہ کسی قسم کی کوشش کی گئی تب ہی یقین ہے کہ مسئلہ عورت و مرد و لون اس کے تحت بند ہو جائے گا۔

لیلہ۔ صاحب ہمارے دل پر غیب غالب ہو گیا اور اس وجہ سے اب ہم کو زمین سوامیت کے اور کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی آپ کی ہمدردی کا بھی کوئی نتیجہ نہیں خدا نے ہماری ہی طرح بے دست و پا بنا دیا ہے۔

منصور۔ بیشک اس زمانہ میں کوئی امیر اختیار نہیں اور کبھی طرح تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ تو یہ کہتا ہے کہ تمہاری حفاظت اور ہمدردی بہن اپنی جان کا وسیع و لگا۔

لیلہ۔ ایسے مجھ زبان سے نہ نکالے۔ آپ نے ہمارے خاندان کے ساتھ جسے سلوک کے کمزور اور انکی وجہ سے آپ کی مصیبت کا خیال آئے ہے ہی ہمارا کھیر پہنچنے لگا ہے۔

منصور۔ لیلہ! تمہاری بہن کے مزاج میں بہت زیادہ شرم ہے۔

لیلہ۔ جی ہاں شرف اور خوف و خوفن باتیں ان کے مزاج میں اعتدال سے بڑی ہوں لیکن (خدا کی طرف متوجہ ہو سکے) سزا خدا کا یہ قسم کا کون سوچتا ہے جب آسمان کے خوفن کے سامنے پروردہ کی گروی تو اپنے ہمدردوں اور سہمیت کے شر کیوں سے شرم کیسی۔ آہ تم شرابی جانی ہو۔

منصور۔ آہ! تم شرم سے باز ہیجہ یا بنے بار بار ہماری دعا کی اور دعا خاندان کو خطرہ نہ ہو۔ یہاں اس کے ہاتھوں امید ہے کہ بہن اس آفت سے ہی نجات لے جائیگی اور ہمارے سامنے معذرت کرو اور اسکی خوشامد کرو کہ ہماری بیکسی

میں کام آسکتے ہیں دعا کرو کہ خدا ان کی بکلیں پر رحم کرے کہ ہم سب انہیں پر منحصر
ہیں اس جواب نے منصور کو اس بات کا یقین دیکھایا کہ اس کے دل جذب بات
سے اثر نہیں رہے اور اس نے ذرا اجازت سے کام لیکے کہا۔ عذر اتم مضطرب
نو آسیری جان باقی ہے تو جمال نہیں کہ کوئی شکوہ ہی نظر سے ہی دیکھ سکے
اگرچہ میں قیدی ہوں اور میرے پاس اسلحہ نہیں ہے مگر دیکھو میرے پاؤں
کتنے ہیں۔ ان ہاتھوں سے وہ چہرہ دی اور جہت جو بیٹھے تھے سے پورا
کام لیا۔

عذر اتم۔ دشمن کے لہجے میں آپ کے ایسے چہرہ دیکھ کر میں کیونکر گرا کر سکتی ہوں کہ
یوں بے سوچے سمجھے خود اپنے ہاتھ سے اپنی جان ریوڑ سے آہ جبہ آگاہی
مصیبت کا ایسا ملال ہے تو انصاف کیجئے کہ آپ کی مصیبت ہمارے دل پر
کیا ستم ڈھاو گی۔

منصور۔ (دل میں) واہ جذب دل اسکو کہتے ہیں سیری محبت نے اثر دکھایا۔
نظر میں نہیں تھم اس کا خیال مست کرو مجھ خدا نے صرف اسے پیہ کیا ہے
کہ نہ ہی پاکدامنوں کی حمایت میں اپنی جان دیدن لیکن تم اسلحہ نہیں ہو۔
عذر اتم۔ اچھا تو میں کس لئے ہوں۔

منصور۔ صرف اس لئے کہ آپ نے جان نثاروں کو اپنے دل میں جگہ دو۔ یہ جملہ
کتے وقت منصور کی آنکھوں سے ایسی کیفیت نمایاں ہوئی جس نے سادہ دل
اور پاک دامن عذر کو غیرت اور شرم سے دریا میں ڈبو دیا عذر اپنے دل
ہی میں منایت و رجحان و مہمتی اور چمکنے الفاظ منصور کی زبان سے نکلے
تھے اسے کی طرح بھولتی ہی نہ تھی میں اپنے دل سے شفا ہوا ہر کے اور
بگڑ بگڑ کے کہہ رہی تھی۔ کجست تو نے بدنام کیا میں نے پانچ تھی کہ میرا جذبات
دل اتنا سچا ہو گا اس بدنامی کے خوف سے تو میں نے کسی کسی کے سامنے جب
اس کا نام نہیں لیا۔ اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ جماعت کے نواب سر اپنے

آجکو محروم رکھا اپنے خیمہ میں چھپی بیٹھی رہی کہ کہیں سامنا نہ ہو جائے اب نرج اسے
دل وہ جسے چاہتا تھا سیری آنکھوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ صاف کھڑا ہی
نہیں اپنے الفاظ میں ظاہر کر رہا ہے کہ تیری الفت اور تیری کشش جاو و اس
پر ہی چلیا۔ قسمت تو کیوں سیری دشمن ہوئی ہے۔ کیا اس قید سے میں بدنام
اور سواہر کے لکھوئی مگر آہ بیان سے نجات ہی کیوں ملنے لگی۔ ہماری محبت
اور مصیبت دونوں کا ایک ساتھ ہی فیصلہ ہو جائے۔

عذرا انہیں خیالات میں تھی کہ مصوہ رہی اور اسکی صورت کا اس درجہ شدید تھا اور
انہوں نے اُس پر اس درجہ کا اثر کیا کہ نفس حیرت بنا کھڑا رہا اور دونوں کے
دل گویا کہ اس عالم سکوت میں راز و نیاز کی پائین کر رہے تھے۔ اور غصہ کا -
اشرفانی شلیغیوں و دلوں کے کان میں لگا ہوا تھا اُس غصہ کی نئی راز دار لیا عالم حیرت
میں تھی۔ اسکی تخیل انکسین کہی منصور کی طرف متوجہ ہوئی تین اور کبھی عذر اسے
چہرے پر جاتی تین باوجود عالم نور و روشنی کے بار بار اس سے واس میں چپٹے
کو شمش کرتی تین نسل کے دیگر قیدی جو اس خیمہ میں تھے وہ اپنی مصیبتوں
کے خیال سے سر ہٹا گئے تھے بے ہوش تھے اور کہیں کسی کی خبر نہ تھی ناگہان
خیمہ میں چند راجہوت جوان آئے اور چاروں طرف دیکھ کر باہر پلے گئے جگہ
جائے ہی شاہزادی سوہنا ان قیدیوں کے قریب جا کے وہ کھڑی ہو جاتی
ہے اور وہ اُس شخص کو حیرت سے دیکھنے لگتا۔ آؤ کہ کمال محال تھی کہ سوہنا
اچھٹی جوانی دلربا صورت اور عالم فریب حسن و جمال کو دیکھتا اور وقت حیرت نہو
جاتا مصوہ اس موقع پر جبکہ پشانی کے اور ایک سونیکا مرصع زیور تھا جسے کلنی
لگی ہوئی تھی۔ ایک چست کرتی بدن میں تھی اور ریشی ساڑھی جسے طلائی کا بنانا
اپنی خوشنما شکون سے اس اوہار کو چھپا رہی تھی جو دولت حسن کے ساتھ
ابتدائی لشباب کو عالم میں آشکارا گئے دیتا تھا۔ ساڑھی کے اوپر کمر میں مرصع
سونیکی ڈاب تھی اور اس میں ایک سنایت ہی نازک تلوار لگی ہوئی تھی جسے

جہاں ستالیں کا جو سر دکھانے میں خود اسی کی تیغ ابرو کی ہر پہلی تھی۔ اوس کے بالوں
نازک پر قدیم منہ و سوسا ہلی کے اصول ظلم کر رہے تھے اس لئے کہ وہ ہر مہمان پستی
اوس دل پر ادا سے سو منہا اگر کٹری ہو گئی لیکن عذرا اور لیا کی محویت اس پر جبر تھی
تھی کہ کسی کو اس کا خیال نہ آیا اور جنوں اپنے حیرت زدہ دلوں میں اس پر حیرت
رہے آہ عشق کا جادو کس قدر سی اور موثر ہوتا ہے۔ قدیم حیرت زدگان عشق کا تئیں
آنا تو رکنا بیان یہ قیامت تھی کہ سو منہا پر ہی وہی بخوری طاری ہو گئی۔ اور اس
بخوری کے بعد کو ایک چوتھے پر پچھلی مہر نے اور ہی رونق دی یہی سو منہا پر
جب دیر تک عالم طاری رہا تو ان راجپوت افسروں میں سے جو اس کے ہمراہ آئے
تھے ایک نے اس کے بڑھک کر شاہزادی صاحبہ اگر اس خیمہ کے قیدیوں کو
آپ ملاحظہ فرما چکی ہوں تو دوسرے خیمے میں شریف لیٹے۔

سو منہا۔ (اپنی بخوری سے چونک کر) آؤ ہمیں۔ ہاں۔ مجھے ابی ان لوگوں سے
بک باتیں کرنا ہے ان لوگوں کی زبانوں میں گفتگو کر سکتے ہو یا نہ کہ بلا واسطہ میں
ان سے گفتگو نہیں کر سکتی۔

افسر۔ یہ لوگ آپ کی گفتگو نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ غم و کے ہمراہی نہیں ہیں
بلکہ یہ لوگ ہیں جو قدیم سے ملک سندھ میں سکونت پذیر ہیں اور ایک زمانہ
وراز کے قدیم نے انہیں بیان کی رسوم اور بیان کی زبان سے بخوبی واقف
کر دیا ہے۔

سو منہا۔ ہاں تو میں خود ان سے گفتگو کروں گی۔

اسی تقریر نے بالی خود رنگان عشق کو بھی چونکا دیا۔ پہلے تو لیا کی نظر سو منہا اور اس کو
ہمراہیوں پر پڑی اور لیا اپنے نور اعذر کو ہاتھ سے ٹوکا دیکھ کر چونکا دیا عذرا اور
پہلے گہرا کے ان راہیوں کو دیکھا۔ پھر ایک ایک خوف زدہ ہو سکے لیا کے
پچھے بن کر پیٹ کر بیٹھ گئی اور سر جھکا لیا عذرا کی اس حرکت نے منہو کو گور
کیا تھوڑا سا دیر رہا سو منہا نے فوراً گردن پھیر کے دیکھا اور دیکھتے ہی غصہ

ہو سکے پھر اور چاہتا تھا کہ ایک راجپوت لکھے آگے کھڑا ہوتا ہے کہ ہر تہہ پر مارے کہ
 شاہزادی سوہنا پر نظر جا چڑی اور دوبارہ منیر ہونے کے ساتھ ہی شکاک کر کھڑا
 ہو گیا۔ منصور کی یہ پیارا نہ پرتی اور یہ جرات سوہنا پر اثر کر گئی اور وہ اپنے دل میں
 کسی سبب اختیار کی کے شوق کا مزہ لے کے بولی صاحب آپ کے قوم کی شجاعت
 اور خدمت آئی ذاتی جرات نے مجھے آپ کا قد روان بنایا ہے براہ عزایت
 بتائیے کہ آپ کون ہیں اور آپ کا کیا نام ہے یہ جلد سے منصور حیرت و
 استعجاب کے ساتھ منیر شاہزادی سوہنا کی صورت دیکھنے لگا۔ سوہنا کے چہرہ پر
 جواب کا منتظر کرنے کے بعد پوچھا کہ کون صاحب آپ کو اپنا نام بتانے میں کچھ
 ضرور سہیت ہے امید ہمارا توجہ ان اور منیر ہو گیا۔ اور اس کے اشارہ سے بتایا کہ میں
 آپ کی نگاہ میں ہوں۔ لیکن نہیں اس کے منہ سے کوئی اور جملہ زبان سے نکالنے
 لیا۔ منیر شاہزادی کی صورت منہ جھٹک کر دیکھ کر اس سرزمین پر آئے آگے ہیں۔
 اس صاحب کے آپ کی نگاہ میں ہوں۔ لیکن نہیں اس کے منہ سے کوئی اور جملہ زبان سے نکالنے
 لیا۔ منیر شاہزادی کی صورت منہ جھٹک کر دیکھ کر اس سرزمین پر آئے آگے ہیں۔
 یہ کہنے کے بعد منیر شاہزادی کو بتایا کہ اس کی اسالی اور نام پوچھتی ہیں۔
 شاہزادی سوہنا نے کہا کہ خیر اور کیا اور اس کے واسطے قرار دیکر بہادر نوجوان۔
 منیر کے مابین کر کے لیں۔

منصور۔ سیرانام مشہور ہے اور حال کیا سلمان جنگ از ملوک کی فوج کا ایک
 سپاہی ہوتا ہے۔

سوہنا۔ اپنی نوجوانی اور اس نوعمری پر آپ کی شجاعت کا خیال کا خیال کر کے میں
 حیرت میں آجاتی ہوں۔

منصور۔ آپ ہی تو نوجوان ہیں اور آپ کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت
 ہی ہیں۔ اس جواب نے شاہزادی سوہنا کو سیکھ کر شرمندہ کر دیا۔ منیر نے بتی
 ہے جس سے یہ انتظار کے آثار ظہور کر کے بہرہ دل۔ منیر میں سے تو آپ کی شجاعت
 اور جواہر کی کامن اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس امر کے لئے شکر

بنادیا کہ آپ سے ملنے آئی ہوں۔

منصور۔ میں کیا چیز ہوں بھئی لوگ میرے ساتھ اسیر ہیں ان میں سے بہتر شخص مجھے زیادہ شعل اور بہادر ہے اور اتنا تو ہم سب بالکل بے وسعت ہیں کیونکہ جب آپ کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے تو بہادری کیسی اور شجاعت کیسا۔

موسنا۔ اس سے کیا ہوتا ہے شہسار ہی گرتا ہے اور پیر نے دلا ہی ڈوبتا ہی تقریبت اس بات کی ہے کہ آپ نے اپنا پورا جوہر دکھادیا۔ اتنے بڑے سیلاب عظیم میں حوش و حواس ہی بجا رہنا دشوار ہے نہ کہ وہ بہادری جو آپ نے ظاہر کی۔

منصور۔ میں کچھ آپ سے ہی دریافت کرنا چاہتا ہوں اجازت ہو تو پوچھوں موسنا۔ ضرور۔

منصور۔ آپ کون ہیں اور یہ لشکر کس کا ہے؟ ہم لوگوں سے کیوں مزاحمت کی گئی۔ حالانکہ ہمارے سامنے ہیں اسے کیسکو محمود سے کچھ تعلق نہیں رہے لوگ خود اپنی جان چھوڑنے پہنچے ہیں۔

موسنا دل میں سوچنے لگی کہ کیا تو اب دون اور اس فکر میں اوس نے گردن دکھائی تھی کہ ایک راجپوت امیر بول اوٹھا ہم لوگ مہاراجہ اجیر ش کے جان نثار ہیں اور ادھین کے حکم سے آئے ہیں اور جن سے تم بائیں کر رہے ہو یہ ہماری سر تاج اور ہمارے راجہ کے لائق اور بہادر شہزاد ہی موسنا۔

موسنا۔ آؤ تم نے کیوں بتا دیا۔ میں خدا ہمارے کس نگر میں تھی اور تم بے نیلے سوچے مجھے میرا نام بتا دیا۔ خیر اب خبردار ہے میری اجازت لے کر کوئی لفظ زبان سے نہ نکالنا شہزادی موسنا کا نام اور حال سننے لپٹا اور منصور رون وں ستیر ہو گئے اور منصور بظاہر بانہ لگے میں کہنے لگا آپ شہزادی ہیں ہم آذیت زدوں کے یا اسے انکلی کیونکہ تکلیف گوارا کی۔

موسنا۔ اوک تو آپ کی شجاعت نے مجھے آپ سے ملنے کا شوق دلایا اور میں

خدا نے اسکی صورت میں کسی خوبی پیدا کی ہے اور اب اوستے حسن و جمال کو کبھی بھوکے
کی دلکشی خاصہ ہوتی ہے لیکن اصل میں یہ امر نوجوان منہ پر پرزور زیادہ اثر کر گیا تھا
وہ اول تو شہزادی سوہنا کا احسان مند تھا کہ اُسکی بدولت پیاری عذرا کی زیارت
کر سکا۔ دوسرے عذرا کے سحر اثر حسن و جمال نے اوستے دیوانہ اور مدہوش بنانے کے
کثر کر دیا تھا۔

سوہنا نے تو بڑی دیر تامل کیا اور عذرا کے حسن و جمال کو دیکھ دیکھ کر غور کر رہی تھی
اوستے بعد نوجوان منہ پر کھڑے مرنے والے ہوئی اور کہنے لگی اب میں آپ کے ایک
امر کی آرزو مند ہوں۔ اور امید ہے کہ آپ قبول بھی فرمائیں گے۔
منصور۔ فرمائیے۔

سوہنا۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ میری دعوت قبول فرمائیں اور کوئی نہیں۔
آپ صرف تین لکھا صاحب اس وقت راستہ نے منصور کو قید کر رکھا تھا کہ وہ اپنے
اس قدیم زمانہ کے سلطان منہ کن کا گمان نہیں کیا کرتے تھے اور اگر کوئی اس
امر کا مرتکب ہوتا تو سرِ طرف سے صرف انکار نہ کرتے رہا اور کہنے لگا اچھا عذرا
سے دریافت کیجئے اگر منظور کریں تو مجھے بھی منظور ہے۔

سوہنا۔ (لیلا) ہے آپ اور آپکی بہن کیا میری سیز پائی قبول نہ کریں گی۔
لیلا۔ نہیں بہن انکار نہیں مگر کیا آپ ہمارے ساتھ بیٹھ کر گمانا کر سکیں گی۔
سوہنا۔ آہ یہ ممکن نہیں (کچھ سوچ کر) مان ممکن ہے مگر ابی نہیں۔ اگر میں ایسا
کروں تو بے دھرم ہو جاؤں اور میری ذات کا کوئی آدمی میرے ساتھ گمانا
نکھادے۔ حکومت دوسرے کی زمین نہ معلوم ہوئی میں تو آہ اسکو منظور ہی کر لیتی
اگر ابی مناسب نہیں ہے آپ ہرمان کے بیٹے اور لوگ بیٹے خود آپکی دعوت
کا سامان کریں گے۔ اور آپ کے لئے گمانا کہہاں گے۔

منصور۔ شہزادی صاحب اسکی کیا ضرورت ہے کہ ہم سے ذلیل شاہد یوں کیلئے
آپ اتنی تکلیف گوارا فرمائیں اور لطف کیا ہے وہ کلمات کافی ہیں جنہوں نے

ہیں آپکا منون بنایا۔

سومہنا۔ نہیں میری دعوت تو آپکو منظور کرنا ہوگی آپ اپنی قوم کے شریف اور
معزز ہیں اگر آپ کے ساتھ اس عزت کا سلوک نہ کیا جائے تب آپ مستحق
ہیں تو ہم لوگوں کو کونج خلق نافذ شناس بلکہ ظالم کہیں۔

منصور۔ اچھا مجھے منظور ہے اور غالباً لیکھ کو بھی منظور ہی ہوگا۔

مگر میں نہیں جانتا کہ عذر اسے ہی دل سے منظور کیا یا نہیں آپ ان سے ہی۔
انت کر لیجئے یہ سنکے سومہنا نے اتنی جرات کی کہ بڑھ کے عذر اس کے جبکے پہلے

سر پر ہاتھ رکھا پھر وہ سر سے ہاتھ سے ٹھنڈی پکڑ کے وادی کے لہجے میں
کہا بہن میں تمکو بہن ہی کہوگی میری بیروانی قبول کر کے مجھے مشکور کرو۔

عذرا۔ مجھے انکار نہیں مگر میرے دل میں خوف سرمایہ ہوا ہے۔ ڈرنی ہوں کہ
دوستی کے پردے میں دشمنی نہ کی جائے بمعزت کا خیال اور بعضی کا خوف میرے
دل سے نہیں نکلتا۔

سومہنا۔ نہیں نہیں تم ذرا ٹوسو نکر وہیں اطمینان دلائی ہوں میری بات کا
یقین جالو۔ نہ دروغ میں کسی کی مجال ہیں کہ میرے حکم سے سترانی کرے میں
استو کوئی خوف نہیں آپ تینوں صاحب چلین اور چکر خاص میرے کرو میں
آرام سے رہیں۔

منصور۔ مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ متو آرام سے رہیں کریں اور اسے یہ سب بہانہ
سب پارہیں جنہیں اکثر ہم سے زیادہ عزت رکھتے ہیں یونین عیسیت اور غم میں رات
کالیں جب تک تمام مسلمانوں کی راحت کا کوئی ایسا وقت تک خوشا ہر حرام

سومہنا۔ سب کی دعوت کرونگی اور سب کی راحت کا سامان بھی کرونگی۔ آپ
میرے ساتھ میرے خیمہ میں چلین ان لوگوں کے لئے عاجزہ انشلام کرو یا بائیکا
منصور نے یہ جلد سے پاک۔ نفس اور پاک دل شاہزادی سومہنا کو حیرت

سے دیکھا اور آگاہوں ہی آگاہوں میں فکر یہ ادا کیا۔
 لسیلا۔ صاحب کس زبان سے اور کس دل سے آپ کی عنایت اور مہربانی کا شکر
 ادا کریں اب ہمیں کسی بات میں عذر نہیں ہے۔
 یہ سنکے سوہنا نے بڑھ کے عذر اکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی نہیں اب نہ گھبراؤ چلو
 میرے ساتھ چلو میں تمہاری سیز بلیں ہوں اور تم مع اپنے ہمراہیوں
 کے میرے مہمان ہو۔
 عذرا۔ اور لیلا نے نقاب منہ پر ڈال لیا اور مع نوجوان مغصہ کے شامہ راوی
 سوہنا کے ساتھ خیمہ سے نکل کے چلی گئیں۔

آٹھواں باب

رنگ بین رنگ

جب طرح آسمان کی ببار تاروں سے ہوتی ہے عین چین کو نازک اور خوشترنگ
 پھول بروقت دیتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ناول کی رونق عذرا اور سوہنا کے
 ساتھ دونوں بیخ حن سے خوشگفت پھول ہیں۔ مگر ان دونوں میں سے ایک خاص
 کیفیت ہے جو دونوں کے حن کو جدا کرنے کے ساتھ ایک خاص عالم فنی کا منہ
 دکھائی ہے۔ سوہنا نے شامی بخون میں پرورش پائی ہے اور اسکے حن کی شہرت
 دور و دور پہنچتی ہے اور اسکی نگاہ بازی میں صرف پیدائشی اور قدرتی نشانہ بازی نہیں
 ہے بلکہ وہ اپنی اور اولین اور شہسبکی جتنوں سے تیر نظر کو کاری اور حکم و وز بتا دینے
 کی مشاہیر ہند کے ناظرین کے دیکھا ہوگا کہ بہادر اور لالین سیٹھ رام وزیر زادہ
 اور اسکی زلفت گرہ گیر کا اسیر ہے اور اسکے دل پر قابو پانے کی وہ ہمیشہ کوشش کرتا رہتا
 ہے مگر سوہنا اسے مشتاقانہ دیکھنا ہی ہے اور نہ یہ طرح اور اسکی آرزو پوری نہیں۔
 چونکہ یہی نہیں دانت اس کے کہ عذرا ایک پھول لڑکی ہے وہ حسین ہے مگر آہ
 اور سوہنا نہیں معلوم کہ میں میں ہوں اور ابھی تک اس کے یہ بھی نہیں معلوم کہ

جن کیا چیز ہے اور دل کو رخ زیا سے کیا تعلق ہے ان صحراؤں میں اوسے
 پرورش پائی جہاں رنگستان کی گرم بہو میں کسی دل میں معشوقانہ سر دھری
 پیدا ہی نہیں ہونے دیتی جہاں دل اسٹکوں اور نیالی چوٹوں کو دریا کے اکھڑ
 کی لہروں اپنے ساتھ لہجہ کے سمندر میں پہینک آتی تھی یہ خارستان اس کے
 لئے گویا پھولوں کا بھونٹا تاج نازک پھول کے ساتھ وہی سلوک کرتا تھا
 جیاد سکی نگاہ نازیل عشاق کیساتھ کرتی تھی خلاصہ یہ کہ اوسکی نظر میں جن و عشق
 دونوں بے اصل اور وہی چیزیں تھیں ان دونوں کی اصلیت سے ضرور
 معلوم ہو جاتی مگر اہ اس لئے کبھی اپنی صورت بھی تو اچھی طرح جی بہر کے نہیں
 دیکھی یہ دونوں دلربا نازنین لڑکیاں جن میں ایک خود پرست اور خود فراموش
 ہے تقدیر کے انقلاب سے ایک مقام پر جمع ہو گئی ہیں۔ سوہنا کو اگر یہ اپنے
 جن اور جمال پر کچھ دعویٰ تھا مگر عذر اس کے ہوسے پن اور سادگی نے ایسا اثر
 اور از خود رفتہ کر دیا ہے کہ اپنی خود پرستی ہو لکراؤں کے ناز و ادائیگی و دیوانہ
 ہو جاتی سے عذر اس کے ساتھ لیلیٰ اور بہادر نوتوان مقصور ہی سوہنا کے عہد
 ہیں۔ سوہنا گٹری گٹری عذرا کی دلہی کرتی ہے اور اس کے نازک دل کو بوجھ
 حدارت سے پہانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کر رہی ہے لیکن اس
 خلوص صحبت صرف یہی دیکھی نہیں کہ عذرا کا غم غلط کیا جاتا ہے بلکہ زیادہ
 حیرت انگیز بات ہے کہ کبھی کبھی اتنا بے صحبت میں جو باقیں سوہنا اور مقصور
 میں ہو جاتی ہیں وہ بہت ہی زیادہ قابل غور ہونے کے علاوہ خجاست پھول کے
 ہونے ہوتی ہیں۔ جن اوسیدہ وقت جبکہ سوہنا عذرا کے آگے سمندر سے کیسا تہ
 اپنا انداز نکال کر کے کہہ رہی تھی کہ کچھ نہ استہ سے کہ میری فوج نے آپ
 کے لوگوں پر ایسا ظلم کیا۔ آپ لوگوں سے مقابلہ ہی کرنا ظلم تھا آپ کو مردوں
 میں سے کوئی ہمارا دشمن ہی تو نہ تھا
 مقصور۔ راست کاٹھن کوں تھا کیوں نہیں ہا

مومنا۔ (حیرت سے) وہ کون ہے۔
 منصور۔ (اپنی طرف اشارہ کر کے) یہی گنگار جو آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ
 کیا نہیں جانتی ہیں کہ میں سلطان محمود غزنوی کی فوج کا ایک افسر ہوں۔
 مومنا۔ (تعجب کے لہجے میں) تم محمود غزنوی کی فوج کے افسر ہو (چہرہ زرد
 ہو جاتا ہے) خدا کرے یہ جوڑ ہو کیا حقیقت میں تم اس کے ہمراہوں میں
 یہ نہیں کہہ دو میں محمود کا ہمراہی نہیں ہوں ہوں۔ اچھا تو آپ ان لوگوں میں ہر
 کیونکر آئے۔

منصور۔ شاہزادی صاحب سیری داستان بہت بڑی ہے اسکے لئے
 آپ کا زیادہ وقت رائگان روگا میں ہی چاہتا ہوں کہ اس وقت آپ سیری
 عندا کی رلد ہی کئے جائے۔ یہ کہہ کر ایک سنائے میں آجاتا ہے۔ منصور کی
 زبان سے یہ جملہ سننے عندا شرم سے سر جھکا لیتی ہے اور لبلا کی آڑ میں چھپنے
 لگتی ہے اور اس جملہ نے مومنا کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ وہ دیر تک ایک سکوت
 اور تشویش کے عالم میں رہی عرصہ کے بعد اس نے سر اٹھا کر منصور سے کہا میرے
 دل میں کچھ الجھن سی ہو رہی ہے مجھے بالکل نہیں معلوم کہ میرے سوا اس صحبت
 میں اور لوگوں کے دل میں کچھ الجھن سی ہو رہی ہے مجھے بالکل نہیں معلوم کہ سیری
 کچھ ایسی وہم دلائی والی باتیں سر غرض کی باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ میں گہرا جاتی
 ہوں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کے دل میں کیا ہے اور اس شریعت پہلی لوگ
 رعدز کی طرف اشارہ کر کے) دل میں کون خیال جوش مار رہے ہیں۔

منصور۔ آپ وہم نہ کیجئے اگرچہ میں آپ کے گروہ میں ہوں۔ مگر میرے خیالات
 ذہن نہیں ہیں کہ اپنے محفون کا احسان نہ مانوں۔ میں زندگی بہر آپ کا احسانند
 ہوں۔

مومنا۔ آہ اس سے میرے دل کو تسلی نہیں ہوئی۔ اچھا آپ اپنا حال بتائیے
 شاید آپ کی داستان سننے میرے دل کو الجھن ہو جائے۔

منصور۔ انہ آپ کس بات میں اطمینان چاہتی ہیں۔

موسہنا۔ نہیں کچھ نہیں آپ اپنا حال بیان فرمائے۔

محمود۔ میں سلطان محمود غزنوی کا فوج کا ایک افسر ہوں۔ تھوڑی سی فوج کے ساتھ بجے رام کے لغات قبضہ میں روانہ ہوا تھا اتفاقاً دشمنوں کے سپاہیوں کے اوٹے پیچھے اس قدر چلا گیا کہ ان کے چند مسعود سپاہیوں نے شیش ہو کے مجھے گھیر لیا اور سندھ لئے جاتے تھے اتفاقاً راستہ میں یہ لوگ ملے جو ایک مدت سے بہانہ مسعود ہیں اور انہیں صحرانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور انہوں نے ان لوگوں کے ہاتھ سے مجھے نجات دلوائی جب سے انہیں کے گردہ میں تھا۔ اب کی فوج نے سیر کر ساتھ ان سیکوں کو یہی گرفتار کر لیا۔

موسہنا۔ اچھا اب تو محمود کے پاس جا بیٹھا ارادہ نہیں ہے؟

منصور۔ میں اس لئے بس میں نہیں ہوں اسیرا جانا بخانا آپ کے اختیار میں ہے۔

موسہنا۔ (دلیں) کیونکر پوچھوں کہ اس شخص کے دل کا حال معلوم ہو مجھے خوف ہے کہ یہ سادہ مندرجہ عذر اس کے حق کا دیوانہ ہو۔ ہاں دیکھو عذر راہی سے پوچھتی ہوں اور سب باتوں سے معلوم ہو جائیگا کہ منصور کو اس سے کسی قسم کا تعلق تو نہیں ہے۔

(آواز) بہن عذر میں انہیں چھوڑ دوں کہ یہ پھر سلطان محمود کی فوج میں شامل ہو جائیں تم کہو گی تو میں چھوڑ دوں گی۔ عذر اس نے کچھ اس کا جواب نہ دیا۔ اور جب مکرر کہہ کر پوچھا گیا تو لگا پتہ نہیں چلی کہ اس کے لیلہ کی طرف جڑی اور اس کے کان میں خیر مانی ہوئی آواز سے کہا لیلہ تم پوچھو کہ ان کے ساتھ مجھے ہی جاسنے دیجئے گا۔ مگر ان دیکھو پوچھی طرف سے پوچھنا میرا نام نہ آئے۔

لیلہ۔ کیا اپنی طرف سے پوچھوں کہ مجھے بھی جانیے دیجئے گا۔

عذر را۔ جب تم کو اجازت ملے گی تو ہمارے ساتھ خواہ مخواہ مجھے ملنی جائیگی۔ یہ سننے لیلہ عذر کی طرف دیکھنے لگی اور کچھ توقف کے بعد موسہنا کی طرف متوجہ ہو کر

بولی یہ ہمارے مہمان تھے اور مہمانی کی حالت میں اونہوں نے ہمارے خاندان پر ایسے ایسے افسانے کہے کہ ان سے بھلا ہو نیکو دل کی طرح گوارا نہیں کرتا۔ ابکا بڑا احسان ہوتا اگر ان کے ساتھ آپ ہوا تو ہی آزاد کر دیتے۔

سوہنا۔ میں تم سے نہیں بولتی ہوں اور نہ زاجو کہہ سکی اور اس پر عمل کرو گئی۔
 لیلیا۔ خدا کی ہی قسم نہیں ہے۔

اس جواب نے سوہنا کو متحیر کر دیا اس نے دیر کے بعد فکر کر کے سر اوٹھا پا اور منصور کی صورت سر سے پاؤں تک دیکھی کچھ دیر غور اور اس کے بشرے پر غور کرتی رہی اور سوخت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دلی جذبات کو نہایت جوش و خروش سے دبا رہی ہے آخر فریاد کیا اور منصور کی طرف دیکھ کر کہنے لگی کیوں صاحب آپ کیا پاس ہے میں کیا آپ کی مرعی ہی یہی ہے۔

منصور۔ آپ کے خلق و مروت نے اس درجہ احسان مند بنا دیا ہے کہ ایسی خواہش بالکل احسان فرما سوشی ہے مگر سہلو گونے کے حال سے آپ خود اندازہ کر سکتی ہیں کہ میں رہائی کی کشتی میں تھکی۔

سوہنا۔ (دل میں) اچھا آؤ اسکی منتقلی مزا ہی اور شرافت کا یہی استان کرلو (منصور سے) اچھا اس صورت سے آپکو رہا کر سکتی ہوں کہ آپ ایک امر کا اقرار کریں۔

منصور۔ وہ کیا؟

سوہنا۔ آپ اقرار کریں کہ غمو کی طرف سے آپ پر مند و فوج کا مقابلہ ناپاک ہے منصور۔ نہیں یہ کی طرح ممکن نہیں اگر وہاں اسی پر منحصر ہے تب میں یا یہی رہائی کے باز آیا۔

یہ باتیں سوہنا پر ساعت بساعت بیتالی کا اثر زیادہ کرتی جاتی تھیں آخر نہ ضبط ہو کر منصور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا کے ابدیدہ ہو گئی دو قین منٹ تک تو اسکی پرستہ آنکھیں پٹی جھکی رہیں۔ مگر جب بیقراری اور بڑھی تو ان میں غم و غصہ

ہوئے آنسوؤں کو عجب حسرت کی نگاہوں سے اور مکی صورت دیکھنے کی اسوقت
اسی صحبت میں ایک نیا سینہ پیدا ہو گیا تھا اور مومنہ کے دل جذبات چونکہ یکساں
ہو گیا تھا لہذا وہ جذبات پر ظاہر ہو گئے تھے لہذا سب پر ایک حیرت کا سکوت طاری
ہو گیا تھا ناگہان مومنہ کے کان میں آواز آئی کہ کوئی پیش خدمت عورت اسکی
پشت کی جانب پکارنے لگی کہ یہی ہے کہ شاہزادی صاحبہ بڑا غضب ہو گیا شاید
ہمارے مہاراجہ صاحب آپ کے والد اپنی فوج لے کے خود آگئے ایک بہت
بڑی فوج آ رہی ہے۔ اس آواز نے مومنہ کو گہرا ریا اس کا دل دھڑکنے لگا اور
پھر کے پیچھے کی طرف دیکھنے لگی۔ کثرت اضطراب میں منصور کا ہاتھ اس کے
ہاتھ سے چوٹ گیا اور ایک سکتے کے عالم میں رہ گئی یہ سکوت منہ پر تمام ہونے
پایا تھا کہ عذرا اور لیلیٰ کی زبان سے بے اختیار کلمہ نکلا ہاں ان۔ آہ ہمارے ساتھ
نریب کیا گیا۔ پھر کے دیکھتی ہے تو کوئی شخص منصور کے پیٹ پر ہاتھ رکھے کھڑا
ہے اور دوسرے ہاتھ میں چیری تاسے ہوئے ہے اور قصہ کرتا ہے کہ چیری
مادر اس کا کام تمام کر دے اسنے نواجیک کام تمام کر دیا مہوتا گئے لیلیٰ اور عذرا نے
فوراً جھپٹ کے ہاتھ پکڑ لیا۔ جس میں چیری تھی وہ شخص جھٹکے دے دے گے
کو کشش کرتے کہ ان دونوں لڑکیوں سے ہاتھ چڑا کر دے اور کسے گرد و نون
لڑکیوں نے اس مضبوطی سے ہاتھ پکڑا ہے کہ اس کے جھٹکے میں گٹھون کے
پل گر پڑتی ہے مگر ہاتھ نہیں چھوڑتی ان پہلی نظر مومنہ نے نہیں سمجھا کہ وہ کون
شخص ہے مگر دوسری مرتبہ غور کرنے سے اسنے پہچان لیا آہ! وہ اس کا پہلا
عاشق ہے رام تھا۔

بے رام کی صورت پہچانتے ہی مومنہ ٹپٹپٹ میں آکر کٹری ہوئی اپنے نازک ہاتھ
سے تلوار کینچ لی اور جھٹکا جوش کیسا اتھرتے لگی۔ بے رام نے نہیں معلوم
تھا کہ تیری موت میرے ہاتھ میں ہے نہیں کہ بخت۔
بے رام ہم پہلے ہی سوچا تھا تو میرے دل کو آخرا بڑا صدمہ پہونچا اگر میری موت

آپ کے ہاتھ سے تو خوشی خاطر قبول کر دینگا
 سوہنا۔ اب جبکہ پیاری کے لفظ سے خیر واریا و نکرنا یہ کسکر تلوار کو حرکت
 دی جے رام منصور کا شانہ چھوڑ کے اور لیا عذرا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ
 چڑا کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور سر جھکا کے بولا۔

سر تسلیم خم سے جو مزاج یار میں آئے
 سوہنا تلوار کو سیدھا کر کے چاہی تھی گاہ ایک ہی وار میں جے رام کا سر اوڑا دے
 کہ منصور نے جبیل کے سوہنا کا ہاتھ پکڑ لیا اور کسا شہزادی صاحب اب
 آپ اسکی خطا معاف فرمائیں یہ میرا گنہگار ہے میں نے اسکی خطا معاف کی
 آپ ہی معاف فرمائیں۔

سوہنا۔ یہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اسپر رحم کیا جائے۔ یہ آپکا دشمن ہے اور
 سچ کہتی ہوں کہ یہ بہر دو غار لگا۔

منصور۔ خیر جو کچھ ہو۔ اتنی ہی اس حرکت سے درگزر کی۔
 جے رام۔ نہیں یہ بہت اچھا ہے کہ سوہنا کے ہاتھ سے مارا جاؤں آہ! یہ
 نہیں گوارا ہو سکتا کہ سوہنا کے دل میں میرے سوا اور کسیکو جگہ ملے۔
 سوہنا۔ واپسی چند خاص خادمہ عورتوں سے (جاؤ ابھی جے رام کو گرفتار کر لو۔
 جب تک میں حکم نہ دوں اسے خوب اچھی طرح حراست میں رکھو۔

ایک ایک شور مچا گا کہ کی آواز سنی جاتی ہے اور ساتھ ہی ایک فوجی افسر دوڑا ہوا
 آتا ہے اور اضطراب کے الفاظ میں کہتا ہے۔ شہزادی صاحب بڑا غصہ
 ہوا جبکہ کہتے گمان تھا کہ ہمارے مہاراجہ صاحب کی فوج ہے وہ مسلمانوں
 کی فوج نکلی آہ! ہمیں بڑا دھوکا ہوا اور دھوکے کی وجہ سے یہ ہوئی کہ کسی راجہ
 نے مسلمانوں کے ساتھ اپنی فوج کے کچھ لوگ کر دے کہ میں جو آگے آگے
 ہیں۔ اون لوگوں کو ہم مہندو خیال کر کے سطھن تے اب وہ سر پر آہو بچے تو
 معلوم ہوا کہ یہ فوج ترکون کے بادشاہ محمود غزنوی کی ہے۔ اب کیا کیا جائے

سروست کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔

اتنا شہناشا کہ موہنا کی صورت پر حضرت برہمنے لگی۔ منصور لیلیا اور عذر الکو اس نے جوڑا اور فوراً ملواری ٹیک کے کٹری ہو گئی اور جے رام کی طرف سے متوجہ ہو گئے کئے لگی جے رام چل قومی معاملہ ہے اس میں ہم اور تم دونوں ہمہ روی ہیں۔ اب کل ہم دونوں اپنی جائیازی کے جو سر دکھائیں اتنا کہ اور جے رام کو ساتھ لیکر خیمہ سے باہر نکلے۔ باہر جا کر دیکھتی ہے کہ سلطان فوجیں بالکل قریب آگئیں غزنی کا نشان ہو لیں لہذا ہمارے اور ترکی اور عربی بہادریر ہنہ ملواریں ہلاکے ہوئے ہیں آتے ہیں۔ شہنشاہی سوہنا دیکھ رہی تھی کہ سلطان محمود کی فوجیں بیل جنگ بنے لگا۔ بہادریر جے رام اگرچہ بالکل افسردہ اور دل شکستہ بنا کر یہ لڑائی کا میں اور راجپوت بہادروں کی اہمیت دیکھی کا عالم دیکھ گئے اوس کے دل میں بتائی ہوئی رگ حسرت قومی یک یک بلکہ ایسی جوش میں آگئی کہ دم بہرین سوہنا کے عشق اور اپنی ناکامی ہول کیا فوراً گھوڑے پر سوار ہوا اور راجپوت بہادروں کی قومی غیرت اور مذہبی جوش دلا دلا کے لڑائی پر آمادہ کرنے لگا۔ خود سوہنا بھی گھوڑے پر سوار ہوئی اور اوس کے ساتھ تمام عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

مہدو فوج میں دوسرے جیکارے کی آواز میں بلند ہوئیں۔ ایک تو جب سپہ سالار جے رام شان و شوکت کے ساتھ اپنے سواروں کے ساتھ کٹرا ہوا دوسرے جب شہنشاہی سوہنا سوار ہوئی۔ اور اس شان و شوکت کے ساتھ میدان میں آئی کہ اوس کے سہیلیاں اوس سے اپنے جہرٹ میں لئے ہوئے تھیں مہدو سے اس قدر جلد آراستہ اور مستعد جنگ ہو جائیگی اسید نہ تھی۔ مگر شہنشاہی سوہنا کے آتے ہی مہاراجہ امیر کی فیاضیوں اور انصاف پسندیوں کا خیال سہروں میں جوش مارنے لگا اور سب جان شہری پر آمادہ ہو گئے۔ آناؤنا میں صفیں درست ہو گئیں اور کرکٹ چتری خون کی رنگی برکتیں یاد دلائے لگے جے رام اپنے فوج کے آگے بڑھا اور اپنے بہادروں کی طرف دیکھ کے کہنے لگا بھادو

جانبازی کا یہ موقع سب دشمن کون دشمن جو ملک ناپاک ہیں ہمارے آریہ ورت
کو خراب کرتے آئے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مہاراجہ صاحب اس مقام پر موجود نہیں
ہیں مگر انکی جگہ گوٹہ راجہ ہادی سوسنا میدان موجود ہے۔ جن سپہ سگری اور سادری
تھیں خود راجہ صاحب کو یاد دلائیگی۔ یہ جگہ جے رام جوش میں آکر کہ لوگیا مگر سنا ہوا
سوسنا کا نام زبان پر لائے ہی اس کی بیوفائی اور سرد سیری کے او سے فوراً دست
کر دیا دلیں مالوسی اور حسرت مندی کیساتھ کہنے لگا۔ امنوس سیری محبت کا
نتیجہ یہ ہوا کہ آج سوسنا میرے سامنے ایک ملکش نوجوان کی الفت کا دم بھر رہی
ہے آہ بھئی او کے ساتھ محبت ہے او کی عداوت اور او کے ضرر پہنچانے
کی کوشش جیسے نہیں ہو سکتی۔ ورنہ بہت آسانی سے ممکن تھا کہ فوج تمام مہنا
کے برخلاف ہو جاتی اور جن خود سوسنا کو حراست میں کر لیتا اگرچہ مہاراجہ صاحب
کو اطلاع کروں تو سوسنا۔ رختی میں غضب ہو جائے مگر نہیں مجھ سے سوسنا
کے ساتھ ایسی دشمنی ہوگی مہاراجہ صاحب کو ایک روز مطلع ہی ہو جائیگی
اور اس کا نتیجہ ہی یہی ہوگا کہ سوسنا بہت ذلت کیساتھ گرفتار کیا جائیگی۔

جے رام نے یہیں تک خیال سیر کی تھی کہ شور و ہنگام کی آواز نے او سے خود
چونکا دیا اور وہ گہرا کرمیدان جنگ اور اپنے جان نثار جنگ آزمائوں کو دیکھنے
لگا مسلمان اور ہندو فوجیں باہم مل چکی تھیں دونوں طرف کے جانباز شجاعت
کے جو سر دکھا رہے تھے مگر التوشاش نے جو سلطان کی طرف سے فوج کا اعلیٰ
سپہ سالار تھا پہلے ہی حملہ میں صرف اپنے ہی جو انمرد سوار دن کی مدد سے راجہ
راجو توں کی حرات کا یہ بہت اچھا موقع تھا کیونکہ وہ قوم جسکے کارنامہ اگل
دنیا کے ترقی کے ذریعہ واقع ہوئے تھے لڑ رہی تھی جنہوں نے اپنے تازہ جوش
سے دنیا کا مرقع اولٹا شروع کر دیا تھا۔

لڑائی دیر تک ایک ہی رنگ میں رہی راجو توں نے دیکھا دیا کہ واپسی اداں کی
شجاعت انہیں خیالات کی متقاضی ہے کہ تمام عورتوں کو قتل کر کے میدان جنگ

میں کو دڑیں اور نیک نامی کیساتھ اپنے نہیں نیست و نابود کر دیں۔
 جیسا کہ اکثر سپاہی میں ظاہر ہوا لیکن نجاتیاب برادران ترک کے لئے جو صلہ مقدم
 بڑھے ہوئے تھے کہ راجپوتوں کی اس شجاعت اور ثابت قدمی کو وہ خیال میں
 ہی نہ لائے راجپوت بہاؤن کی آواز میں اکثر ہوا میں گونجتی نہیں اور طبل جنگ
 اور قرناکی آوازوں کو دبا دیتی نہیں۔
 داؤد طائی نے لڑائی کو اس قدر طول کھینچے دیکھا تو اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اپنی عورتوں
 کا ایک گروہ لیکر اس نے سخت حملہ کیا۔ اس حملہ کو راجپوتوں نے بہت روکا
 اور ثابت جہان بازی سے ثابت قدم رہے مگر تجربہ کار ترکی سواروں نے آخر
 اونہیں پسپا کر دیا۔ اسی طرح اس سے پیشتر ہی راجپوت کئی بار سپاہیوں کے کچھ
 دیر تک ہتھ پٹے کئے تھے مگر ہمیشہ راجہ رام کی کوششوں سے سنبھل گئے
 اور پڑی بہادری سے مقابلہ کرنے لگے اس مرتبہ راجہ رام نے جیسے ہی دیکھا
 کہ راجپوت کچھ دور تک پسپا ہو آئے ہیں اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور غزنویوں
 کے دریا موجزن میں کود پڑا۔

ضرورت تھی کہ اسکے ساتھ ہی تمام سہدو سوار بھی مسلمان سواروں میں گس
 پڑے مگر راجہ رام جس طیش سے چلا تھا اور جس مردانگی سے اوسنے اپنے انہوں
 مسلمان کی صفوں کے اندر داخل کر دیا تھا وہ ایک ایسی ادا تھی کہ اوسکے تمام
 سپاہی ایک حیرت و استعجاب کی نظر سے اوسکی صورت دیکھنے لگے اور
 گویا لونا اور غنیمت کا مقابلہ کرنا بھول گئے مسلمانوں کی طرف سے داؤد طائی
 نے جب دیکھا کہ راجپوتوں کا سردار اس شجاعت سے ہمارے گروہ میں آگیا
 ہے تو اوسنے اپنے تمام سپاہیوں کو اوس کے مقابلہ سے روک دیا اور خود گھوڑے
 کا ہاؤا دیکے اسکے مقابلہ کے لئے لگا اے نوجوان کا فر میں سمجھا کہ تو اپنی
 قوم کا سردار ہے اپنے اوپر نہیں تو اپنی نو عمری پر ترس کہتا دھوکہ میں ہے
 جوان کے جوش کو شاید نو بہادری اور شجاعت خیال کرتا ہے حالانکہ حریف کی

نظر میں تو تو مجھ سے اور ایک تجربہ کار بنزدادو ما کے مقابلہ میں تو سرگز کا سیلاب نہیں
 ہو سکتا۔ اس مقررہ کو وہ خود نہیں سمجھا مگر ترجمان نے جواب اسکے پاس آگیا تھا ہمارا
 سمجھا یا تو اسے داؤد طائی کے کلام کا مطلب معلوم ہوا اور اس کے ذریعہ کراؤ سننے
 جواب دیا ملک شمس الدین نے عمر ہون مگر لڑائی کے سبب انوں میں میری تلوار
 بڑے بڑے سن رسیدہ سپاہیوں سے زیادہ جو ہر دیکھا چکی ہے۔ اگر تجھے یقین
 نہیں آتا تو لے تو یہی مرنہ چکے کے یہ کہہ کے جے رام نے داؤد طائی پر حملہ کیا داؤد
 نے ایک کار آئز سورہ سپہ سالار کی طرح وار خالی دینا شروع کیا۔ دیر تک یوں نہیں
 لڑائی ہوئی رہی کہ جے رام جہلا جہلا کے اور پیش میں آ آگے وار کر رہا تھا اور داؤد
 اس کے حملوں کو روکنا رہا۔ آخر حملہ کرتے کرتے سست پڑ گیا اور سوخت داؤد نے
 جلا کے کہا تیرے حملے ہو چکے لے اب میرے وار خالی دے اتنا کہا اور اپنا فیروز
 وارنے ہاتھ میں لیکے پکڑ لیا۔ مگر داؤد نے دوبارہ زور دیا تو جے رام اپنے گھوڑے کی
 پیش قدمی پر دار کا نیزہ ہاتھ میں لیکے جے رام پر وار کیا اور جے رام نے گلا پکڑ لیا اور جاتا
 تھا کہ دوسرے ہاتھ سے نیزے کو چھوڑ کر تلوار کا وار کرے کہ ناگہان کیسے نیچے سے
 آکر ہاتھ پکڑ لیا اور غری زبان میں کہا بس اب جانے دیجئے میری خاطر ہے اس پر
 رحم کیجئے۔ غضب آلودہ ہو کر مڑ کر دیکھا کہ جے رام نے ایک نوع تو شخص گھوڑے پر سوار
 ہے اور جے رام کے قتل کر نیکو منع کرتا ہے داؤد کی آنکھوں کو غصے نے خیرہ کر دیا
 تھا۔ بالکل نہ پہچان سکا کون شخص ہے۔

نوجوان کیلئے نہیں پہچانا۔ بھول گئے۔

داؤد نے غور سے دوبارہ دیکھا اور پہچانے ہی پہلے تو جلا کے زور سے کہا آہا ہ
 منصور! اور جے رام کو چھوڑ کے اسکے پیچھے سے پیڑ گیا۔

داؤد۔ منصور خوب ملاقات ہوئی تمہارے لئے ہمارے مہر سیاہی کا مون
 ہو رہا ہے۔ خود سلطان کو اس کا حد نہ تھا کہ دربار اس کا ہو گیا۔

نوجوان۔ یہی تو ہمارا زمر ہے کہ ہمارے سلطان اسے رکھو اردن کے اسے

شفیق اور مہربان مین - خیر یہ باتیں بعد میں ہونگی سر دست مین چاہتا ہوں کہ آپ اس شخص (جے رام کی طرف اشارہ کر کے) کو چھوڑ دیجئے۔

جے رام خود حیرت مین تھا کہ کیا ہوا اور کیا ہو گیا۔ پہلی نظر مین اس نے ہی مسطور کو نہیں پہچانا مگر پہچاننے کے بعد دلی مین بہت نارام اور ہشیاں ہوا جو وقت داؤد اوسے چھوڑ کر منصور سے بھاگ گیا تھا۔ اوس وقت بخوبی حقیقت تھا کہ جے رام کو ایک وار مین داؤد کا کام تمام کر دیتا۔ مگر حیرت سے اسے اپنے ہوش و حواس مین نہ رکھ سکا اور جب ہوش آیا تو منصور کو پہچان کر دل مین کہنے لگا اب حملہ کرنا یا لڑائی کا قصد کرنا انتہا اور

کی بزدلی ہے۔ افسوس یہ وہی شخص ہے جسکے لئے مین اپنی جان سے بیزار ہوں جسکی وجہ سے پیاری نو سنا کے دل پر مجھے بالکل کامیابی حاصل نہ ہو سکی آہ۔ یہ دو بارہ مجھے احسان کر چکا اس نے دو مرتبہ میری جان بچال آسانی سے ممکن تھا کہ مین اس سے مقابلہ کر کے اپنا اور اس کا فیصلہ کر لیتا مگر اس کے احسان نے میری نظر اس کے سامنے جبکا دی اب کس منہ سے مقابلہ کا نام لوں کہنا شک بھائی اختیار کروں۔ جے رام تو ان خیالات مین مہو ہو رہا تھا اور ہر داؤد نے مسطور سے کہا۔ اب یہاں سے یہاں مین بھاگ لیگا۔ پہلے چکے ہمارے سلطان کی قدمبوسی حاصل کر لیجئے۔

منصور۔ چکے وہ دونوں روانہ ہوئے۔
سلطان محمود غزنوی اپنے شاہی گارو کے خدمت مین تمام فوج کے پیچھے کھڑا تھا علم سلطانی ہوا مین لہرا رہا تھا اور اس کے سپہرے کی حرکت کیسا متہ مجاہدین اسلام کے دل مین ہوش جا بھاری تھی کہ انہاں ہوتا تھا خاص امیران فوج سلطانی کی جلو مین تھے اور رٹائی کے اور رٹائی کو دیکھ دیکھ کے رائے زنی کر رہے تھے۔

سلطان۔ ہند مین نے بہت سے ہندو نو جوان۔ سے مقابلہ کیا گیا مگر ان لوگوں کے ایسی جری اور جانناز مند و میمنہ ہو چکے۔

ایک دفعہ افسر۔ حضور واقعی یہ تو گنہگار ہے جری اور بہادر ہیں اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ افسر بہت کم معاف ہوئے ہیں۔ وہاں دو ایک۔ لو جوان اللہ تعالیٰ

جو اپنی عمر اور وضع سے بہت جرات کر رہا ہے۔ مگر یہ کیا اس کی تو کاکلیں چھوٹی
ہیں کیا عورت ہے۔

سلطان۔ ہاں بیشک عورت ہی ہے جس طرح وہ اپنے ستین بچا بچا کے لڑکی
ہے اس سے اس کے عورت ہو نہ کلجے یقین ہو گیا۔ مگر میں بتائیں جاننا متا کہ
راجہوٹوں کی عورتیں بھی ایسی جبری اور شجاع ہوتی ہیں۔

افسر۔ حضور اس کے مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصول جنگ سے بھی خوب
واقف ہے صرف تو ہی جوش سے نہیں آئی ہے بلکہ پیشتر سے فن سپہگرمی میں
کمال حاصل ہے۔

سلطان۔ ابھی تک منصور کا پتہ نہیں لگا۔ خدا جانے وہ کس نصیبت میں مبتلا
ہو گا افسوس اس کے نہونے سے لڑائی میں میرا دل نہیں لگتا۔ خدا کی راہ میں
جیسی جاننا زبان اس نے دکھائیں اور کسی کے بمشکل ظاہر ہوئی۔ اور کیوں نہ ہو
آخر کس نسل سے ہے اور سلطان کی یہ تقریر ختم ہوئی اور سردار و خاں منصور
کو لئے ہوئے حاضر ہوا اور جوش مسرت میں چلا کے نئے لگا رہا

ابلی ورجان باغی با اقبال
جوان نخت و جوان دولت جہاں سال

دوست شاد و دشمن پامال۔ حضور منصور ملگیا اور قد مہوسی کو حاضر ہوا ہے۔ سلطان
نے جوش کے لہجے میں کہا "ہیں کہاں سلطان کی زبان سے اس لفظ کا نکلنا متا
کہ منصور بڑا۔ جبکہ کہ رکاب چومی اور دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا۔

سلطان۔ منصور ہمارے لئے سب لوگ بیتاب تھے تم کہاں تھے ہا اور
کس حال میں تھے۔

منصور۔ حضور میں ہر طرح خیریت سے تھا سلطان حکم کی تعمیل کو جہوقت
جے رام کے قہجے روانہ ہوا میں نے سمندہ کی حدود میں پہنچنے تکے رام کو معہ ایک
غیر انہوں کے گھیر لیا تا کہ ان کی شوڑی ہی دیر ہوئی اور آخر کار منہ و مہاگ لے گئے

بسے یہ غلطی کی کہ تعاقب میں وہ تک نکل گیا بجے کچھ خبر نہ تھی کہ بجے رام کا کیا
 حشر ہو گا۔ مگر جب اپنی فوج سے زیادہ دور نکل گیا تو مضروبین کی ایک گروہ نے
 جمین کم از کم پچاس آدمی ہونگے بجے آ کر گیسر لیا میں نے اول تو مقابلہ کیا مگر
 آخر زخمی ہو کر گرا اور گرفتار کر لیا اور وہ لوگ بجے سندھ کی طرف لئے جاتے
 تھے کہ سیری قسمت نے سیری سید مدیاں صحرا کے سندھ میں سید اکوڑ کے ایک
 اسلامی فوج نے جس میں پانچ چھ سو آدمی تھے ان تمام سندھوں کو گیسر کے قتل
 کر ڈالا اور بجے ان کے ہاتھ سے نجات دلوائی بچے حیرت تھی کہ یہ لوگ یہاں
 کہاں سے آ گئے اور کون لوگ ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ ان
 اسلامی خاندانوں میں سے ایک خاندان کے لوگ ہیں جو محمد بن قاسم کے ہمراہ
 سندھ و سرستان آئے تھے اور یہیں آباد ہو گئے تھے جبے ان لوگوں سے ملکر ٹہری
 خوشی ہوئی اور وہ سچی اسلامی اخوت کیساتھ بجے ملے ہیں انہیں لوگوں میں رہنے
 لگا چونکہ وہ لوگ سندھ و راجاؤں کی موجودہ شورش کے خوف سے بلوچستان
 کی طرف بھاگے جاتے تھے میں بھی اوسکے ساتھ مغرب کی طرف روانہ
 ہوا اتفاقاً ایک سروریزہ سندھ و فوج کے جواب کے مقابلہ میں ہے جس پر ناگمان
 آن چڑی اگرچہ اس خاندان کے لوگ نے کیا مرد اور ک عورت بڑی مردانگی و
 مقابلہ کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ قتل ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے گرفتار شدہ لوگوں
 میں جن میں ہی تھا اور اس وقت سو فوج پاس کے بھاگ آیا اور حضور کی قدمبوسی کی
 عزت حاصل کی۔

منصور بیان شک عرض کر پاتا تھا کہ زیادہ شور و غل کی آواز آئی اور تمام لوگ
 کیا سلطان کیا منصور اور دیکھنے لگے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ راجپوت کو شکست
 ہوئی اور ان کے جو انمردانہ سر اگرچہ اپنی تمام فوج کے آگے کھڑے روک
 رہے ہیں اور لڑائی کا جوش و لہر ہے مگر وہ ہرگز نہیں سستے اور بھاگتے چلے
 جاتے ہیں۔

سلطان - (خوش ہو کر) منصور سے دشمنوں کو شکست ہوئی اور خدا نے ہمیں فتح نصیب کی اور سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ تو مل گیا۔ اب دیکھ میں اُن کافروں کو کیسی سخت سزائیں دیتا ہوں اور اُن کے افسروں کو جنہوں نے تجھ پر ظلم اور اُس عربی خاندان کے لوگوں پر ظلم کیا بتاتیرے سامنے بلا کر قتل کرتا ہوں۔

منصور - خداوند نعمت کو جو مجھ ذلیل کے ساتھ مہمروی ہے اس کا یہی معاوضہ ہے کہ اپنی جان حضور پر نثار کروں مگر ایک امر کا آرزو مند ہوں اور اسید ہے کہ جہان پناہ اوسکو قبول فرمائیں گے۔

سلطان - تیری جو تمنا ہو بیان کر۔ میں اوسکے پورا کر نیکا عہد کرتا ہوں۔ منصور - اس فوج کے سردار ایسے شریف اور نیک ہیں کہ کفرستان ہند میں ایسے لوگوں کے ملنے کی امید نہیں ہو سکتی۔ یہ راجہ اجیر شمس کی فوج ہے سلطان لوگوں کا سب حال بخوبی معلوم ہے۔ راجہ کے وزیر کا بیٹا ہے رام اور خود راجہ کی بیٹی سوہنادو لون اس فوج کے سردار ہیں۔

سلطان - راجہ کی بیٹی سردار ہے یہ کیا؟ منصور - سلطان عالم عجیب شریف اور نیک نفس آدمی ہے۔ ہلوگوں کو چونکہ جرات اور شجاعت سے مقابلہ کیا تھا۔ اسلئے اوسنے ہماری قدردانی کی اور نہایت خلق و مروت سے پیش آیا ہلوگوں کو قید میں گھر سے زیادہ راحت ملی۔

سلطان - اور میدان جنگ میں اگر مقابلہ ہی کرتی ہے۔ منصور - جہان پناہ بڑی شجاعت سے مقابلہ کرتی ہے۔

سلطان - تو شاید وہی ہوگی جبکو میں نے ابھی جنگ میں گھوڑا دوڑاتے دیکھا تھا منصور اگر ایسا ہے تو جا اور جھڑکھن مو او سے عزت کے ساتھ لے آؤ۔ اسلئے کہ مجھے اس احسان کا معاوضہ دینا ضرور ہے جو اُس نے میرے ساتھ

کیا اب ہندو کو شکست ہو چکی ہے اور ان کے سپاہی بری طرح قتل ہو رہے ہیں اور ذلت کے ساتھ گرفتار کئے جا رہے ہیں۔ ایسا سنو کہ میری فوج کربانوں اورے کوئی صدمہ پہنچ جائے۔

منصور۔ (سلام کر کے) حضور میں جانا ہوں اور اُسے لئے آتا ہوں۔
 یہ کہہ کے منصور رخصت ہوا اور میدان جنگ میں جا کے سپاہیوں کے ہجوم میں غائب ہو گیا اب اس وقت ترکی سپاہی اور عربی سہراؤ مارا جوتوں کا قتل و قمع کر رہے ہیں ہندو سپاہی اور سہراؤ سہراؤ پھرتے پھرتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی بڑی دیر تک یہ تماشا دیکھتا رہا۔ بعد منصور چند لوگوں کو اپنے ساتھ لیکر حاضر ہوا۔ سلطان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر اور سر نیاز جبکا کر۔ عرض کیا۔ حضور اُس شاسنراوی کو لے آیا اور اُس کے ساتھ اُن لوگوں کو بھی لایا ہوں جن کا حال سنے آپ کو اُن کے ملنے کی خوشی فتح سے زیادہ ہوگی۔
 سلطان۔ پہلے اوس شاسنراوی کو بتاؤ اور میرے سامنے پیش کرو۔ پھر اُن باقی ماندوں کو لوگوں کا حال بیان کرنا۔

منصور نے شاسنراوی موہنا کی طرف (جواو کے پیچھے تھی) اشارہ کیا اور کہا اُو نیک نفس اور فیاض و قدر شناس شاسنراوی یہ ہے۔

سلطان۔ ہاں اس لڑکی کو میں نے جنگ میں بڑی سرگرمی سے ترکوں کا مقابلہ کرتے دیکھا تھا واقعی یہ قدر کے قابل ہے اسے ہمراہ لے جا کر نہایت عزت و آرام سے رکھ پیر و بہار میں باقیں کرونگا اور کون لوگ ہیں او کو بھی سامنے لاؤ منصور۔ بے نسل انصار کے جس خاندان کا تذکرہ کیا تھا اُس کے تمام لوگ تو لڑائی میں مار گئے۔ مردوں میں بچنے نامور تھے سب اس فوج کے مقابل میں شہید ہو گئے۔ ہاں چند مرد اور اُس کے ممتاز بہادر و نکی دو لڑکیاں گرفتار تھیں جن کو بھی حضور کی قدر مبوسی کے لئے لے آیا ہوں۔

سلطان۔ منصور تیرے اس جملے نے مجھے خوش کر دیا ہاں اکسان انصار کی

سبارک باد گارین اور کسان بن خوش نصیب ہوں۔ تباؤ وہ کون ہیں کہ میں انکی زیارت کروں۔

منصور بے لاد و عذر کو پیش کر کے کہتا ہے ایک رئیس قوم محمد بن صالح کی پوتی ہے اور ایک اوسکے بہائی کی پوتی ہے۔ یہ لڑکیاں نہایت ایماندار بہولی اور پاک نفس ہیں۔ میں شائے اوی موسہا کا احسان مند ہوں کہ اوسنے لڑکیوں کے ساتھ بہت اچھا خیر بھائیہ سلوک کیا۔

سلطان۔ خد اموسہا کو ہدایت کرے اس نے جب قدر باتیں کہیں سب ایک مسلمانوں کی شایان ہیں مجھے ایک ہندو لڑکی سے ایسی فیاضانہ مہر دی اور رحمدلی کی امید نہ تھی۔

منصور۔ حضور موسہا اگر اوسکے اخلاق اور پاک طینتی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو فرشتہ ہے اور جن و جمال کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پری ہے۔

سلطان۔ منصور سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ داؤد طالی ایک نوجوان ہندو گرفتار کر کے لایا اور بادشاہ کی رکاب چومکر عرض کرنے لگا حضور یہ ہندو فوج کا سردار ہے اسکی کوشش سے راجپوت اتنی دیر لڑتے رہے سلطان اقبال اور خد اکی تائید نے میری مدد کی میں نے اس کا فرزندہ گرفتار کر لیا۔ اور اسوقت حضور کے سامنے کھینچ لایا۔

سلطان۔ ایسے نامی کا فرزند کو زندہ نہ رکھنا چاہئے اسکے سامنے تبلیغ اسلام کر اگر قبول کرے تو بہتر ورنہ ابھی قتل کر ڈال۔

منصور۔ حضور میں اسکا احسان مند ہوں۔ میں باکمال ادب التجا و خواست کرنا ہوں کہ یہ نوجوان راجپوت میرے سپرد کیا جائے۔

سلطان۔ منصور تیری خاطر سے یہ اسکے حضور معاف کر کے اچھا سلوک اپنی سامنے رکھ اور واپس چلے میرے دربار میں حاضر کرنا۔

منصور۔ سر نیاز جبکہ کہ بسرو چشم۔

سلطان۔ داؤد اب واپسی کا حکم دے مین افغانستان کی گھاٹیوں میں پہنچکر دو روز
 ٹھہر دنگا اور اسکے بعد سید ہا غزنی چلوں گا۔

فوج میں واپسی کا حکم دیا گیا اور تمام سپاہی خوش شادان و فرہان شمال کی طرف
 واپس روانہ ہوئے۔

نوان باب

نظرے خوش گذرے

وہ سنگستان سلسلہ جو پشاور کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور شمال کی طرف۔
 ہمالیہ کے چوٹیوں سے ملتا ہوا گوہر مند و کش تک چلا گیا اسکے بعد منظر بہت
 دلچسپ اور نہایت دلغریب واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ برہنہ باری اور نیز وحشی اور
 رہزن قوموں کی وجہ سے یہ مقامات اکثر سنسان اور خوفناک رہا کرتا ہے
 مگر جن لوگوں کو ان پہاڑوں کی سیر اطمینان کے ساتھ نصیب ہو جاتی ہے وہ قیصر
 کی بہار دیکھتے ہیں اور ان کے دل میں صانع قدرت کی وقعت ساعت بسا
 زیادہ ترقی کرتی جاتی ہے صحرائی درندے کثرت ہیں اور ان آدمیوں کے ہم
 پیش ہیں جو اکثر یہاں بھرتے اور سیر کرتے نظر آتے ہیں۔ ان درندوں کی آوازیں
 ان دلغریب منظر دن کو ہمیشہ ہولناک بنا دیا کرتے ہیں۔ ہاں اگر لطف حاصل
 ہوتا ہے تو ان طیور سے جو ہمیشہ سبز و زاروں میں سرخواروں کے زندہ دل چمان
 اور بزم قدرت کے خوش گلو ہوا کرتے ہیں اس وقت جبکہ تھنے اپنے دوستوں
 کو اس دلچسپ سین میں پہونچایا ہے یہاں معمول سے زیادہ لطف پیدا ہو گیا
 ہے اس لئے کہ اگر کا ایک ٹکڑا برس کے ٹکلیاں امداد آسمان کے نیلگوئی گرد و غبار
 سے صاف ہو کر خوب نکھری نکل آئی ہے۔ اگرچہ ابر برسینے والا نہیں ہے
 مگر سفید آبدار کاجال آسمان پر چڑا ہوا ہے جسے ہوائے تند کے جھٹکے ابر
 اور ہواؤں کے ساعت بساعت ایک نئی وضع میں دکھائی ہیں سبز و زار کی

شادابی خوب اوہر کے چمک رہی ہے اور ہر ہرے درختوں کے رنگ میں اس
 قیامت کی دلگیری ہے کہ دل بے اختیار اونکاشیدہ ہو اجاتا ہے۔ ایک ایک
 ایک طرف سے فوجی طبل کی آواز آئی اور آتے ہی چاروں طرف کی پہاڑیوں میں
 گونجی یہ سین بالکل آواز سے بھر گیا اور وحشی مخلوق نے اس سین میں ایسی ہتھکڑی
 بپھرائی پیدا کر دی کہ سب کے سب گہرا کے اوڑھے اور جگہ درجگہ فضا کے
 عالم میں چلکر پہاڑیوں کی اونچی چوٹیوں پر جا جا کے بیٹھنے لگے طبل اور قرنا اور تمام
 فوجی باجون کی آوازیں اس قدر غالب ہو گئیں کہ وہ سین جو ابھی بزم عشرت معلوم
 ہوتا تھا اور جمین طیور کی نغمہ سرائی اس نے سر و لہارہ کیلئے ایک ازخود رفتگی کا سامان
 کر دیا تھا وہی سین اسب میدان رزم بن گیا اور شاہی رعب و ادب اور اسلامی سیاست
 و حیرت نے ان طیور کو جو اوڑا اوڑا کے اونچی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جا بیٹھتے
 تھے وہاں سے بھی اوڑا دیا گیا ناگمان ایک انفسر نے جو عالم اسلام ہاتھ میں
 لئے تھا آگے بڑھ کر ایک سطح مقام پر بیڑہ گاڑ دیا۔ وہی جمین و دولت خزانہ
 کا جبروت ظاہر کرنے والا بیڑہ لگا ہوا تھا ہوائے تند کے پیر پرہ کے ساتھ۔
 شوخیان کرنے لگی اور پیر پرہ نے اپنے لہرائی رعب و داراواز سے دکھانا
 شروع کیا وہ کس اقبال وشت مندی کیساتھ سرزمین سند سے واپس آیا
 ہے اس جہت کو ایک خاص مقام پر نصب دیکھنے کے کل سوار ٹھہر گئے اور افسر
 سر طرف بڑھ کر کے قیام اور طبل و گانہ بان کرنے لگے بہت بہرتی سے کام لیا
 گیا اور توڑی درمیں اوس منظر کی صورت بد لگئی یا تو کہلا ہوا میدان تھا کسی
 طرف انسان کا نام و نشان نہ تھا اب جو دیکھتے ہی تو سر چار طرف خیمے ہی
 خیمے نصب ہیں آدمی ادھر ادھر سے سر کر کے پیر پرہ ہیں بازار لگے ہوئے ہیں
 بازار لگے ہوئے ہیں جابجا نشان اور حشد بان اٹھ رہی ہیں وہ جیل جمین نہروں
 پہاڑیوں کی لمبائی سے آکر گرتی ہیں نہروں سے رہی ہیں۔ موزن۔ بے اس فوجی ٹیم
 ناممکن ہے ہوا کی آواز کے ٹیکر سے پرشائی خیمہ کے قریب قرار دیکھی تھی باہر

نفل کے باواز بلند اذان دی اور وہ آواز سراپا جلال جو سند و ستائے تکملہ و ن
کو در ہم بر ہم کرائی تھی ان سرحدی پہاڑیوں کے سین کو بھی خدا بے واحد لا یرا
کا نام سنتے ہی تمام پیر و توحید اور مجاہدین اسلام کی زبان سے بیانتہ کلمہ اللہ
اکبر نکلیا اور وہ بہادری و دنیا کے تخت و تاج الٹ کے مرد میدان بن گئے تھے
کچھ خوف زدہ تھے سہو کے کانپ اٹھے اور تمام عساکر اسلام کے جوش و خروش
کو اس آواز نے چاہے کسی اور موقع کے لئے بڑھا دیا گیا مگر اس وقت فرار کے
سب کو ساکت کر دیا سپاہی جوق جوق جیس اور خروں کے کنارے بیٹھ بیٹھ
کے وضو کرنے لگے اور مسجد کا تمام صحن جو بہت بڑا رکھا گیا تھا اور نمازیوں سے
بہر گیا اور کچھ دیر انتظام رہا فرار ویر کے بعد خود سلطان اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے
مسجد میں داخل ہو گئے تو موفن نے اور لشکر تکبیر گزنا شروع کی سب لوگ بھی کھڑے
ہو گئے اور افسران فوج جڑہ جڑہ کے درست ہونے لگے امام نے پیروی جلال
آمینہ کلمہ اللہ اکبر اور نیت باندھ کے نماز ادا کی جس مقام پر یہ مسجد تھی اس
سے ذرا شمالی کی طرف سہٹ کے ایک سرسبز پہاڑی ہے اور اس کے ہر طرف
ریختوں کے نیچے لہرائی ہوئی کئی بہنیں آتی ہیں جو اس کے جیل میں گرئی ہیں اور
اس وقت بوجہ اسکے کہ پانی برس کے کھل گیا ہے خروں سے زیادہ پانی آتا
ہے اور بڑے زور شور کیساتھ جیل میں گرتا ہے اس پانی کے گرنے کی آواز کی
وجہ سے موفن کی آواز جو رکوع اور سجود کے وقت زور سے اللہ اکبر بلند کرتا ہے
دور تک پہنچ جاتی اور اس سبزہ زار تک جو پہاڑی اور جیل کے درمیان میں
واقع ہے صرف پانی ہی کی آواز سنی جاتی ہے اسی سبزہ زار میں عام لشکر گاہ
سے علیحدہ بہت سے خیمہ نصب ہیں جن کے گرد سخت جنگی پہرہ ہے اور افغانی
سپاہی اور غزنوی اور عربی جوان بڑی سرگرمی سے جنگی تلواریں ہاتھوں میں جا رہے
طرف ٹھہر رہے ہیں مگر ان لوگوں کے خیمہ سے باہر ایک ستر کے بالکل گناہ
ایک چھوٹا سا خوشنما خیمہ ہے مگر وہاں ہی ترکی موجود ہیں اور انکی وضع اور حرکات

سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کی غرض سے بنین بلکہ اس شخص کی خدمت کے لئے بنین جو خیمے میں ہوگا یہ تمام خیمے کن لوگوں کے بن اور انکی حراست کیجاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرزمین ہند کے بد نصیب قیدی بنین جو پہلے مہاراجہ اجیر کے وفادار جان نثار تھے اور آج دولت غزنویہ کے قیدی اور خدا جانے آگے کیا حشر ہوگا۔

مگر اس خیمہ میں کون ہے جو ان سے علمیہ مہٹ کر اور زیادہ عزت کیا مہٹ کر کہا گیا ہے اس میں مہاراجہ اجیر کی جگہ گوشت کنواری موہنا ہے جس کی جدائی نے راجہ کے دل کو خدا جانے کیا صدمہ پہنچایا ہوگا۔ موہنا نے حبیب احسان کو جو ان منظور کے ساتھ کیا تھا اس سے زیادہ منظور اوسکے ساتھ بخلق و مروت پیش آیا اگرچہ سلطانی حکم کے بموجب اوس کا خیمہ قیدیوں کے خیمہ کے نزدیک رکھا گیا۔ مگر اور سر حیثیت سے اوسکی خاطر و مدارات اور دلہی بن کوئی وقتہ فرو گذاشت بنین کیا جاتا تھا۔ خود منظور کا خیمہ کو کہ سلطان خیمہ کے پاس تھا مگر وہ اکثر اوقات اسی خیمہ کے قریب رہا کرتا تھا۔ لربا عذرا اور اوسکی بہن لیلیا کو بھی اور بن شانسراوی موہنا کے خیمہ میں رکھتا تھا کہ موہنا کے دل میں کسی قسم کا خیال نہ گذرے سفر کے اوقات میں جبکہ فوجیں قطع منازل ہوتی تھیں وہ اسی محل کے پاس رہا کرتا تھا جس میں شانسراوی موہنا ہوتی تھی اور اوسکو بعد ہی عذرا اور لیلیا کے محل ہوتے تھے۔

اس وقت اولے کے ناز کے لئے منظور موہنا سے رخصت ہو کے گیا اور بعد از رخصت فوراً واپس آئیگا وعدہ کر گیا ہے اس خیمے کی بیٹھنے والیاں دلی دلی میں اس کا انتظار کر رہی ہیں اور بار خیمے کے بیروں کی حرکت پر ناگاہک دیکھ لیتی ہیں انتظار کی باتیں جب جہاں تو موہنا لیلیا کی طرف متوجہ ہوتی اور گفتگو لگی موہنا۔ منظور اسی تکب بنین اے ابھی آئیگا کہ گئے ہیں؟ لیلیا۔ ہاں وعدہ تو ابھی آئیگا کہ گئے ہیں۔ شاید سلطان نے کسی کام کے لئے

روکے لیا ورنہ تھی ورنہ ہوتی۔

سو مہنا۔ نمازگشتی ویرین ہو جاتی ہے۔

لیڈلا۔ غار ورم بہرین ہو جاتی ہے۔ ہاں لوگوں کے انتظار میں جھنڈے ورم ہو۔

سو مہنا۔ سلطان نے روک لیا ہوگا تو میں جانتی ہوں کہ ویرین آئیں گے۔

لیڈلا۔ ہاں کسی بجال ہے کہ بغیر اجازت کے سلطان ورم بار سے اٹھ کے چلا جائے

یہاں پر وہ اوٹھا اور ویرین ورم ہو جانے منصور خیمہ میں داخل ہوا اور اسکی صورت

دیکھتے ہی یہ سب عورتیں ویرین خوش ہو گئیں۔

منصور۔ آپ کو گئے بہت دیر ہوئی کیا سلطان سے کچھ باتیں کرنے لگے تھے۔

منصور۔ نہیں صرف غار میں ہی مشغول رہا۔ جھنڈے ویرین لوگوں کے انتظار

میں ہواں سپاہی ابھی ابھی صحرائین ٹھہرے تھے اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول

ہو گئے تھے انہیں آئے آئے بہت دیر ہوئی۔

سو مہنا۔ سیر اول آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے گہرا اوٹھا تھا۔

منصور۔ خاص آپ کی دلچسپی کے لئے میں نے عذر اور لیڈلا کو بھی ہمیں رکھا۔

سو مہنا۔ مگر میں تو سب شہزادے گہرا یا کرتی ہوں۔

یہ جواب سنے کے منصور چپ ہو گیا اور ویرین سوچنے لگا کہ سو مہنا کے ساتھ کیا کارروائی

کی جائے گا اور اس کے مذہب کی موافق اس کے کمانے بیٹے کا انتظام کروایا جائے

تو اس سے کسی قسم کی تعلیف نہیں ہے مگر وہ زیادہ اس امر کی آرزو مند ہے کہ میں اور

پاس بٹھار ہوں۔ سیر کے نزدیک اس کے پاس رہنا زیادہ مناسب نہیں ہے

اویسی کے حق میں مضر ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے محبت کرتی ہے مگر اول تو

سیر کے دل میں عذر دانی الفت کا نقش قائم ہو چکا اور جودل میں عذر کو چھپکا

تو ممکن نہیں کہ اور کسی کو دیکھوں دوسرے سو مہنا اپنے ملک اپنے خاندان میں

سخت بد نام ہو گیا اپنے باب اور عزیزوں کی نظر میں ذلیل ہوگی۔ اگر وہ ان

باتوں کا بالکل خیال نہ کرے۔ سیر کی بد نامی ہوئی اگر میں اور اسکو اس کے محبوبہ بامعاش

سے نہ رد کون منظور ویر تک ان خیالات کے دریا میں غرق رہا مومن اور عذر ا
 لہذا سب منتظر بنیں کہ منظور سہاگہر شنگشنگی اور دہلی کیساتھ باتیں کرے مگر وہ
 فکر کر کے بیابان میں اس شدت سے گرم سیر ہتا کہ جو جو دیر ہوتی تھی اس کے لشکر
 سے ممکن کے شمار بھی نمایاں ہوتے جاتے تھے۔

ناگمان ایک خاموشی نے آکر عرض کیا۔ حضور سلطان نے یاد فرمایا ہے اور آپ کے
 منتظر بیٹھے ہیں۔

منصور۔ (چونکا کر) مجھے کچھ کام ہی آتا تھا اور اٹھ کھڑا ہوا اور بیٹھ بٹھکتا
 ہو کر دربار سلطانی کا راستہ لیا۔

جبوقت منظور سلطان کے خیمہ میں پہنچا ہے اسوقت تمام اہل دربار جمع تھے
 اور شعرا تنقید اور فحندی کے اشعار پڑھ پڑھ کر سلطان کے حوصلے اور دلہلے
 میں ایک تازہ جوش پیدا کر رہے تھے۔ گذشتہ کامیابی اور فحندی نے سلطان
 محمہ وادراوس کے فوجی افسر کیا معنی سہرا سلامی سپاہی کے دلیں ایک دلو لہلہ
 کر دیا تھا پہلا دربار جو اطمینان کیساتھ اس تعصب کے دور میں بہت برستوں
 اور مشرکوں کی نسر میں سے نکلا افغانستان کی حدود میں قائم ہوا تھا شعرا کو سب
 سے عمدہ موشگفتہ اور فتح ارا کر نیکا اسی دربار میں ملا تھا شعرا ہی کون جنگی بعد
 نظم نارسا الہین کے رنگ اور انہیں کی تخلیق پر چلتی رہ گئی۔ فردوسی کے یزید و
 مصرعے کہ جکا سر ہر لفظ ایک رجز کا آخر دکھاتا۔ ویر تک تمام دربار کے حاضرین
 کو خاصوش بنائے کرے جب شعرا کو اپنی طبع آزمائی کا زمانہ دیکھنے سے فرصت
 ملی تو سہرا داران فوج نے اڑھ اڑھ کر سلطان کو مبارکباد دی ان باتوں کے بعد
 اہل دربار کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا جہاوردان اسلام الحمد للہ کہ آج ہم
 سب اپنے وطن کو سرخرو اور کامیاب جاتے ہیں تمہاری جرات اور شجاعت
 نے جو یہ تمہارے نذر کیا ہے یعنی بہت پرست قیدی اعلیٰ نسبت تمہاری
 کیا راستے ہے۔

منصور۔ حفہ رکا اقبال ہمیشہ یوں ہی بلند رہا اور دشمن کو سلطان علم کے سامنے
یوں ہی ذلت نصیب ہو میری رائے کے من تمام قیدیوں کو بالفعل یوں ہی مہاروی
ساتھ غزنی جانا چاہئے۔ وہاں پہونچکر حضور کی مرضی کے موافق ان کا فیصلہ
کیا جائے تو مناسب ہے۔

سلطان۔ منصور اچھا دین تیری رائے کو تسلیم کرتا ہوں۔ راجہ کی لڑکی جو تیرے
سیر و کیگی تھی وہ کسان ہے اور کیا وہ بھی غزنی چلیگی۔

منصور۔ جو حضور کی رائے ہو مگر میرے نزدیک تو وہ رحم اور شفقت سلطان
کی مستحق ہو اس نے ایک جان نثار سلطان کیساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔
ایک عالم دربار۔ حدیث میں آیا ہے اگر کو مواعظ سے قوم نریل حتیٰ ال
مکان نیک کو سلوک کرنا چاہئے۔

سلطان۔ اوس کے ایسے شریفانہ برتاؤ کا معاوضہ کیونکر کیا جائے
عالم حضور میرے نزدیک تو سب سے زیادہ یہ مناسب ہو کہ وہ نہایت
قدرومنزلت اور عزت و احترام کیساتھ اپنے باپ راجہ اجیریش کے پاس
بہج دی جائے اس کا رروائی سے تمام راجاؤں پر حضور کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔
راجہ اجیریش حضور کا درم ناخریدہ غلام ہو جائیگا اور اوسکی بیٹی کی دلی آرزو پوری
ہوگی۔ اور قطع نظر ان تمام باتوں کے انسانی جمیت کا مستحق ہی ہے۔
سلطان۔ میں نے اس بارہ میں منصور کو مختار کر دیا۔ منصور تم ہی اس رائے
سے اتفاق کرتے ہو۔

منصور۔ حضور نہایت مناسب (دلیل) اگرچہ سوہنا یہ شکر دل میں بہت
رنجیدہ ہوگی مگر کیا کیا جائے اب اسکے سوا اور کس طرح ممکن نہیں کہ مجھے اس
جنگ سے نجات ملے۔

سلطان۔ اچھا تو اب یہ تجویز کرنا چاہئے کہ یہ لڑکی کو نکرا دیکے ہمراہ ہمارا راجہ
اجیریش کے پاس بھیجی جائے اس لئے کہ اب ہم راجہ پوتا کی سرحد سے بہت دور لڑ

آئے ہیں راستے ڈاکوؤں اور لوٹروں سے بھرے ہیں۔
 منصور۔ حضور خود راجہ کی فوج کے بہت سے لوگ گرفتار ہیں ان میں سے
 چند اور لوگ منتخب کر لئے جائیں جو راجہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لیجائیں اور بعض
 راجپوت سلطان کے جان نثاروں میں شامل ہوں انہیں سے کوئی مسعز زاور
 لایق حضور کے طرف سے ہمراہ چلا جائے کیا خوب ہو اگر بلدیہ سنگھ جو ایک
 عرصہ سے حضور کے دامانِ عاطفت میں پرورش پا رہا ہے اور مختلف موقع پر
 آستانِ سلطانی کا جان نثار ثابت ہو چکا ہے وہ موہنا کے ہمراہ روانہ ہو۔
 سلطان۔ منصور مجھے تیری رائے سے اتفاق ہے بلدیہ سنگھ اس شاہی خیمہ
 میں ایک طرف مودب بیٹھا ہوا تھا سلطان نے اس کی طرف دیکھا تو وہ فوراً
 اڑ پڑا۔

سلطان۔ بلدیہ سنگھ تم میری طرف سے اس لڑکی کے ہمراہ جاؤ اور اسکو میری
 طرف سے اس کے باپ کے پاس بطور ہدیہ کے پیشکش کرو۔ اس سے کہہ دینا
 کہ تیری سرنانی نے اگرچہ تجھے اس انعام اور اس دوستانہ تعلق کے قابل
 نہ کہتا مگر تیرے ساتھ شریفانہ برتاؤ سے پیش آتا ہوں۔ تیری لڑکی جس کو
 یہاں دسہرم کی ٹنڈداشت کی گئی اور جسکی عزت و آبرو کو میں نے بہت ہوشیاری
 کیساتھ بچایا ہے وہ تیرے پاس اسطرح پاکدامن بھی جاتی ہے اسے انوکھ
 میں بیٹھا اور خدا کا شکر ادا کر جسکی خدائی کو تو نے اپنے اعتقاد و شرک سے انکسار
 نہیں مانا۔ موہنا نہایت غریب خیال کی لڑکی ہے۔ خبردار تو اسکو نہایت
 عزت اور تعظیم کیساتھ لیجانا اور ہمیشہ اس سے بادب پیش آیا۔

بلدیہ سنگھ۔ (سربا جھکا کر) خداوند۔ میں نہایت ادب کیساتھ اس کے ہمراہ
 جاؤنگا اور احکامِ سلطانی کے بجالانے میں پوری سرگرمی دکھاؤنگا۔

سلطان۔ منصور تو جب کہ موہنا کو یہ خوشخبری سنا اور راجہ جیروش کے قیدیوں
 میں سے جن جن کو تو وہاں پہنچانا چاہتا ہے انکو منتخب کر کے کیونکہ اس بارہ

مین نے سنجے پورا اختیار دیا ہے۔

منصور اسوقت یہ شفقت آمیز خطاب شاہی سنکے اور نہ کھڑا ہوا آداب شاہی بجالایا اور شاہی خیمہ سے نکل کے روانہ ہوا۔ راستہ میں وہ اپنے دل کی باتیں کرتا جاتا تھا اور پریشان تھا کہ سوہنا سے اس مضمون کو کیونکر بیان کرے وہ اپنے دل میں بھولی سمجھا ہوا تھا کہ سوہنا اس احسان کو احسان نہ سمجھے گی وہ کیسی طرح نہیں چاہتی کہ اپنے باپ کے پاس جائے۔ مگر جب اپنی حالت کا خیال کرتا تھا تو اور زیادہ پریشان ہوتا تھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ کیسی طرح ممکن نہ تھا کہ اپنی دلین دو عشرت کو جو جگہ دے سکے۔ آخر اس نے اس امر پر فیصلہ کر لیا کہ سوہنا کو بیشک اس کے باپ کے پاس ہی مقید کرنا چاہیے اس قسم کے خیالوں میں محو تھا اور سوہنا کی طرف سے یہ جانتا تھا جب خیمہ کے اندر داخل ہوا تو وہ اپنی ہوس اور سوہنا کی محبت بھری آنکھیں دیکھ دیکھ اور دل میں پریشان ہونے لگا۔ منصور کی صورت پر آثار فکر دیکھ کر سوہنا نہایت ہی پر محبت کے لہجہ میں پوچھنے لگی۔

کیون تم اسوقت فکر مند کیوں ہو۔

منصور۔ کچھ نہیں۔

سوہنا۔ آخر کچھ معلوم تو ہو۔

منصور۔ سلطان اسوقت ایک ایسا حکم دیا ہے جو شاید آپ کی مرضی کے خلاف ہو۔

سوہنا۔ کیا میرے لئے کوئی سزا تجویز کی ہے۔

منصور۔ نہیں مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کو سب آپ کی فوج کے چند منتخب افسر و نگہبانت عزت و آبرو کیساتھ آپ کے والد مبارک جہ اجمیر شہر کی خدمت روانہ کریں اور بلدیہ سنگھ ایک معزز راجپوت کو جو سلطان کے جان نثاروں میں سے ہے آپ کے ہمراہ اجمیر شہر تک جانے کا حکم ہوا ہے۔

یہ سنکے سوہنا کی صورت سے آثار غم و ملال ظاہر ہونے لگے اور ایک آہ سرد

بہر کے کہنے لگی۔ مجھے اس بات کا انہوں سے کہ سلطان کی طرف سے میرے ساتھ
اجا برتاؤ نہیں کیا گیا اول تو یہ ضرور ہے کہ میرے ساتھ جے رام کو بھی رہائی دی جائے
اور وہاں پہونچنے کوئی دقیقہ دشمنی کا نہ اوشٹا کرے گا۔ اب وہ میرے خون کا پیاسا
ہے۔

منصور۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ جے رام کو رہائی نہ دی جائے اور یہ باسانی میرے
اسکان میں ہے کہ اسکو ہمیشہ کے لئے قید رکھوں یا اسکو قتل کر ڈالوں۔ اگرچہ یہ
دونوں امر میری مرضی کے خلاف ہیں مگر آپ کے کہنے سے میں ان گناہوں کا
مرتب ہو جاؤنگا۔

موہنا۔ میں اپنے لئے کسی بظلم کو نہ نہیں چاہتی یہ مجھے سرگزشتیہ کہ اس کی بات
کوئی رائے دون۔ آپ اسکو سب سے پہلے آزاد کیجئے وہ اجیرش کا سچا دوست
اور مہاراجہ کا جان نثار ہے۔ اس نے ہمارے راجہ کی بڑی بڑی خدمتیں کیں
ہیں۔ میں کیونکر کون کہ آپ اسکو چھوڑے۔ بیشک چھوڑ دیجئے مگر کیا یہ نہیں
ہو سکتا کہ سب چھوڑ دئے جائیں اور میں یہیں رہوں۔

منصور۔ سلطان کے حکم سے کیونکر سرتالی ہو سکتی ہے (کچھ سوچ کر) ہاں بیشک
سلطان کے خلاف ہو گا۔ بعض ملکی ضرورتوں سے سلطان چاہتے ہیں کہ مہاراجہ
اجیرش کو اپنا احسان مند بنالین اور اسکے لئے اس سے زیادہ مناسب کوئی تدبیر
اونکے خیال میں نہیں ہے۔

موہنا۔ کیا یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ میں خود سلطان کے سامنے پیش کیجاؤں اور
اون کے سامنے جا کر دست بستہ عرض کروں کہ مجھے گوارا ہے کہ سلطان کی ہدیہ
لوٹدی بنی رہوں مگر ہاں راجہ صاحب کے پاس بھیجاؤں۔ آپکو نہیں معلوم
اب میں وہاں کسی کام کی نہیں آپ ہزار اطمینان دلائیں اور میں لاکھ تین لاکھ
مگر وہاں کسی کو یقین نہ آئیگا کہ اتنے دنوں مسلمانوں کے قبضہ میں رہ کر یہ ہرم
نہیں ہوئی نہ وہاں کا اعتقاد بھی ایسا واقع ہوا ہے وہ لوگ ذرا ذرا سی بات

پر بدگمان ہو جاتے ہیں اور ان کے خیال میں اپنی قوم سے جدا کرنے کے بعد انسان اپنے دوسرے میں رہی نہیں سکتا۔

یہ منکر نوجوان منصور خاموش ہو گیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیسی طرح ممکن نہیں۔ سلطان کے یہ بہتے دلچسپی اور فطرت کر کے اور وہ راضی ہو جائیں انکا تو یہی منصوبہ ہے کہ سوہنا کو اس کے احسانات کا بدلہ دین جب یہ اپنے باپ کے بیان جانے پر راضی ہی نہیں تو وہ سرگزا سپر تیز تارینگے اب کیا کیا جائے کچھ نہیں بنتا۔ میں جہانگیر کا خیال کرتا ہوں اس کا بیان رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ منصور یہ سوچ کر متفکر سا ہو گیا سوہنا سمجھ گئی کہ ادھر کی درخواست نے منصور کو خاموش کر دیا ہے اور اس کے علاوہ منصور میرے اصرار کی وجہ سے ایک فکر اور پریشانی کے عالم میں ہے۔

اور ان جذبات نے اس کے دل میں جوش مارا جو پاک اور سچی محبت نے پیدا کروئے تھے ایک بیٹالی کی فوری جوش کو دبا کر دل میں پولی منصور اگر میری ان درخواستوں کی وجہ سے آپ ترو دین چڑھ گئے ہیں تو میری اس گستاخی کو معاف کیجئے۔ میں سلطان سے بھی کچھ نہ کہو گی اور میرے حق میں جو کچھ تجویز کیا ہے میں اسے خوشی سے گوارا کرتی ہوں۔ چاہے مجھے کتنا ہی بڑا غم ہو جاوے میں آپ کی مرضی کے خلاف نہ کروں گی۔

ان باتوں نے نوجوان منصور کے دل پر بہت بڑا اثر کیا۔ اس کے دل میں یہ ان خیالات نے هجوم کیا۔ انہوں میں اپنی محنت شہزادی سوہنا پر ظلم کرتا ہوں ابھی تک تو غنیمت ہے کہ اس کے خیال میں سارا الزام سلطان کے سر ہے اگر کہیں خدا نخواستہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ میں خود اس کے اسے اور تجویز کا محرک اور بانی ہوں تو اس کے دل پر کتنا بڑا صدمہ گزرے آہ کیا کروں اب تو اس کے بیان رہنے میں اور خرابی ہے اس لئے اگر یہ بیان رہیگی تو اس پر ضرور معلوم ہو جائیگا کہ یہ میری ہی رائے تھی کہ شہزادی سوہنا اجیر بھجیا جائے اور اس

وقت اسکی نظر میں سیری بڑی سبکی ہوگی اور بغیر تکی ہوگی۔ پہر ہی یہی مناسب ہے کہ راجہ اجیر چلی جائے وہاں اسکے دل سے نکلیا گیا۔ اور یہ تمام اون قومی ذلیلوں سے ہی محفوظ رہی جو اسکو اپنی قوم میں نصیب ہوئیں۔ افسوس اسکی محبت نے میرے دل میں ہی جگہ کر لی ہے اور میں عرصہ تک سوہنا کے خیال میں نحو اور سوہنا کی صورت کا دیوار ہو گیا۔

یہیں تک کہنے پاپا تاکہ خاوند سے عرض کیا۔ حضور پہر سے کاسپاہی عرض کرتا ہے کہ بلدیو سنگہ سلطان کے حکم کی تعمیل کے لئے مع اپنے دیگر سواروں کے دروازہ پر حاضر ہو سکے ہیں۔

اس آواز کے سننے ہی سوہنا نے سزا ضبط کیا اور لاکھ روکا مگر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور گہرا کے کہنے لگی کہ کیا آپ یہی فیصلہ ہو گیا کہ میں آپ سے جدا ہو گئی؟ اور کیا اب آپ نے بھی گوارا کر لیا کہ میں سپاہ روہنگے وطن جاؤں؟

منصور۔ میرے نزدیک تو آپ کے وہاں جانے سے راجہ صاحب کا کلیجہ ٹٹنڈا ہو گا اور تمام اجیر ش کے لوگوں کو بے انتہا مسرت ہوگی۔ ہاں اگرچہ آپ کے ساتھ یہاں کسی قسم کی زیادتی کیجاتی اور آپ پر جبر و تشدد ہو تا یا آپ کو اصول مذہب کے خلاف کوئی کارروائی کیجاتی تو شاید وہاں کے لوگ آپکو افسوس اور حسرت کی نگاہ سے دیکھتے اور یوں تو گہر خوشی کے شادو یا بنے بچیں گے۔

سوہنا۔ آپ منہ دوسرے سے ابھی واقعہ نہیں ہیں میں نے کہہ دیا کہ وہاں خواہ خواہ بدگمانی ہوتی ہے یہی کیا کم ہے کہ میں آریہ ورت اور منہ و ویش سے نکل کے ان اعتقاد کے موافق ملکشن کے ویش میں گئی۔ ان کے نزدیک اتنے ہی میں آدمی بے دسرم ہو جاتا ہے۔

منصور۔ افسوس سلطانی حکم سے کوئی چارہ نہیں میرے نزدیک تو آپ جاییے اور خوشی خوشی اپنے والد سے ملے۔ سلطانی حکم کی تہدیلی اب کسی کے اسکان میں نہیں ہر اتنا مگر منصور تو بڑی دیر تک خاموش رہا اور بہر خود بخود چونک کے

کئے نگاہ داد داد، بلدیو سنگ خیمہ کے باہر کھڑے ہیں اور جبکہ ان کا آنا سہل ہی گیا آپ اب سفر کا سامان سامان کیجئے میں ابھی واپس آؤنگا۔ یہ جملہ سنے کے شاہزادی مومنا نے حسرت اندوہ کی وضع سے نہایت مایوسی کے ساتھ سر جھکا لیا اور بوجھ منصور کا روٹائی پر بچتا یا اور غم کھاتا ہوا خیمہ سے باہر نکلا۔ سلطان محمود کی فوج کا وفادار اور جان نثار بہادر بلدیو سنگہ انتظار میں کھڑا رہتا۔ منصور کی صورت دیکھتے ہی اوشے فوجی قاعدے سے سلامی دی اور دست بہتہ کھڑا ہو گیا۔

منصور۔ بلدیو سنگہ تم نے سفر کا سامان کر لیا؟

بلدیو سنگہ۔ سب سامان درست ہو گیا۔

منصور۔ کسی بات کا انتظار تو نہیں ہے۔

بلدیو سنگہ۔ کسی بات کا نہیں آپ کا حکم ہوا اور میں اجیہریش کی طرف روانہ ہوں منصور۔ اچھا تو ایک عمدہ کامیاب منگو آؤ اور خبردار اس کا خیال رہے کہ مومنا کو راستہ میں کسی بات کی تکلیف نہ ملے۔ اگر ذرا بھی تکلیف ہوئی تو تم کو نہایت مضر ہوگا اور وہاں ہر طرح سے ساجہ اجیہریش اور پاکدامنی میں کسی قسم کا فرق نہیں آنے پایا یہ بھی کہدینا کہ اسکے کمانے پینے کے لئے بھی ہندو دھرم کے موافق پوری احتیاط سے انتظام رکھا گیا تھا۔

بلدیو سنگہ۔ میں یہ تمام باتیں پنجابی راجہ کے فرسٹیشن کر دوں گا۔ آپ سلطان

سے خود سلطان نے مجھے اس امر میں ہدایت فرمادی ہے اور اب غلبت

فرمان کے کیونکہ تھوڑا دن باقی ہے۔ میں آج ہی ان گناہوں کے نکل جان کا

درجہ سے ہندوستان کے کچھ مہاندان کا سفر کر کے بہت جلد اجیہریش

پہنچ جاؤں گا۔

منصور۔ آپ کے ساتھ کتنے سوار جائینگے۔

بلدیو سنگہ۔ میرے ساتھ میرے کل ہمراہی جن کا شمار دس ہزار ہے اگر آپ

ضرورت سمجھیں تو اور تھوڑے سے سلطانی سپاہی بھی لیں۔

منصور۔ سنین دس سہزار جوان کافی ہیں کوئی جنگی مہم بین ہے صرف بلو و سفا کے جاتا ہے اسکے لئے یہ بہت ہیں مگر تان و دو چار ترک اور غزنی کے افسر ہی ہوں تو اچھا کیونکہ وہ سلطانی وقعت اور عزت کو راجہ پر اچھی طرح ظاہر کر دیتے۔ بلند یوسنگ۔ آپ جن لوگوں کو فرمائیں میں ہمراہ لے آؤں۔

منصور۔ تم کو اختیار ہے جن افسروں کو چاہو اپنے ہمراہ لو۔ اب مجھے زیادہ باتوں کی فرحت سنیں۔ سواریان سنگاؤں کا یہ کئے منصور اندر آیا اور شاہزادی سوہنا کی طرف دیکھ کے کہنے لگا۔ اب سب باتوں کا سامان ہو گیا۔ جلدی تیاری کیجئے کیونکہ سواری اور وہ سب لوگ جو آپ کے ہمراہ جائینگے حاضر ہو چکے اس جگہ سے سوہنا کو بالکل سست اور شکستہ دل کر دیا اور ہجوم یاس نے زبردستی سر جھکا دیا آہ اس کا سر ایسا جھکا کہ کی طرح اوٹتا ہی نہ تھا۔ دیر تک انتظار کرنے سے منصور نے جب کہ کر دیکھا تو اس کے رخسار و پنہ آنسو جاری ہیں اگرچہ آزاد مہین نکلتی لیکن گویا آنسوؤں کے دریا میں ایک ڈوبتی ہوئی کشتی کی طرح ڈوب گئی ہیں یہ عالم دیکھ کے منصور کے دل پر گویا تیر لگا اوس کا ہی دل بہ آیا اور کہنے لگا کوئی روئی کی بات بین ہے یہ تو خوشی کی بات ہے کہ تمکو اپنے باپ کی زیارت نصیب ہوگی۔ وطن کی صورت نظر آئیگی۔ وہ مان جبکو ستاری سفارت میں خدا جائے کیا کچھ صدمہ ہوگا تمکو سینہ سے لگا کے اپنے کلیجہ کو ٹنڈا کر لیگی ان باتوں نے سوہنا کا دامن صبر چاک کر دیا وہ بین بالکل سکوت کی طاقت نہی بے اختیار ایک آہ سرد کہنے کے کہا۔ منصور امتوں میں جاتی ہوں اب کیا ضرورت ہے کہ اپنے دل خیالات کو مخفی نہ رکھوں۔ سنو میں اپنے دل سے مجبور ہوں مگر کچھ سو پہ دل تمہارے خیالات کو کہی نہ ہو لیگا۔ تم سے شہجہ صبر دیا اور ٹھہرے بے تعلقی ظاہر کی مگر سچ کہتی ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہوگا تمہارا ساتھ بچو ہوگی اس وقت جاتی ہوں مگر وہ دن بہت جلد آئیوالا ہو کہ تمہارا ساتھ پاس موجود ہوئی جو کچھ کہنا تھا میں کہ چکی اب میرے سوار ہونیکا انتظام کرو۔

ان باتوں نے کچھ ایسا اثر کیا کہ خیمہ میں ہر چار طرف سکوت ہو گیا۔ منصور نے تو
 ندامت سے سر جھکا لیا اور عذرا اور لیلا رنایت وحشت اور حیرت کی نگاہوں سے
 سوہنا کی اون چہونوں کو دیکھنے لگی۔ جو کسی کو گویا سہری ہونیکو نہیں آتی تھی۔ لیلا اُل
 بڑی اور سوہنا کے رخساروں سے آنسو پوچھنے لگی۔ مہر دی کے ان حرکات کے
 ساتھ اوسکی تسلی اور تشفی کے لئے زبان سے بھی یہ کلمات کہنی جاتی۔ پیاری
 بہت بڑا احمد یہ ہوتا ہے خدا کے لئے ضبط کیجئے میں دعا کرتی ہوں اور آرزو مند
 ہوں کہ خدا پہر آپ سے ملائے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں سلطان پہر تھوڑے
 دنوں میں منہ وستان آئینگے اسوقت منصور ہم سب بھی آپ آپ سے ملینگے۔
 سوہنا۔ اے ان باتوں کا ذکر نہ کرو۔ میری قسمت ہی اچھی نہ تھی۔ اب میں کسی
 رخصت ہوتی ہوں۔ انا کہا کے لیلا کے گلے سے لپٹ گئی۔ لیلا سے بھی صبر
 نہ ہو سکا اور اس کے رخسار پر پیر آنسو جاری ہو گئے۔ وہ بھولی پری وشن عذرا کی
 پیاری صورت ہی کا یہ کرشمہ تھا۔ اس کے دل پر بھی ان کارروائیوں کا چھپ
 اثر چڑھتا۔ وہ خاموش بیٹھی تھی۔ کبھی سوہنا کی صورت دیکھتی تھی کبھی منصور
 کے چہرے پر غور کرتی تھی۔

اوسکا اسطریق علم نہ تھا کہ سوہنا کیون مجبوراً اپنے باپ کے گھر بھیجی جاتی تو بار بار
 اسکے دل میں سوہنا پر ترس آتا تھا اور وہ اسکو ضبط کرتی تھی دل بہر آتا تھا انگلیوں
 میں آنسو ڈبڈبائے آتے تھے اور وہ نہایت خموشی کیساتھ سیلی آنکھیں بچاکے
 ان امور کو دل ہی دل میں دبا دیتی تھی۔ لیلا سے رخصت ہو کر سوہنا نے عذرا
 کی طرف دیکھا اور ذرا بلند آواز سے کہنے لگی۔ عذرا آؤ تم سے بھی رخصت ہوا
 شاید میری صورت پہر تم نہ دیکھ سکو۔ یا بھئی کو اب پہر مزاری زیارت کا موقع
 نہ ملے یہ کہنے خود بڑی اور عذرا سے لپٹ گئی دیر کے بعد عذرا کو جو بڑا اتوا دے
 گلابی رخسار بھی آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے اوسکو روئے دیکھ کر سوہنا بولی
 عذرا تمہا نے سادے دلو کیون غمگین کرتی ہو انا کہا اور اس کے رخساروں پر

ایک گرم جوشی کا ہوسہ لیکر کہنے لگی۔ آہ ان رخساروں نے ہی مجھے غلام کیا۔ اس قبلہ
نے ان تمام لوگوں پر جو خیمہ میں تھے خدا جاسے کیا جادو کرو یا کہ سب ایک حیرت اور
سنائے کے عالم میں آگئے مضمون جو دیر سے سر جھکائے ہوئے تھا ایک ایک
چونک پڑا اور نیز لکھا اور عذرا میں سے سر ایک دوسرے کی صورت دیکھنے
لگیں۔ اسوقت ایسا سناٹا پیدا ہوا تھا کہ کسی کو کسی طرح کوئی لفظ زبان سے نکالنے
کی جرات تک نہ تھی آخر سوہنا نے طلسم سکوت توڑا اور کہنے لگی اب اس
محبت کا خاتمہ ہے مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا کر چکی اب اجازت دیجئے کہ میں
سوار ہوں۔ اصل میں سوہنا سمجھ گئی تھی کہ اس شخصیت کا بانی خود منصور ہے۔
وہ عذرا کی طرح بھولی نہ تھی۔ اگرچہ کس نہ تھی مگر علمی لیاقت اور جو سر شجاعت
نے اسے پورا تجربہ کار بنا دیا تھا۔

یہ عجیب بات تھی کہ سوہنا جو زیادہ جتنی اس کی طرف سے عذرا کی صورت سے
بہت زیادہ ستم کشی اور جھڑپ و طال کے آثار ظاہر ہوئے جاتے تھے بلکہ بعض
اوقات اس کی جبین سے ظاہر ہونے لگتا تھا کہ وہ سخت آلودہ ہے اور سوقت
اوسکے اون طبعی جوشون کی طرف ہی بالکل توجہ نہیں کی گئی۔ آخر سوہنا کو ان
سب سے جدا ہونا پڑا منصور نے اسوقت اپنے دل کو اتنا درجہ کا سخت بنایا
تھا سوہنا نے جیسے سوار ہوئی اجازت طلب کی وہ خیمہ سے باہر نکلا اور حکم دیا
کہ سوہنا نے سکیمال میں سوار کرادیا جائے باہر آئیے بعد جو دوسرا حکم اوسے
کیا وہ یہ تھا کہ بلدیو سنگہ جا کے راجپوت قیدیوں کو دیکھ کے ان میں سے جسے رام
اور دس بارہ افسردن کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ جنگو رملی دیجا لیگی اور شانہزادی
سوہنا کے ساتھ ہی اجیمیش جا بیٹھے بلدیو سنگہ نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور
جب سامان درست ہو گیا اور قیدیوں میں سے آزاد کرنے کے لئے لوگ
منتخب کر لئے گئے تو منصور نے روانگی کا حکم دیا اور بلدیو سنگہ کے دس سوار
کا گروہ شانہزادی سوہنا اور دیگر قیدیوں کو اپنے اسلامی لشکر گاہ سے روانہ ہوا۔

منصور نے اگرچہ دلیر جبر کر کے ان سب باتوں کو تعمیل کرا دی۔ مگر اوس کے دلیر چوہ
چوٹین موہن کے غم و اندوہ کے وجہ سے بڑی تہین روانہ ہوتے ہی اوس کے دل
سے بے صبری کے آثار نمایاں ہونے لگے جب تک شاہنشاہی کا جلوہ نظر کے
ساتھ رہا اوسکی اودھر سے ہشتی ہی نہ تھی اپنے خیمہ و روانہ پر حیرت زدہ اوس کو
دیکھ رہا تھا جو شاہنشاہی سوہنا کے لئے جاتے تھے آخر وہ لوگ پہاڑی کی آڑ
میں آگے اور اودھر آسودن نے منصور کی آنکھوں پر پردہ ڈال دئے تھے وہ اپنے
دل میں آپ لعنت ملاست کرتا ہوا اپنے خیمہ میں آیا اور پلنگ پر سہ چپا کر پڑ
رہا۔

دوسرے روز سلطان محمود کے لشکر نے مغرب کی طرف آگے کوچ کیا اور یہ سب
لوگ غزنی کی طرف راہی ہوئے۔

دسواں باب

منہ وستان کا دوسرا سفر

اب ہم تاریخ کے اتنے ورق الٹ دیتے ہیں کہ اس وقت سے جبکہ ہم نے نوجوان
منصور اور جو رسیا اندرا کو چھوڑا ہے دو برس گزر جائیں۔ مگر بنین معلوم کہ غزنی میں
سلطان محمود غزنوی اتنے زمانے تک کس کام میں مشغول رہا بطور یہ مدت
سنسانے اور اطمینان سے بسر کرنے میں گزری۔ کیونکہ اپنے عمدہ شکار گاہ
یعنی سرزمین منہ کی طرف اوسے اوس زمانہ میں توجہ بنین کی دو برس کے بعد
اوس کے دل میں پھر فتحندی کا جوش پیدا ہوا اور اوسنے قصد پیدا کیا کہ دوبارہ
منہ وستان پہونچے نصرت و اقبال کے پھر پرے اوڑھائے منہ وستان ہی ایک
زمانہ تک سکوت کے عالم میں رہا بعض غیر شہرہ آفاقوں نے چاہا کہ سلطانوں کو دوبارہ
جرات نہو لیکن لوگ ایسی غفلت کی نیند سوئے تھے کہ محمود کو ایک ہی حملہ میں چوہ

اگرچہ اسکے بعد پورا جوش ہو گیا۔ مگر محمود کے دوسرے سفیر تک پورے ہندوستان میں
اوسکے رفع کرنا خیال نہیں پیدا ہوا تھا۔ راجہ اجیریش گبٹو و وغرنوی کے ہمسے
دوستانہ برتاؤ نے پورا اطمینان دلایا تھا اوسکے خیال میں بھی نہ تھا کہ محمود اوسکی طرف
برخ کر لے گا وہ اپنی بیٹی کی صورت دیکھ کر محمود کا استہسا سے زیادہ مستانہ ہنسنے لگا
اسکوان بانو پر حقدار خوشی مولیٰ زیبا سنی ایک یہ کہ موہنا سی ایسی باس نفس اور
بہادر لڑکی نے پہر اپنے باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ دوسرے یہ کہا دسکے وزیر کا خون نہا
اور شجاع بٹھا ہے رام پہر آگے راجہ کے تخت کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا
ہم ابھی نہیں کہہ سکتے کہ خود مختار موہنا کے ولیہ کیا گذری تھی۔ اور اوس کے دل کے
ساتھ وہ نوجوان منصور کا خیال کیا کاروائی کر رہا تھا۔ بہر حال اوس نے نچلا سراپا
یہ زمانہ نہایت محل اور سکوت و خاموشی سے اگتا گیا۔ خیال عالم میں اوس نے
اپنی نظر کو سر چار طرف دوڑایا مگر نہ دوستانہ سا اچھا خوش سواد چلا نکلا اور کوئی
نظر نہ آیا مگر ارادہ کر لیا کہ پہر اس زمین پر چلا کے علم فتح اوڑھایا جائے۔ دنیاوی
یثیت سے تجازی کا خطاب ملنے کے علاوہ بہت پرستی کے نشانے اور توحید کے
پہیلانے کا ثواب حاصل ہوگا۔ یہ ارادہ کر کے اوس کے کوچ کا حکم دیا۔ حکم پانے
ہی تمام غزنین میں ایک جوش پھیل گیا۔ دنیا طلبوں نے ہندوستان کی مظلوم
لوٹ لڑیوں کو دیکھا کہ پہر ان سے اچھی اچھی کلیمہ لونڈیاں ہاتھ آئیں گی۔ بہادر رون نے
جنگی جلابروں بکار رہنے سے ماندہ ہو گئی تھی خور سے دیکھنے کہ اب پہر ان پر
نئے سرے جلابو آئیں گی۔ غرض ایک بڑا جوش غزنین اور خاستا سلطان محمود کی
فوج کے سپاہیوں میں پیدا ہو گیا یہ ایسا جوش تھا جس کا نتیجہ نوافتح و ظفر کے اور کچھ
ہو ہی نہیں سکتا تھا اور اسی جوش نے ہندوستان میں اسلام کو کامیاب کر دیا مگر
اس سے ایک برس پیشتر ایک اور واقعہ ہوا تھا جس نے ہندوستان پر پوشیدہ بہت
بڑا اثر ڈال دیا بخارا کار سننے والا ایک مسلمان عالم جس نے علوم فلسفہ اور خصوصاً
اسلامی علم کلام میں بہت بڑی بصیرت حاصل کی تھی اوسکو شوق پیدا ہوا کہ ہندو

کی مقدس سنسکرت حاصل کی اور ان کے علوم فلسفہ سے سرور روحانی حاصل کیے۔
 وہ کوئی سپاہی نہ تھا کہ غزنوی جہنڈے کی نیچے آ کے ہندوستان کے سبز ہزار
 پر زبانی وقت کا سکہ بیٹھاتا وہ ایک دیندار اور زاہد مشرب عالم تھا اوس نے کئی
 برس ہندوستان کی سرحد پر قیام کر کے ہندو معاشرت اور ہندو مروجہ زبان میں
 باکمال حاصل کیا پھر آگے بڑھا اور ہندوؤں کے تمام مقدس مقاموں کی ہندوؤں ہی کی
 طرح سیر حاصل کر کے وہ وسط ہند کے صحراؤں میں گساں مقامات کا مرکز اجیرش
 تھا لہذا اس نے اجیرش پر چلنے کے لیے خاص ہندو برہمنوں کی طرح ایک مندر میں سکونت
 اختیار کی ہندوؤں کا اس سے اپنا بہت بڑا پیشوا خیال کرتے تھے اور وہ اکثر بوجارانی
 کے رسوم کو پکارتے تھے انجام دیتا تھا۔ اس عالم کا نام بھلی ابن ذکر یا رہتا لیکن
 اس کو ہندوستان کے نام ہندوستان کے باوجود پڑ دیا اور اجیرش کے نام ہندو
 ستان میں اوس نے اپنے لیے مسارج کرشن ایک ہندو نام تجویز کر لیا تھا۔
 اس نام نے بہت شہرت حاصل کی۔ واقعی بھلی نے اپنے ظاہری ریاضتوں اور
 اور نقش کشیوں سے اس نام کو ہندو پنہاں میں بہت شہرت دیدی تھی ایک روز
 بھلی یا موجودہ مسارج کرشن مندر کے متعلق ہٹا کر دوارے کی ایک کوٹھری میں
 تنہا بیٹھا تھا اس زمانہ میں اسکی یہ کوشش چلی جاتی تھی کہ ہندوؤں کے عالم میں
 ان اصول پر جو ہندو کتابوں سے اخذ کیا کرتا تھا عربی میں کسی قسم کا ریکارڈ کر لیا کرتا
 تھا لہذا اوس نے یہ تنہائی کا موقع غنیمت جانا اور قلم روات لیکر عربی عبارت میں
 کچھ لکھنے لگا۔ تہذیبی عبارت لکھ کے اوس نے اورانی سامنے ڈال دئے تھے اور
 ولین بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ یکایک ایک برہمن جبکہ اوس کے چیلے ہونے کی عزت حاصل
 کی تھی اگیا اور گردو کو اسی طرح کتاب پر غور کرتے اور لکھتے دیکھتے حیرت میں آکر پھنچ
 لگا۔ گرو جی آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ اور کوئی بہاشا میں لکھتے ہیں۔
 مسارج کرشن۔ مجھ تم نہیں جانتے یہ ایک بہاشا ہے جو کہ کن ویش میں بولی جاتی
 ہے اور بہت دلون تک رہا ہوں اور وہ میں نے یہ بہاشا سیکھی ہے اس

ہر بہن نے اوستا کی زبان سے سننے کے بعد اس پر تو سکوت کیا مگر دل میں کچھ شک ہے
 اوسیدہ نے اوتہ نے مندر کے دو سر سے پجاریوں میں یہ خبر مشہور کر دی سب لوگ
 بکڑے گئے اور قریب تھا کہ صنوبی مہاراج کرشن صاحب پر کوئی آفت نازل ہو جائے
 غیبت یہ ہوا کہ بعض لوگوں کی تجویز سے اس امر کی اطلاع راجہ کو لگی اور راجہ
 بھی غور کرنے لگا کیونکہ معلوم ہوا کہ یہ پنڈت کس بہاشا میں لکھتا ہے اور اصل
 میں کون ہے اس راز کو افشا ہونے کے تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور غم کہ بہت کم
 لوگ ہوتے تھے اس واقعہ کی خبر نہ لگی ہو۔

شاہزادی موہنا جو امیر شمس کے بعد اب سمست اور منہاسی نام کرتی تھی
 علاوہ برہمن یہ خوفناک اور غمزدہ بنائے رکھنا تھا کہ وہ سکی گنت کاروائیوں
 کو بے رام مشہور نہ کر دے جو اس کے لئے موجب بڑی بدنامی اور بیچہڑی کا ہو گا
 سو اس کے منصوبہ کا ایک خیال یہی ہو ہنا کے دل میں سر چل رہا تھا اور نیز اس کی
 وجہ سے موہنا کے اوپر ایک بیٹائی کا عالم بیان کر چکے ہیں کہ موہنا نے جنوں کلاٹ
 بحیثیت ایک سپاہی کے پیدا کئے تھے اس سے زیادہ کیاقت ایک عالم
 فاضل پنڈت کی حیثیت سے حاصل کرتی تھی۔ مسلمانوں کی قید سے واپس آنے کے
 بعد اس کی دلکوشی معاملات سے کچھ ایسی بے تعلقی ہو گئی اس نے فوجی کاروائیاں
 بالکل چھوڑ دیں اور اپنی زندگی علوم و فنون کے عمدہ اور لطیف منظر و منہاسی گذار کر
 سنی و ہندو کے سپہ سالاروں اور وزرائے عطاوہ اب اس کے پنڈتوں اور اہل علم
 کی صحبت پسند تھی یہ خبر اس کے کانوں میں پہونچی تو اس سے مہاراج کرشن صاحب
 کا شوق ہوا اکیس روز رات کو اس نے سادی وضع بعض خاص لوگوں کو اطلاع کر کے
 اور عموماً سب سے چپکے اس مندر کی راہ لی جہاں وہ مسلمان پنڈت رہا کرتا تھا۔
 رات زیادہ آچکی ہے اور تارے بخوبی کھلے ہوئے تھے لکھنا نے آسمان کی
 پیشانی پر ایک خوشنما نشان چن دی تھی اور ماہتاب کے طلوع کا انتظار رہا۔
 ستر کون کے چراغ ہوتے جاتے تھے دو کا نڈارون نے اکثر وہ کائنات منہاسی

ہاں مندر کے دروازوں پر بوجاری اور پھول اور سینہ و دروغیہ لے ہو کر ایک
 اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ روپو تاملون کے عاشق ان کی پوجا کیلئے آئیں تو انہوں نے
 پوجا کر اورین ستاروں کی جھلک دیکھ کر خوشی میں ہر چار پہاڑیوں کی چوٹیاں نظر آ رہی ہیں جو
 چوٹی سے شہر جیسے شکاری صحرے کے ہوئے ہیں اور جنہوں نے وہاں حکمرانوں کو
 شہر کی مصنوعی کاریز اور اطمینان دیا ہے جنوب کی طرف پہاڑ پر سرستی جی کا مندر
 سفید سفید چمکتا نظر آ رہا ہے جس پر ایک چوٹی سی جھنڈی اڑ رہی ہے شور و سناٹا
 کم ہو گیا مگر سنگ اور گنٹھوں کی آوازیں سرخروٹ سے آ رہی ہیں جین مہاراج کرشن
 رہا کرتے تھے اور اوس کے مستحق جو بڑا عالی شان ٹٹا کر دروازہ تقار و نون شہر سے
 باہر ایک پہاڑی اسی واقعہ سے یہ پہاڑی اگرچہ باہر تھی مگر اس سے ملی جوتی تھی
 اور اوس کے لیے گنبد کا کھل ہی شہر کے اس وسیع کشادہ شہر کے نظر آ رہا
 تھا جس پر ہری ہیروں شاہزادی جاری ہے۔ ایک سادہ سیخ ساڑھی اوس کے زیب
 بدن ہے سر سے پاؤں تک سرخ زلیخہ لپی ہوئی تھی اسباب نہیں تاتو
 نہ ہو کچھ پرواہ نہیں چھوٹے چھوٹے تاروں ہی کی مانند ناعون میں اس کا چہرہ
 پوری آب و تاب دکھا سکتا ہے مگر نہ اچانکے کس غم اور شرم سے وہ اپنا سر
 اس انداز سے جھکائے کہ اس کے سر پر عصمت چہرہ تک کیسی بازاری نگاہ بھیج
 سی معین سکھ مہوہا کے دل کو اگرچہ خدا نے بہادری جرات کے سروا نہ زبور
 آراستہ کر دیا ہے مگر وہ زیادہ طبیعت کے جوش کی وجہ سے عورتوں کی طرح
 سر آنے جانے والے سے ہلکے جاری ہے اسکی ستانہ چالی بہت لگا سونگاری
 طرف متوجہ کر لیتی ہے لیکن وہ اس پیرتی سے ہر نظر کو اپنی اوپر سے جاتے تھے
 شہر کے باہر نکلی اور پہاڑی پر چلتے نکل کر ہیں مندر اور ٹٹا کر دروازہ دیکھ جایا۔
 مندر کے کسی شخص نے آکر دروازہ کھولا اور پوچھا کون۔

مہوہا۔ مہاراج کرشن جی ہیں؟
 شخص۔ ہاں ہیں کیا کام ہے۔

مومنہا۔ میں اس سے ملکر بیان کرونگی مجھے اُن۔ نے جراتوری کام ہے
 یہ سکر اس شخص سے کہا تو آوا یہ کہہ دوں۔ نہ راستہ چھوڑ دیا اور مومنہا اندر
 داخل ہوئی پہلے متدرین جا کر اس نے صورت کے آگے ادب کی ہاتھ بٹھائی
 کر سہر جگایا پھر وہاں سے نکلا اس شخص سے جس نے دروازہ کھولا تھا اور جو سدر
 کے دروازے کے باہر کھڑا تھا کہنے لگی اس شخص سے بناؤ مہاراج کسان ہیں۔
 وہ شخص مہاراج کرشن کے گھر کی طرف لیچا کہہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اندر چلا
 بھی ہوئی تھی اور ایک چراغ مٹا رہا تھا بہت سی کنائیں ایک مقام تریپت
 کیساتھ رکھیں جنہیں اور چہرہ ایک چٹائی پر سہرتی ہوئی تھیں وہ شخص
 جو ہاویا مومنہا کو بلا رہا تھا اس کو بتا دیں کہ ایک طرف گیا اور مومنہا
 کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا بیٹے۔

مومنہا۔ (بدگمانی کی وضع سے ہنس کر) کرشن جی کے پاس آئی ہوں
 وجہ کسان ہیں۔

شخص۔ میں ہی مہاراج کرشن ہوں آج جو بچہ پوچھنا تھا پوچھئے۔
 اتنا سنئے ہی مومنہا ایک سناٹے میں آگئی اور گہرا کر مصنوعی برہمن کی صورت
 دیکھنے لگی اور دیر کے بعد کہنے لگی۔ ابا کیا آپ ہیں۔ میں نے نہیں پہچانا مہاراج
 میں نے آپ کے علم کا بہت شہرہ سنا ہے اور اس لئے آپ کی زیارت کو
 حاضر ہو کر ہوں۔

مہاراج کرشن۔ بیٹی تو دیوی جی کی پوجا کرتے ان باتوں سے کیا کام
 تو محلوں کی بیٹے والی ہے علم کی مصیبتیں جسے نہ برداشت ہو سکتی۔
 مومنہا۔ (ہاتھ جوڑ کر) مہاراج میں نے تو سنا ہے کہ علم حاصل کیساتھ آپ کی
 وجہ سے آپ کے دشمن کی مشاق ہوں اور اب چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اپنے
 فیض سے محروم نہ کریں۔

برہمن یہ سنے کچھ دیر تک غور میں رہا اپنا افتادہ راز نہ جانکا اسے یہی کہتا تھا

لٹکا ہو گیا تھا۔ اور اس وقت خلاف معمول اس شکل و شمائل کی اور اس قسم کی ایک لڑکی کا زیادہ بدگمانی کا باعث ہو گیا۔ وہ موہن کی طرف طرف متوجہ ہوئے کمنو لگا تاہی تو کہاں رہتی ہے تجھے یہاں تکلیف کر رہی ضرورت نہیں تو جو کیسی مین خود آگے بڑھا جاکر ونگا۔

موہنا۔ نہیں مین آپکو تکلیف دینا نہیں چاہتی ہوں خودی حاضر ہو جایا کر دنگی مین ایک مسلمان عالم سے ملی تھی اوسکے خیالات سن کر مین ایسی تزیید ہوئی کہ نتیجہ اسبچہ علموں سے زیادہ ابھی مظلوم ہو کر مین آپسکے پاس صرف اس لئے آئی ہوں کہ آپ باتیں سن سکے اور آپ سے بعض اوشاسکے اذول سے ملکشون کی محبت نکال ڈالوں۔

یہ سنکے مھنوی برہمن ایک سنائے مین آگیا اوسے یقین ہو گیا کہ یہ لڑکی بیشک میرے راز سے واقف ہے مگر تھوڑا بہت جو شک باقی تھا اوس کے رفع کرنے کے لئے پوچھنے لگا۔ تو نے ملکشون کو کہاں دیکھا کون ملکش عالم بتیکس پوچھا اور تھوڑے کیونکر اوسکی محبت اوشمالی لکھا کوئی ملکش یہاں ابھرش مین ابالتا مھنہنا۔ میری بیٹی آپ مہاراج سنئے تو بہت اچھا ہو مین مہاراجہ ابھرش کی فوج کے ساتھ لڑائی پر گئی تھی وہاں ملکش کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئی مین کچھ ان کی زبان ہی سیکھ گئی وہ مین اون کا ایک عالم مجھے ملتا تھا جو مجھے اکثر باتیں بنا۔ لے کر تا تھا اور چاہتا تھا کہ مین بھی ترکن ہو جاؤں۔

مہاراج کرشن جون جون ان واقعات کو سننا تھا حیرت مین آتا جاتا تھا۔ آخر زیادہ ہو کر پوچھنے لگا بیٹا تو کس کس مسلمان کا نام جانتی ہے۔

موہنا۔ ہاں مہاراج النوناش سلطان محمود غزنوی کی فوج کا ایک بڑا سوار یا سپاہی ہے میرے پاس اکثر آیا کرتا تھا اور اسی نے میری آبرو بچائی النوناش کا نام منکر برہمن حیرت مین آگیا اور کہنے لگا۔ اچھا یہ تو بتا کہ تو کون ہے جو اتنی بڑی لڑائی پر گئی تھی۔

موہنا۔ میں بیان کے ایک مسردار کی لڑکی ہوں۔ مہاراج میں ابھی آپ کو اپنا نام نہ بتاؤنگی میں سب سے چھپکر آئی ہوں۔
 مہاراج کرشن۔ تو میں تجھ کو کیا سکھاؤں۔
 موہنا۔ یہ بتائے کہ مسلمانوں کا دھرم کیا ہے۔
 اس جملہ نے برہمن کے چہرہ پر خوف طاری کر دیا۔ اور تمہارے کہہ بولا۔ میں کیا جانوں کہ مسلمان کا دھرم کیا ہے۔

موہنا۔ بہن مہاراج میں نے سنا ہے آپ جانتے ہیں اور برہمن کا چہرہ زرد ہو گیا۔
 مہاراج آپ گھبرا کے کہیں۔ بیان میں اکیلی ہوں اور کوئی کو دھرم نہیں سیکھ سکتی۔
 آپ ایسا کیجئے آپ کا راز کسی پر ظاہر نہ کرونگی۔ آپ صاحب صاحب بننا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا دھرم کیا ہے؟

مہاراج کرشن صاحب پر استغراق نظر کیا۔ غالب آگیا تھا کہ۔ سو منا کی لڑکی ایسی کلمات کہہ اڑے کہ جسے انہوں نے جو گہوارے کے سو منا کی حیرت و دلکشا شنع کی نو دیکھتے ہی رد کرنے دیر کے بعد موہنا پر بولی آپ استغراق گہرا۔ یہ کیوں ہیں اون لوگوں میں بہن ہوں جو کیسا بھیجا نہ سکتی۔

مہاراج کرشن۔ نہیں کیونکہ معلوم ہوا کہ میں مسلمانوں کے دھرم سے واقف ہوں۔

موہنا۔ آپ کسی روز مسلمانوں کی کتاب دیکھ رہے تھے اور آپ کا ایک چیلرا آگیا تھا مہاراج کرشن پر ایک ساٹا ٹاماری ہو گیا آپ اس چیلے نے تمام میں مشہور کر دیا یہ خبر اب دنیا میں مشہور ہے۔ مہاراج صاحب ہی اجاڑتے ہیں اور سارے ملک میں مشہور ہے۔

مہاراج کرشن۔ بیٹی تو اب اس کا کیا بندوبست کیا جائے میں تو سنکر حیران ہو گیا۔

موہنا۔ آپ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ کوئی

کچھ نکر سکے گا مگر آپ بنا دیکھ کر بلکہ مسلمانوں کے علم کی کتاب میں بڑا دیکھے۔
 مہاراج کرشن۔ بیٹی اب مجھے معلوم ہو گیا تو میں اپنا حال بتائے دیتا ہوں
 دیکھو ایسا ننوکہ میں جہاں سے مارا جاؤں۔

موسنا۔ مہاراج میں وعدہ کرتی ہوں کہ سیکو کا ننوکہ کان بنر ہوگی۔
 مہاراج کرشن۔ تو سنو میں ایک مسلمان شخص ہوں صرف ستارہ پونڈ تولن
 کے علموں کا شوق مجھے ہندوستان میں کھینچ لایا ہے پہلے میں پنجاب اور سندھ میں
 رہا پھر وہاں سے آگے بڑھا اور ہندوستان کے تمام ملک بہر تاجپراتا بیان آیا
 اور عرصہ کے بیان قیام پذیر ہوں آج تک میری نسبت کسی کو کسی قسم کی بدگمانی
 نہ تھی۔ اب کبھی میرے ہی ایک شاگرد کو میرا حال بیان معلوم ہو گیا۔
 افسوس بیٹی میں ستارا احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے تسلی دلائی۔

موسنا۔ تو آپ پریشان نہ ہوں کوئی آپ کا کچھ کر نہیں سکتا۔ اب میں جاسوسی
 ہوں کہ آپ کس طرح فارسی بڑا دیکھ کر ہیں مجھے مسلمانوں کی زیارت اور علم کے
 پڑھنے کا بڑا شوق ہے اگر آپ بہانہ کریں گے تو مجھے ان آرزوں میں کامیاب
 حاصل ہو جائیگی۔

مہاراج کرشن۔ مسلمانوں کا علم فارسی نہیں عربی ہے اگر مسلمانوں کے علم
 کا شوق ہے تو عربی پڑھو۔

موسنا۔ اب عربی جانتے ہیں تو ادبی زبان کو میں سیکھوں گی۔ آپ بڑا دیکھ کر
 مہاراج کرشن۔ ہاں میں اتنے میں کسی نے دروازہ دھدھایا موسنا کہہ کر۔
 پوچھنے لگی کون ہے۔ برہمن نے کہا کوئی نہیں میرے دو چیلے ہیں جو جوگی ہو گئے
 شاید وہی ہو گئے۔ رات زیادہ آچکی ہے غالباً وہی آئے ہونگے اس وقت
 روز آیا کرتے ہیں۔ آپ بیٹی رہیں میں جا کر دروازہ کھول آؤں۔ اتنا کہہ کر میں
 اٹھ کر گیا اس کے ساتھ دونو عمر شخص آئے جنکے من و جمال اور غفلت شباب کو
 دیکھ کر افسوس معلوم ہوا اتنا کہ نفس کشی اور جوگ کے مصائب اپنی بڑا ظلم کر رہے

ہیں دونوں کے لیے بے بالوں کی لٹین منہ و جو کیوں کی طرح سر پر لٹھی ہوئی تھیں
چہرے کے بہوت ملا ہوا تھا جو بظاہر تو ان کے حق کو خاک میں ملا رہا تھا مگر
افضل میں وہ چہرے کے نور کو اور لئے اڑتا تھا گہری کفنیان اونکے جسم پر تھیں
دونوں آگے اور اپنے گرد کے سامنے سر جھکا کے ادب سے بیٹھ گئے مومنا
انکی صورت دیکھتے ہی ایک سناسے میں آگئی اور اس کے دل میں طرح طرح کا خیال
گزرنے لگے برہمن مہاراج کرشن نے اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اون کو گونکے
سامنے وہ کوئی لفظ زبان سے نہ نکالے لہذا اوسپر جو سکوت کا عالم طاری ہو گیا
تھا اوسکو اس اشارے نے اور ترقی ولادی۔ مہاراج کرشن نے جب دیکھا کہ مومنا
کو حیرت اور اضطراب طاری ہے تو اس نے اپنے چیلون سے کہا کہ تم دونوں
ابھی جیسے کہ اپنی کوٹھری میں بیٹھو تھوڑی دیر کے بعد میں تمہیں بلا لوں گا۔

چیلون نے گرد کے حکم کی تعمیل کی اور اوستے وقت پیاری مومنا کو حیرت
اور دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد مومنا
برہمن کی طرف متوجہ ہوئی اور برہمن بولا۔ لڑکی تو مسلمانوں کا علم پڑھ کر کیا کر لگی
تجھے مسلمانوں سے کیا غرض؟ تیرا جو مطلب ہوا اوسکو صاف صاف بیان کر
شاید سیرے اسکان میں ہو کہ میں تیری حاجت روائی کر سکوں۔

مومنا۔ آہ! کی طرح تجھے اتنا معلوم ہوتا کہ سلطان محمود کی فوج منہ وستان
میں پہنچ گئی یا نہیں۔

مہاراج کرشن۔ سلطان سے تجھے کیا علاقہ! اور اگر اس میں تیری کوئی غرض
ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ خود سلطان منہ وستان میں آگئے اس دفعہ
اونکا ارادہ ہے کہ خود قنوج کو فتح کر کے راجھو تانہ میں آئیں۔

مومنا۔ خوشی سے چونک کر سلطان آگئے! آپکو کیونکر معلوم ہوا۔
مہاراج کرشن۔ اب میں یہ ہی بتائے دیتا ہوں کہ سیرے دو ایک شارد
ہی مسلمان ہیں جو منہ وٹن کی وضع میں اپنے آپکو چھپائے رہتے ہیں انکے

ذریعہ سے ایسی خبریں جسکو ہمیشہ پہنچ جایا کرتی ہیں۔
یہ جواب سنکے موہنا برہمن کی صورت پر غور سے دیکھنے لگی۔ تو آپکو شاید یہ بھی معلوم
ہوگا اس سفر میں سلطان کے ساتھ کون کون انصر آیا۔
مہاراج کرشن۔ سبھی افسرین جسکو پوجہ بتاؤں۔

موہنا۔ سلطانی فوج میں ایک نوع افسرین منصور وہ مہراہن باہنیں۔
برہمن۔ ہاں آئے ہیں کیوں تکو منصور سے کیا غرض؟ اتنا کہ تمے برہمن نے موہنا
کی صورت دیکھی اور آپ سوچ کر کئے لگا بیٹھی تو راجنوار موہنا تو نہیں ہے۔ یہ جملہ
سنکے موہنا کی صورت اور ترقی اور چہرے پر ہوا بیان چہوٹنے لگیں مگر اتنے دل
کے تو ہی خوش کو روک کر کہنے لگی۔ میری ایسی قسمت کسان کہ موہنا میں ہوں۔
موہنا راجہ کی بیٹی ہے اور میں تو ایک راجپوت سردار کی لڑکی ہوں اپنی باپ کے
ساتھ میں ہی لڑائی پڑ گئی تھی۔ اور اس وجہ سے میں منصور کو جاتی ہوں۔ اس لئے کہ
میرے قید کے زمانہ میں اوہنوں نے ہم پر بڑی مہربانی کی تھی۔
مہاراج کرشن۔ بہن بہن میں سمجھ گیا۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ تاسہزادی ہو کر آپ
اس طرح بیکہ و تنہا میرے پاس چلی آئیں۔

موہنا یہ حملہ سنکے شرمائی اور برہمن کے سوال کا جواب نہ دیکھی۔
مہاراج کرشن۔ اب اچھا تو مجھے آپ کا حال معلوم ہو گیا۔ منصور کے متعلق
میں آپکو ہر امر بتا سکتا ہوں۔ منصور سے مجھے ملاقات ہے اور میرے شاگرد
برابر آئے جاتے ہیں اوہنگے ذریعہ سے پیرایہ پیغام اون پاس جاتا ہے اور اون کا
پیغام میرے پاس آتا ہے۔ مگر میں نے اتنا عہد کر لیا ہے کہ یہاں کی فوج اور
راجہ اجیش کے حالات سے مجھے کچھ تعلق نہیں۔ انکی فوج کشی اور لڑائی کے
متعلق کبھی خط و کتابت نہ کروں گا۔

موہنا۔ بہن پوچھتی ہوں کہ منصور کا نام آؤسی آپکو میری تمام حالات کیونکر معلوم ہوئے
مہاراج کرشن۔ مجھے اپنی شاگردوں کے ذریعہ کچھ تمام حالات معلوم ہو چکے۔

ہن میں بھی چاہتا ہوں کہ منصور نے زبردستی بلکہ ظلم کر کے آپکو بیان بھیج دیا چاہے
 سنے سو ہننا شرم لگے۔ دیر کے بعد اس نے نہایت سے سہرا ڈھایا اور نئے لکی
 جناب اتہو آپکو میرے نام رازہ علوم ہو گئی میں چاہتی ہوں جبرج آپے میں راز
 دار بنیں اور میرے حالات کی کسیکو اطلاع نہ دیں۔ آپ کے ذریعہ میں منصور کے
 سفر اور حالات دریافت کرنی رہو گی اور بہت سے کام لوگی۔ ظاہر میں آپ سے
 بنیں اور میرے حالات سے کسیکو اطلاع نہ کریں مگر پوشیدہ طور پر اس کے واسطے انتظام
 سونا چاہئے کہ کوئی خلوت کا وقت معین کیجئے اور وقت پر روز حاضر ہو کر روگی۔
 مہاراج کرشن۔ میں ہر طرح سے آپکی خدمت کو حاضر ہوں مگر میرے دونوں
 شاگرد جنگوا ہی آپ نے دیکھا وہ میرے راز دار ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں بلکہ
 جن دونوں محمود کی فوج میں تین ان دونوں وہ بھی وہیں سے انکو میں اپنے راز دار
 ہی مطلع کرونگا اسلئے کہ اوہنیں کے ذریعہ تمام کام نکلیجئے۔ دیکھئے میں انکو بیان
 بلاتا ہوں شاید آپ اوہنیں پہچان لیں۔

یہ کہہ مہاراج کرشن اوٹھ کر آیا اور ان دونوں لڑکوں کو بلایا اور وہ آکر پہر اوپ کی
 بیٹھ گئے سو سنا وزیر تک اُکلی صورت غور سے دیکھتی رہی اور اوہنوں نے بھی کبھی
 کبھی نظر اٹھا کر اسکی صورت دیکھ لی۔

مہاراج کرشن۔ شامزادی صاحب آپ نے انکو کبھی دیکھا تو بنیں سے یہ
 جلد سنے دونوں لڑکے مسکرائے اور ان میں سے ایک نے اوستا اور بھارت
 دیکھا۔ ہان شامزادی صاحب نے ہمیں دیکھا سو گا مگر ہم نے میدان جنگ میں
 مقابلہ کرتے اور پہر اور سوقت جب اوگی سکھ پال وہاں سے روانہ ہو چکی ہے۔
 دیکھا تھا۔ سو ہننا یہ باتیں سنکر بہت پریشان ہوئی اور دل میں گئے لگی۔ کیا خدا
 کی قدرت سے کہاں کے آدمی کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں کان ہی نہ تھا کہ ہمارے
 دہسین کوئی بھی ترک ہو گا مگر اب جو دیکھا تو بہت سے نکل آئے۔

اچھا تو آپ روز جو وقت چاہو آیا کیجئے رات کا وقت اچھا ہو گا کس بھی آپ انوقت آج

بہت اچھا بین رات ہی کو حاضر ہو گئی۔ یہ کہکر سوہنا اوٹھی اور سب سے رخصت ہو کر چلی گئی۔

گیارہواں باب

مستراح

دور با۔ لے جن کے کنارے ایک قدیم شہر آباد ہے جبکہ مستراح کہتے ہیں۔ اس شہر کو اس امر سے مذہبی وقعت حاصل ہو گئی ہے کہ اس کے چاروں طرف وہ دلفریب مقام واقع ہے جبکہ مہاراجن کہتے ہیں۔ اور جبکہ سری کرشن جی کی پیدائش سے عزت حاصل ہوئی ہے مستراہن تو ہمیشہ ہندوستان کے دیندار ہندو لنگا مرچ رہا ہو مگر مسلمانوں کے بیشتر اس شہر کو جو رونق حاصل تھی وہ پیر نصیب ہوئی اس کے عمدہ سوادین مستطیل وضع کے مندر مقدس دریا کے تہن کے کنارے کنارے دور تک چلے گئے ہیں جن مندروں کے درشن کا شوق سیاحوں کو دور دور سے کھینچ لانا تھا انکی عمارتیں لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے بعد کے حملہ میں اس پاک جہنم پر جہاں کے کنارے ایک اور قدیم شہر کو تخت و تاج کیا تھا جس کے آثار اب نظر نہیں آتے۔ اس شہر میں پہنچ کر اسی معلوم ہوا کہ مستراہیاں سے قریب ہے اور عقیدہ مند ہندو لنگا الیا مرچ ہے کہ اس کے ہندوؤں میں بہت کچھ دولت ملنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ محمود کے دلیہ اسلام جوش نے وہ شوق پیدا کر دئے تھے ایک تو یہ کہ جن کو نوٹ توڑ کے ثواب بخیر کا مستحق قرار پائے دوسرے یہ ہندوستان کے خزانوں سے جو قدر مالی دولت ملے اسے لوٹ لے اپنے شہر کے ملکہ عموما دیندار مسلمانوں کے نذر کرے۔ اس طبیعت کے اولوالعزم بادشاہ کے لئے یہ اشارہ کافی تھا فوراً کوچ کا حکم دیا گیا اور وہ مبارک اور برگزیدہ شہر جو آج تک ظالموں اور خونریز فرمان رواؤں کی شیخہ مستح سے محفوظ رہا تھا گمیر لیا گیا۔ مستراہ اس سے واقف ہی نہ تھا کہ لڑائی

کیا چیز ہے اور اسکے نتائج میں کیا ہوا کرتا ہے وہ سری کرشن کا ایک عشر نگاہ تھا
 جہان سے ایٹالی قدیم حن و عشق اور ریح کی عاشقانہ و لغزیب مہمیوں کی ابتداء تھی
 اس میں کہان اتنی طاقت تھی کہ مسلمان حملہ آوروں کی تلوار کو ذرا بھی روک سکتا
 راجہ دہلی جبکی حمایت میں بہ پاک شہر تھا اس نے خبر ہی نہ لی اور محمود کو جو انہروں
 نے اپنی جوانمردیوں کا جوش و خروش نازک اندام اور شیریں گفتار و لر با عورتوں کو
 دکھایا۔ اس تاخت و تاراج سے فراغت ہونے کے بعد سلطان نے اپنی
 فوج طفر سوج کو واپسی کا حکم دیا۔ سلطان کی فوج کا بہادر جان شامصور سی
 ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس جنگ میں اس جنگ میں اپنی بہادریاں دکھائی
 تھیں جسروز واپسی کا دن تھا اور قصہ تھا کہ ابتدائی شب سے کوچ کیا جائیگا۔ اس
 روز منصور اپنے خیمہ میں سست اور مضطرب بیٹھا ہوا تھا سر جھکا ہوا تھا۔ اور
 خدا جانے کس قسم کے خیالات دل میں گزرے تھے کہ چہرہ کا رنگ آتا تھا اور
 ایک جانا تھا وہ انہیں افکار میں تھا کہ فوجی سوزن نے مغرب کی اذان دی منصور
 کے دل میں جو ایمانی جوش تھا اور جو اسے ان جنگ کے سپہ النون میں لے آیا تھا اس
 نے یک بیک وہ تمام خیالات اوڑھائے اور دفعۃً چونک کے اور وہ اپنی خیالات
 خواب سے چونکایا دایا کہ وضو ہے اٹھ کے مسجد کی طرف روانہ ہوا جو سہری اسلامی
 لشکر گاہ میں بطور خیمہ بنکے قائم کرتی تھی پہونچا تو وہاں تکیہ جو سہری تھی و منصور سی
 شریک نماز ہوا خوش الحان فارسی نے اناست کی اور خدا کے رعب و جلال کے
 ساتھ حمایت دین کا جوش ہر عابد کے دل میں پیدا کر دیا الغرض نماز سے فراغت
 پاتے ہی اور متفرق طور پر اپنے فرود گاہ کو روانہ ہوتے تھے۔ منصور جب نماز
 سے فراغت کر کے چلا تو چار قدم چلا ہو گا کہ مسجد سے کوئی شخص نکلا جس نے دوڑ کر
 اسے سلام کیا اور ادب کے ساتھ کہنے لگا مجھے آپ کی پوشیدہ طور پر عرض کرنا ہی
 منصور۔ فرمائے۔

شخص۔ میں بیان عرض نہیں کر سکتا۔ آپ میرے ساتھ اس لشکر گاہ سلطان سی

بارہ تشریف لیچئے تو عرض کروں۔

منصور نے بہ سکر اس شخص کی صورت دیکھی اور حیرت میں آکر پوچھنے لگا آپ کون
 شخص۔ اس کو آپ نہ پوچھئے تو اچھا ہوتا مگر آپ کا شک رفع کرنے کے لئے
 میں بتائے دیتا ہوں۔ میں ایک سلطان فقیر ہوں سیری زندگی زہد و ریاضت
 میں گذرتی ہے سلطان فوج کے ساتھ میں ہندوستان میں آیا ہوں مگر یہاں
 ایک ہندو جوگی سے ملاقات ہوئی جس کے روحانی کلمات نے مجھے حیرت میں
 ڈال دیا ہے مجھے حیرت ہے کہ ایک کا زمین ایسے کلمات کیوں پیدا ہو گئے
 اس سے جو خرق عادات ظاہر ہوئے ہیں انکو کرامت کہوں یا اسرار کون
 بہر حال میں اب اسکی صحبت اختیار کر لی اور واپسی کا ارادہ نہیں ہے آپکو
 اسی جگہ جوگی نے بلایا ہے خدا جانے وہ کیا کہیگا۔ بظاہر سلطان کے بارہ میں
 وہ کوئی پیشین گوئی کریگا۔

منصور۔ اوہ میں ان باتوں کا معتقد نہیں ہوں ایک مشرک ہمارے بارے
 میں کیا کہہ سکتا ہے۔ غیب کا حال سوائے خدا تعالیٰ کو کسیکو نہیں معلوم۔
 شخص۔ تو آپکے چلے چلنے میں کیا عذر ہے۔ ابھی ابھی چلے آئیگا۔
 منصور۔ اچھا ممتارے کئے سے چلا چلتا ہوں۔

یہ کہہ منصور اوسکے ساتھ روانہ ہوا اپنی فوج کے خمیوں اور سپاہیوں کی
 وضع اور اس جوش کو جو سلطان محمود کے دل سے شروع ہو کر مجاہدین کے
 دلیں پہل گیا تھا۔ دیکھتا ہوا لشکر گاہ سے ہاس نکلا۔ شروع شام کا وقت تھا
 نارسے نکلتے آتے بستے اور طیور درختوں پر بسیرائے جاتے تھے۔ بزم عالم پر
 خموشی طاری ہو جانے کے قبل ہنگامہ بھی خفیف ہو چلا تھا راستہ سبقت نظر آتا
 تھا اب اوسکو بھی تیرگی اپنے دامن میں چپانے لگی ایک ایسے وقت میں۔
 سلطان محمود کی فوج کا اور بہادرانہ منصور اوس مسلمان درویش کی ماتہ جلا
 جاتا ہے وہ فقیر پہلے تو ایک مسلح اور سرسبز میدان میں لیگیا جس کے دامن

میں سر چار طرف پہلے ہوئے تھو اور شام کی آہستہ خرام ہوا آزادی کو اور ہر اُرد حقیقت
خفیہ تشکی کا اثر پیدائی پھرتی اس میدان کی انتہا پر ایک جنگل تھامہ دونوں
رہ نور و صحر کو قطع اس جنگل میں داخل ہوئے جنگل کی تنوڑی مسافت طے کر کے
منصور اپنے رہبر کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا اب کتنی دور باقی ہے۔

دور ویش۔ جتنی دور آپ آئے ہیں اونسی ہی دور راہ ہوگا۔ یہ دریا کے جنبہ تک
جنگل چلا گیا ہے وہ جو کئی دریا کے کنارے ایک مٹہہ میں رہتا ہے۔
منصور۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ اتنی دور ہے تو اپنے گھوڑے پر سولیتا بیارہ
پانی کی مصیبت نہ اٹھانا۔

دور ویش۔ آپ کام فوج کشی آور ہے آپ کو چلنے میں مین یون بہت نہ ہار دینا چاہیو
اگر کوئی یہ سنے کہ وہ افسر کہ جس نے غزنی سے کوچ کیا اور ستہرا پر ناخت کی وہ دور
قدم چلنے سے عاجز ہوتا تو شاید سلطان کے لئے شہر کی بات ہے۔
منصور۔ اہا اب معاف فرمائے مگر جلدی قدم بڑھائے چلئے۔

تنوڑی ویر میں منصور نے جنگل کو طے اور دریا کے جن کے کنارہ پہنچا داسنے
طرف فاصلہ پر ایک پختہ گھاٹ بنا ہوا تھا جسکی سیڑھیاں پانی کے اندر چلی
گئیں بہنیں اور ان سیڑھوں کے برابر ایک مندر بلندی پر قدیم مند و وضع کا
ستاقب اس کے کہ یہ لوگ مندر کے قریب پہنچیں چند نو عمر جوگی اگر گہر لیا
اور کہنے لگے ہمارے گرو جی ستہرا ہی اس وضع کو ناپسند کریں گے اگر ان کے
پاس جانا ہے تو اپنی تلوار کو ہمیں چھوڑ دو۔

منصور۔ (طیش میں آکر) میں تو ضرور ملو لگا اور اپنی اسی وضع سے ملو لگا۔ اور
وہ دور ویش جو منصور کو لایا تھا اس کے چہرہ پر غیظ و غضب کے آثار دیکھ کر سمجھانے
لگا کوئی سنا لفظ نہیں فقیر لوگ تارک الہ دنیا ہوتے ہیں ان کے پاس جانے
میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے آپ اپنی تلوار سجے دیکھئے میں یہاں لپویشیاں ملو لگا
مکن نہیں کہ اور کوئی شخص تلوار لئے ہوئے وہاں جاسکے آپ کو اگرچہ اس کفار

کے ملک میں احتیاط ہوگی مگر میں سچ کہتا ہوں وہاں جانیکار اسنے اسی طرف سے
یو بغیر سب کے حکم کے کوئی اسلحہ بند شخص وہاں تک پہنچ نہیں سکتا اپنی تلوار آپ
مجھے دیتے تھے اور جوگی صاحب سے مل آئیگا۔

منصور۔ میں اپنے شوق سے یہاں نہیں آیا ہوں پہر کیا وجہ ہو کہ میں کسی اور
کے اصول کی پابندی کروں۔ صرف ستاری خاطر ہے لو یہ تلوار میں دیتا ہوں
خبردار کوئی اسلحہ بند مند وادھر سے جانیکا قصد کرے تو مجھے خبر دینا میں وہاں
بیٹھوں گا نہیں صرف ملکر آؤنگا یہ لکھ منصور نے تلوار فقیر کے ہاتھ میں دی اور
ان جوگیوں کے ہمراہ مندر کی طرف چلا۔ منصور تھوڑی سی دور گیا ہوگا کہ وہ فقیر جبکہ
تلوار دیکھتا نظر سے غائب ہو گیا۔ منصور نے چند ان خیال نہ کیا مندر کے اندر
جیسے ہی داخل ہوا کئی مندر جوگی لپٹ گئے اور اوس نے سزار کو شمش کی
کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات پائے مگر ان لوگوں نے کسی طرح چھپا چھوڑ
سنبھون (او) ملکر باندھ لیا اور قیدیوں کی طرح مٹھ کے اندر باندھ کر بیٹھا دیا۔ منصور
حیرت منی کہ یہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے مجھے کیوں گرفتار کر لیا آخر ایک طرف
منوجہ ہو کے کہنے لگا۔ کیوں! آخر میں نے کیا قصور کیا ہے جو یوں فریب دیکر نہ
مجھے گرفتار کر لیا۔

ایک جوگی۔ ستارا منصور ابھی نہیں معلوم ہو سکتا۔
منصور۔ کیا صرف سلمان ہوتا میرا جرم ہے؟ یا اس خیال سے گرفتار کیا
گیا ہوں کہ میں نے ہندو را جاؤں پر بڑے بڑے حملے کئے ہیں اور انہیں تباہ
ویرباد کر دیا ہے۔

جوگی۔ نہیں یہ نہیں پہلو گو نکو ان معاملات سے کیا غرض؟ لیکن تمکو چند
کے بعد خود ہی معلوم ہو جائیگا۔

منصور۔ آہ! مجھے سننا بیکار ہے! تم لوگ کیا جانو کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا
ہوں میری زندگی خدا جانے کیونکر گذر رہی ہے۔ ہائے کتنے مجھے دھوکا دیکر

گرفتار کیا ہے یہ تمہاری خطا نہیں۔ یہ خود میری قسمت کا قصور ہے۔ میں نے ایسی
 ایسیے لوگوں پر ظلم کیا ہے جنکے ظلم زمانہ اوڑھایا کرتا ہے آہ میں نے معشوقوں پر ستم
 کئے ہیں! آہ سوہنا! میں نے تجھے ظلم کیا تھا۔ آہ عذر اخذ اجائے تو مجھے کیوں چھوڑ
 گئی۔ ہائے میں نے تیرا قصور کیا کیا تھا تیرے ہی لئے سوہنا سے بیوفائی کی!
 تو مجھے وغاویکے اور مجھے چھوڑ کر چلی گئی آہ۔ لیلا بھی نہیں جو شاید تسلی ہی دیتی!
 اس نے بھی تیرا ساتھ دیا اتنے معشوقوں سے چھوٹ کے میں اس سفر میں پوہنی
 اپنی جانے پہنچا رہا ہوں اس پر ستم نہیں ستم! میں جو کی طرف سے سوجھ بھوکا بہتر
 ہو کہ تم مجھے قتل کر ڈالو کہ میں ان عذابوں سے روحانی بلاؤں سے نجات پاؤں
 یہاں تک بیان کر کے روئے لگا۔

جوگی۔ آپ دلیں بخیدہ نہو جئے۔ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ ایک لکھی قسم کی تکلیف نہو گی۔
 منصور۔ یہی تو ستم ہے تم مجھے قتل کر ڈالو۔ میں ہوں ہی اسی قابل۔ اچھا وہ مسلمان
 جوگی کہاں ہے ہا جو مجھے فریب دیکر بیان لے آیا تھا۔

جوگی۔ ہم نہیں جانتے وہ کہاں ہے ہا اور ہم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کون ہے۔
 منصور۔ اس ظالم ہی نے مجھے دھوکا دیا وہ فریب دیکے مجھے لے آیا تھا اب تو
 میں تمہاری قید میں ہوں۔ اگرچہ بتاؤ تو کوئی ہرج منوگا آہ وہ کون شخص تھا یہ
 ممکن نہیں کہ تم اسے نہ جانتے ہو۔

جوگی۔ ہم نہیں جانتے اور نہ کچھ بنا سکتے ہیں۔
 اتنا کہ سب جوگیوں نے لہو جوان منصور کو ایک کوٹھری میں بند کر کے کندھی
 چڑھا دی۔

بارہواں باب

گرفتار میں بلا

سلطان محمد کی فوج کا لہو جوان اور بہادر افسر ایک گناہ مقام میں قید ہو گیا

سر دست ہم اسی موقعہ دیتے ہیں کہ اس بیکسی اور تنہائی کے مقام پر بیٹھ کر اپنی خیالات
 پر غور کرے سلطان فوج میں جو تھلکہ بڑ گیا ہو گا اور خود دربار اسلامی میں جو سر با غم
 تشویش پیدا ہو گئی ہوگی بال فعل ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں۔ منظور اسی اسناد
 میں ہے اور سلطان محمود غزنوی دربارے بھجنا تاکہ ہندوستان کے مقدس شہر
 متہرا میں ٹھہرا ہو اسے متہرا کی تباہی کا اثر یوں تو ہندوستان کے سر شہر پر پڑا۔
 مگر دور اجاؤن کو بڑی فکر ہوئی ایک تو راجہ دہلی جو متہرا کا مالک اور جگموت سی ٹوہن
 کے علاوہ ملکی نقصان بھی پہنچا تھا دوسرے راجہ اجیریش جسکے دلوں کو گذشتہ شکست
 کا بہت بڑا صدمہ پہنچا تھا اور جس کو خوف تھا کہ ایسا ہو کہ سلطان متہرا سے فراغت
 پا کے اجیریش کا قصد کرے وہ ایک شریف خاندان راجپوت تھا اور سچی
 بہاری اور سکے رگ و پائین خون کے ساتھ دوڑتی تھی وہ اس امر کو اور انہیں
 کر سکتا تھا کہ خود سبقت کر کے آگے بڑھے اور محمود کی فوج سے دل کھول کر ایک
 پورا مقابلہ کرے اسلئے کہ محمود نے اسکی پیاری موہنا کو نہایت عزت و احترام
 کیساتھ اسکے پاس بھیج دیا تھا ہم اسے ہی اویسی کے افکار میں جو بڑی تہمین
 اور اسکے راج سبھ سے لٹک کر اس خوشنما سندریہ طرف چلتے ہیں جبکہ متعلق
 ایک سوا لے میں ہمارے دور متہرا راج کرشن صاحب ذرا فکر مند بیٹھے ہیں۔
 رات کا وقت ہے اور اندھیرا ہر طرف چھا ہوا ہے جس گھڑی سرری کرشن جی
 نے دنیا میں جنم لیا تھا یعنی اُدھی رات گذر گئی ہے اور چاند نے ابھی ابھی کمپ کیا
 ہے مندر کے سنہرے کلس پر ماہتاب کی شمعائیں جگمگانے لگی ہیں اور شہر کے
 باہر ہونیکے وجہ سے وہ بخاربت نظر آ رہے ہیں جو کمر کی صورت میں اس تمام
 حصہ پر چھائے ہوئے ہیں جو مندر کے باہر سے شروع ہوا ہے اور کوسٹانی
 نشیب و فراز کھاتا ہوا کوسٹون تک چلا گیا ہے مغرب کی طرف شہر کی عمارتوں
 کے بلند کمرے اور سوا لوں کی لمبی لمبی چوٹیوں اور سکوت کیساتھ اپنا تماشہ دکھا
 رہی ہیں اور مغرب کی جانب پہاڑوں کی چوٹیاں نظر رولی کا ساتھ دیتی ہوئی

آسمان کے اس افق سے جا کے ملکی بن مہاراج کرشن کے حجرے کا دروازہ کھلا،
خود مہاراج کرشن اپنے مقام پر بیٹھا تھا ایک عربی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کا ملاحظہ
بیان کر رہا ہے اور حوروش ماہ شیماسو منا۔ جسے اوستا کی درجہ پانچویں کتاب
مین پھنا کے زیادہ رات آنے خیال بالکل مٹا دیا تھا حسن عقیدت کیساتھ
اوستا کی باتیں سن رہی تھی سو منا کے پیہ بہائی اور مہاراج کرشن کے دونوں
رازدار چیلے بیٹھے اوستا کی اُپدیشی نہایت ہی استغراق کیساتھ سن رہے تھے لکاکیر
راجہ کی ڈیوڑھی سے زینے کی آواز آئی جو ہمیشہ آدھی رات کے وقت عام لوگوں
کی اطلاع کے لئے بجا کر ناٹتا۔ اٹنا سنتے ہی سو منا چونک پڑی اور گہرا کے گئے
لگی مہاراج آج مجھے بڑی دیر ہو گئی اب جانی ہوں۔

سو منا۔ ہاں مہاراج میں آج اسہین لہجاؤنگی انکو تکلیف تو نہ ہوگی مگر رات کو گنگی
سناؤنگی اتنے میں باس رکھ رہی تھی معلوم ہوئی دونوں چیلوں نے گرد کے گوشہ
سے نکل کر دیکھا منور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ شور و غل کی آواز سی گانہیں آئی تمام
آدمی فکر مند ہو گئے اور سو منا گہرا کے گئے لگی۔ بہین معلوم کیا ہے۔ اس وقت
بہ لوگ بیان آئے ہیں۔

مہاراج کرشن۔ شاید عورتیں پوجا کرنے آئی ہوں گی۔

ایک چیل۔ مہاراج آواز تو مردوں کی ہے۔

مہاراج کرشن۔ ہاں رات زیادہ آئی ہے حفاظت کے لئے کچھ مرد ہی پہلے
آئے ہونگے پہلی سو منا فوراً سہنے سے اوسر ہٹ جاؤ۔ انہا ہی کہا تا کہ گنگی اور بہین
نہر دروازہ دیکھ ہمارے کما دروازہ کھول دو۔

مہاراج کرشن۔ (ایک چیلے سے) بچا تم دروازہ کھول دو میں آتا ہوں چیل
اُٹھ کے گیا اور دروازہ کھولا دروازہ کھلتے ہی بہت سے آدمی اسلحہ بند اندر گس
آئے سبھوں نے آتے ہی پہلے تو سوالے کے سامنے جھک کے مورت کو سلام
کیا اس کے بعد تمام لوگ پوچھنے لگے مہاراج کرشن جی کہاں ہیں۔

چیلہ۔ میں بلائے لاتا ہوں یہ کسکو وہ چلنے کے لیے مڑا ہی تھا کہ کہنے ڈانٹ کے کہا جلد ہی بناؤ وہ کہاں ہیں۔ اونکے آنکی ضرورت نہیں۔ یہ بناؤ کہ وہ کس کمرے میں ہیں۔ چیلہ کانپ کے سوچتا ہی رہ گیا کہ انہیں لوگوں میں سے کسی نے جڑھ کے کہا تم جانتے نہیں کیسے بنا بنکی ضرورت نہیں اتنا کہا اور وہ شخص ہمارا ج کرشن کو کرے کی طرف چلا اور تمام لوگ اسکے پیچھے ہو گئے۔ کئی مشعلین اونکے ساتھ نہیں اور سب لوگ اسکو بندھے تھے جنہیں ایک نو عمر شخص اپنی وجہ است سے صاف بتا رہا تھا کہ کوئی نامورا خسر ہے یہ تمام بھوم کر کے ہمارا ج کرشن کے کمرے میں گس گئے۔ دوسرا چیلہ جو گرجی کے پاس بیٹھا ہوا تھا فوراً بدحواس ہو کر اڑھ کھڑا ہوا اور اسکو کی طرف خوف اور مالیوسی کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پیاری زائد فریب سو نہ! آہ یہ نہ پو اس کا کیا حال ہوا۔ اس نے ساڑھی سے اپنا سونہ چھپایا اور ایک کونے میں ڈوب کے بیٹھ گئی۔

اتنے میں ان سب لوگوں نے ہمارا ج کرشن کو پکڑ کے زبردستی باہر نکالا۔ اُسنی میں سے سی نے ڈانٹ کر کہا یہاں اور کون ہے جو کوئی ہو اسکو بھی باہر لاؤ۔ پہلے لوگ اوس چیلے کو لے گئے جو بدحواس کھڑا ہوا تھا اس کے بعد دوسرا دوسرا دیکھا نو کوئی عورت کونے میں دبی نظر آئی۔ کئی آدمیوں نے شور کر کے کہا۔ اہا۔ یہاں کوئی عورت ہی ہے اس آواز کے کان میں پڑتے ہی کئی شخص جھپٹ پڑے اور اس عورت کو معرزی سے کھینچتے ہوئے باہر لائے اور اسکو دھمکنے لگے عورت جب باہر آئی تو جھک گئی کہ اسکی کوئی صورت نہ دیکھ کر شب کا افسر بڑا مشعلین قریب لائی لیکن اور ایک سپاہی زبردستی ہاتھ سے اوس کا سنہ کھولا سنہ کا کھلنا تھا کہ جن کا نور چکا جکے ساتھ ہی شاہی رعب و داب کی کرین ہی تھیں تمام لوگ کانپ کے ہٹ گئے اور کسی نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔ این! یہ تو ہماری راجکھنوری سو نہ!۔ اس حملہ نے کچھ ایسا اثر کیا کہ اس طرف سناٹا ہو گیا تمام لوگوں نے ہڈاٹ اور خوف سے سر جھکا لئے۔ لیکن افسر بڑا کھلنے لگا۔

شاسنہ راوی صاحب میں آپکو بیان کمان ویکتا ہوں۔

موہنا۔ ظالم جے رام! تو نے سیر اچھا نہ پھوڑا مجھے بجز۔ سے بیشک ایسا ہی خوف تھا جے رام۔ شاسنہ راوی صاحب مجھے معاف کیجئے میں بالکل نہیں جانتا تھا کہ آپ بیان تشریف رکھتی ہیں۔ کیا آپ نے بہنیں سنا کہ یہ برہمن نہیں ہے ترک ہے ہمارا سند رنا پاک کرتے کے لئے یہ روپ بدل کر بیان اجیرش آیا ہے۔

موہنا۔ ہاں تیرا یہ ارادہ ہے کہ کچھ پرواہ بہنیں ہمارا جہ صاحب سے بیان کر دی موہنا نے اسکے بعد سر جھکا لیا اور حسرت مندی کیسا تہہ کچھ سوچنے لگی اتنے میں لوگ مسالہ ج کرشن اور اوسکے دونوں چیلوں کو باندھ کے لیچلے موہنا نے اپنا استاد کو اس ذلت سے جاتے دیکھ کر جے رام سے کہا۔ اہا ہا ہا بھائی بہن! ہنسیا بھیسہ بڑی گی جے رام نے چند لوگوں سے کہہ دیا کہ تم بیان تیسرو شاسنہ راوی موہنا جھوٹ بیان سے جاتے اوسکے ہمراہ جانا اور گھر تک ادب کیساتھ پہنچانا یہ لکھ کر جے رام ہی ٹھا کر دو ارے سے نکل کر چلا گیا۔ موہنا کچھ دیر تو سوچتی رہی آخر اپنے خیالات سے باتیں کرتی ہوئی اودھر گئی اودھر دوسرے طرف جے رام کتا سارا ج کرشن اور اوسکے دونوں شاگردوں کو لیکر اپنے گھر پر گیا وہاں جا کر اس نے لوگوں سے کہا اب اسوقت تو موقع بہنیں ہے اور نامناسب ہو کل یہ لوگ حضور ہمارا جہ صاحب کے روبرو پیش کئے جائینگے۔ رات کو انہیں احتیاط سے رکھ کر صبح کو جب میں حکم دواں انور امیر سے ساتھ لیکر چلنا۔ بہاؤ و راجہوت جے رام تو یہ کارروائی کر کے اپنی خواب گاہ کو گیا اسکو دل میں موہنا کی طرف سے طرح طرح کے خیالات نہی کہی تو کتا تھا کہ موہنا کی عداوت بھی کچھ حد سے پہنچا لیگی اور کہی کتا تھا کہ بہنیں موہنا سیر کچھ بہنیں کرکری انہیں خیالات سلسلہ میں اوسے اپنا گزشتہ عشق یاد آیا ایک آہ سرد بہر کر کہنے لگا آہ موہنا کتنی حسین! کتنی خوشرو! کیسی پیاری! کیسی سیرے لگو وہ ظالم ہو گئی درندہ میں اوسکو اپنی لالی بنا کر رکھتا بلکہ دلہوی تصور کر کے اسکی پرستش کرتا۔ آہ اوس نے سیری قدرنگی انہیں خیالات میں اوسکی انگلی لگ گئی جھکواوٹے کے جے رام لڑ

اپنے سندور سم کے موافق اشنان کیا اور اسکے بعد فوراً درباری لباس پہن کر اپنی ایک ماتحت افسر کو حکم دیا کہ مہاراج کرشن اور اوس کے ساتھ واسے قید یونکو لائے حاضر کرو وہ اسپر باہر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد چند راجپوتوں کے واپس آیا مگر اس وضع سے کہ سب کے چہرہ پر ہوا بیان اڑھری تھیں اور سب ندامت و سر جھکاؤ سے جے رام۔ کیوں اُن قیدیوں کو بہین لائے۔

افسر۔ حضور بڑا غضب ہو گیا۔

جے رام۔ غضب کیا ہوا۔

افسر۔ وہ برہمن اور اوس کے دونوں پہلے رات کو ہماری حراست میں کیا گیا تھا جے رام۔ (غضب آلودہ ہو کر) غائب! تم لوگ نے کیسی حراست کی جو غائب ہو گئے۔

افسر۔ حضور رات کو آنے ہی سم نے ان سبکو زنجیروں میں باندھ کر قید کیا مگر اتفاق سے پہرہ والوں کی آنکھ لگ گئی اور صبح کو جب وہ جاکے تو تینوں قیدی غائب تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا وہ کیونکر چلے گئے اور کہاں غائب ہو گئے۔

جے رام۔ (منہایت ہی برہمی کے لہجہ میں) ستاری ان غفلتوں کو جو جہ سے ترک لوگ تم پر غالب ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ بیشک اس شخص میں کوئی تریب کی بات ہے جہاں ملے اس سے تو ہونٹ کے لٹاؤ۔

اتنا سنکر جے رام خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اس میں سوہنا کی کارروائی تو نہیں ہے۔ مگر سوہنا تو دہی رات کو اپنے گھر پر گئی ہے اتنی جلدی وہ کیا کارروائی کر سکی ہوگی لیکن برہمنی اس کا گمان سوہنا کی طرف رہا اس امر کو اس نے ظاہر نہیں کیا بخیر کرنے لگا کہ سوہنا کی ان کارروائیوں کو اب کس طرح ہمارا راجہ صاحب پر ظاہر کرتا پاس ہے درندہ خوف ہے سوہنا راجہ صاحب کو پرندہ کو اسی قسم کی ادنی سازشوں سے ممکن ہو کہ سلطنت ہاتھ سے جاتی رہے اور ہمارا راجہ تباہ و برباد ہو جاوے میرا خیال ہے کہ سوہنا مسلمانوں کے قریب میں آئی

ہزار لائق ہو بہر ہی وہ ایک بھولی لڑکی ہے اگر مسلمانوں کا فقرہ اس پر چل گیا تو نہ
مہاراجہ صاحب کو خبر ہوگی اور نہ اور کسی کو خبر ہوگی بلکہ خود سوہنا کو ہی نہ معلوم
ہوگا اور اجیریش پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائیگا۔

وہ انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا اور مٹا جے رام کے دل پر ان خیالات نے کڑا دیا اتر گیا
کہ محبت اور دوسرے جوش سوہنا کے اوس فدیہی عشق پر غالب آگیا جس کو آفتاب
کی کرنیں اب تک اوس کے دل میں ایک گہنی پیدا کرتی رہتی تھی۔ آخر وہ اٹھا اور
اور مہاراجہ کے دربار میں گیا اور سر جھکا کر خاموش کھڑا ہو گیا۔

مہاراجہ۔ جے رام تو اس پر ہنس کر لے آیا۔
جے رام۔ حضور میں اوسکو شبہ ہی کو گرفتار کر کے لایا اور اپنے مکان میں رکھا
مگر خدا جانے کیونکر صبح ہونے سے پہلے ہی وہ میرے مکان سے غائب ہو گیا
مہاراجہ۔ (حیرت سے) غائب ہو گیا! کیونکر غائب ہو گیا اچھی طرح حفاظت
جے رام۔ حفاظت پر تو دس بارہ جوان مقرر کئے تھے مگر ان بسکے آئندہ لگے
گئی اور اپنے حضور کا اعتراف کرتے ہیں۔

مہاراجہ۔ جے رام مجھے تیری جانب کوئی بدگمانی نہیں بنیں ہو سکتی۔ مگر میں تجھے
آئندہ کے لئے نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمان لوگ آفت میں اگر تیرے سپاہیوں
سے ایسی ہی غفلتیں ہونگی تو ان لوگوں کو ہمیشہ غالب آئیگا جو تیری موقعہ مل جائیگا۔
اچھا اسکی جستجو کا کوئی انتظام کیا ہے۔

جے رام۔ سہی مہاراجہ اپنے اسکان بہر نوین نے کوشش کی اور کتا ہون
مہاراجہ۔ جے رام تجھے کچھ معلوم ہے کہ اب محمود کہان ہی ہوتا ہوں
اوسنے ستراچی کو لوٹ لیا ہے اور مندر ورن کو ویران کر دیا
جے رام۔ حضور میں نے ہی ایسا سنا ہے بلکہ مجھے تو آج انیس ذریعہ سے
معلوم ہوا ہے کہ سلطان کا دوسرا بیٹا ارادہ ہے۔

مہاراجہ۔ (پریشان ہو کر) کیا تو نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے۔ اسکو بعد راجہ

کی پریشانی سبب بغضب ہو جاتی ہے آنکھوں سے چنگاریاں اڑنے لگی ہیں اور تمام اہل دربار کی طرف مخاطب ہو گئے کہتا ہے میرے بہادر و کباب محمود نے حکموں کو دیکھ لیا ہے اور ہمارے مقابلہ کا ارادہ رکھتا ہے یہ سچ ہے۔
 تمام اہل دربار۔ مسری مہاراج محمود کیا کر سکتا ہے اس کے آنے دیکھے
 ہم سب ترکوں کو کاٹنے والے دیکھے۔ وہ اور بات بتی کہ سندھ میں چڑھ کے گئے تھے
 اور ہمارے سپاہی اپنی دور کے سفر میں تنک گئے تھے اگر وہ بیان آجیگا تو ممکن
 نہیں کہ وہ ہمارے ہاتھ سے صحیح و سالم نکلیں گے۔

جے رام۔ اگرچہ میں اس موقع پر گرفتار ہو گیا تھا لیکن اگر اجیریش کو بہادر
 کے نیچے لڑی ہوئی تو میں اپنے چہتری خون کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جیتوں
 ایک راجپوت بھی زندہ باقی ہو اسکو ہمارے کسی مکان کی صورت دیکھنا نصیب نہ
 راجہ۔ مگر مجھے امید نہیں کہ محمود میرے مقابلہ کا ارادہ کرے اس لئے کہ سلطان
 اس پر دوست ہو اسے میری بیاری بیٹی سوہنا کو بڑی عزت سے اور صلح پاک
 صاف میرے پاس بھیج دیا۔ لیکن ہاں جے رام میں مجھے حکم دیتا ہوں کہ اب
 زیادہ ہوشیاری سے کام لے اس پرہن کے غائب ہو جانے سے مجھ کو اندیشہ
 ہو گیا یہ مسلمانوں کا کوئی گونیدہ نہ تو تعجب کی جگہ ہے کہ اتنے سخت پہرے
 کیونکر نکل گیا۔ اجیریش کے قریب کون ایسا ہو جو اس کا نکال لیجانا کا ارادہ کرتا۔ اچھا
 اب تم جاؤ اور ہوشیاری سے شہر کی حفاظت کرو جے رام کو سوہنا کی شکایت
 کرنیکی جرات نہو گی دل ہی دل میں سوچنا رہ گیا اور راجہ اور اٹھ کے چلا گیا لوگ
 اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گئے۔

تیسرا باب

شادی کی چہرہ چھاڑ

اجیریش کے باہر ایک پہاڑی ہے جہاں دور دور تک کوہن سبزہ نما چلا گیا ہے

باغبان قدرت طرح طرح کے درخت لگا دئے ہیں جسکی قوت نازکی آنکھوں کو سبز و سرخ و پھولوں
 کے قریب رنگ اور سواونکا مسانت کیسا سنہ آزادی کی چال چلنا یہ ایسی چیزیں ہیں
 جو شاید اُس مقام کے سوا اور کسی مقام پر کم نظر آئیں گی اس مقام پر ایک رہنمائی
 خوشنما محل بنا ہوا ہے جس کے گرد بہ تمام قدرتی سبز و زار ایک پائین باغ کا کام دے
 رہے ہیں یہ مہاراجہ اجیریش کا محل ہے اور خاص محل جبین سبھا ہوتی ہے جہاں
 دادخواہوں کی فریادیں سنی جاتی ہے خاص شہر میں ہے علاوہ اسکے اور بھی محل ہیں
 جن میں رانیان اور اکثر راجہ کے متعلق رہا مگر یہ محل اس صحرا میں راجہ کی خاص رانی
 کنولہ کے لئے بنایا گیا تھا جو مہاراجہ اجیریش کی خاص ملکہ ہے اور جس کا اثر سلطنت
 پر اگر شور و رہ سے نہیں تو برابر ہی ہے لیکن اس رانی کے مزاج میں قدرت کی
 کچھ ایسا استغنا اور ایسی سادگی پیدا کر دی ہے کہ اس کو ذرا اور دربار پر حکومت کو
 شوق ہے اور نہ شہر کے اندر ہی رہنا زیادہ پسند کرتی ہے اس رانی کے رہنے کے لئے
 یہ محل بنایا گیا تھا اور اب تک وہی اس میں رہتی ہے یوں تو راجہ اکثر آیا کرتا تھا مگر
 مشکل کار و زمین ہے جس روز مہاراجہ اجیریش شہر سے نکل کر بیان آتا ہے اور
 اس مکان بن دن بھر قیام کرتا ہے رانی شاسنہادی مومنہ کی ماں ہے اور اسی کے
 لہجے سے ایسی حسین نازنین و عالم و فاضل اور ایسی شجاع لڑکی پیدا ہوئی رانی
 اپنے مذاق کے موافق شہر سے ذرا فاصلہ پر رہتی ہے اور اس عالی شان محل کو
 رونق دیا کرتی ہے مومنہ اپنی ماں کے پاس نہیں رہتی تھی جسکی وجہ شاید یہ ہوگی
 کہ اس کو شہر میں کی تعلیم پانگی ضرورت سے اپنی زیادہ زندگی شہر میں گزارنا پڑتی تھی
 جہاں ہر طرح کے پنڈت اور سہرن کے استاد موجود تھے۔ مومنہ آج اپنی ماں
 کنولہ سے ملنے کے لئے اس فرحت بخش مکان میں آئی ہے رانی تو ابھی کسی ضرورت
 سے محل کے نیچے سے مگر مومنہ سب سے اونچے برج میں بیٹھی ہے اور قدرت
 کا تماشا دیکھ رہی ہے سر غرار کی نفاصہ والی دھند و دور دور پر پہاڑوں کی
 خوشنما چوٹیوں پر چرند کا آزادی سے پھرنا اور طیور کا اوڑا اوڑا کر مختلف سرسبز و

شاہین پر بیٹہ کے چہرہ نامہ سب ایسی کیفیتیں ہیں جنہوں نے موسیٰ کو از خود فرست
 گھر جانا موسیٰ کو دیکھا ان کیفیتوں کو بیٹھی دیکھتی رہی تھی۔ فائدہ کی بابت ہو کر ایسا
 سمان رہیں ایک چھینی کا اڑھیدہ کر دیا تھا اور دل کے تمام جذبات یک یک
 اوجھڑ پڑتے ہیں موسیٰ کو اپنے گلے وہ تمام واقعات جنہوں نے کسی زمانہ میں اسکو
 پہنچا کر رکھا تھا اور جواب لکھتے رہے پلے پلے تھے فوراً اسے ہو گئے تیر عشق
 کے جو گہری زخم اس کے سینہ پر چسے تھے از سر نو تازہ ہو گئے اور یا تو بیٹھی تماشہ
 دیکھ رہی تھی یا اہن کہنے لگی او سنے اپنے شاعرانہ اسٹک سے کام لیا اور
 اس آزاد مخلوق کی طرف خطاب کر کے جو وسیع منظر میں پہلی ہوئی کہنے لگی اور
 چڑیو اے چار پائے جانور تو تم کس اچھی حالت میں ہو آہ! ستاری اس آزادی
 پر مجھے حسد آتا ہے کوئل! ظالم تو خود ہی بچیں ہوتی ہے اور مجھے ہی بچیں گئے یعنی
 ہے۔ یہ بھول! آہ کہنے جلنے میں مگر افسوس میرا دل بجا ہے آہ کیا کہوں کہ
 یہ بہادر بچکے دلین کیا خیالات آتے ہیں نہیں سرگز زبان سے نہ نکالوں گی۔
 افسوس میں کیسی ہوتی جاتی ہوں مجھے کیا ہو گیا موسیٰ انہیں باتوں میں ہتی کہ مان
 آگئی مان نے بیٹی کی پیاری صورت کو محبت کی نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگی
 پیاری موسیٰ تو اس وقت پریشان کیوں ہے۔

موسیٰ۔ نہیں ماما میں پریشان نہیں ہوں یہی سانسے کی فضا اور اس میں چرند
 پرند اڑنے دیکھ کر اکی آزادی پر مجھے حسد آتا ہے۔
 کہنولا۔ موسیٰ تو یہی تو آزاد ہے تجھے کون کس کام سے روکتا ہے۔ وہاں شہر
 میں خود مختاری کیسا ہوتا رہتی ہے تیرے معاملات میں کوئی دخل نہیں دیتا۔
 موسیٰ۔ نہیں تو میں کچھ شکایت توڑی ہی کرتی ہوں میں تو یہ جانتی ہوں کہ
 یہ جانور کس آزادی اور بیفکری سے سیر کرتے پرتے ہیں انسان خزاں کچھ ہوا کی
 آزادی کے مقابل میں ہو سکتا۔

کہنولا۔ ہاں۔ ہاں موسیٰ بیشک تیرا دل گہرا نا ہو گا۔ ہماری ہی غلطی جو آج

سنگل کا دن ہمارا آج ہونے میں آج ہی آدن سے کوئی کہ اب جیلر پر پہنچا
 سوہنا کی شادی جلدی کر دو۔ صرف تیرے پڑنے لگنے اور تیرے شوق کے
 باقی رکھنے کے لئے ہم نے اپنی رسم کے خلاف کیا کہ تیری معاش نہیں کی یہ
 سکر سوہنا نے مذمت سے سر جھکا لیا۔

کنولا۔ ہاں ہاں میں سمجھ گئی تو یہی چاہتی ہے۔
 اتنی دیر میں نقاسے کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ ہمارا صاحب آنے
 میں رانی کنولا اور بیٹی کہ جا کر خندہ پیشانی سے راجہ کا خیر مقدم ادا کرے چلتے وقت
 اپنی بیٹی سے کہنے لگی۔ سوہنا چل تو یہی باپ کے پاس چلے بیٹھ۔ دنیا میں مجھے
 زیادہ انہیں کیسے ساتھ محبت نہیں ہے۔ تیری صورت دیکھ کے وہ خوش
 ہو جاتے ہیں۔

سوہنا۔ اچھا ماما میں جلتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھی اونٹھ کٹری ہوئی اور مان اور
 بیٹی دونوں کو بٹون سے بچے اور ترے لگین وہ کہہ چمپن آکر راجہ صاحب اگر
 ٹھیرے تھے قدیم مذاق پر نہایت عمدہ طور پر آراستہ کیا گیا تاد پوار و پیر جاجا دیو
 تانہن اور دیو دیون کی مبارک اور دلغریب تصویریں لگی ہوئی تھیں جنگی صنایعی
 میں وسط ہند کے اعلیٰ کار نگاروں نے اپنی دستکاری کے جو سر کیساتھ اپنا اپنا
 مذہبی جوش دکھایا تھا راجہ رچی اور سیٹا جی کی تصویریں رانی کو دفا شعاری کو
 دینی تھیں اور راجہ کو راستبازی کا اور دوسرے بطرف کرشن اور رادھ کا جی کا جلوہ
 دونوں کے دلوں میں عشق و محبت کو ترنی دیتا تھا خصوص صورت میں جبکہ ان
 تصویروں پر ادب کی پڑتی تھی اور روز صبح اونٹھ کے مذہبی طور پر ان کے آگے رہنا
 سر نیاز جیگا یا تھا جنگی پریشش کے ذریعہ سے کسی قادیوانا کی ہستی کا رعب دلوں
 میں پیدا کرالیا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ کہہ میں وہی تمام مشرقی پرانا فریخہ تاجو
 جاسے کتنی ہی بڑا معلوم ہو مگر اس ساوکی کے عہد کے نہایت ہی مناسب
 تھا۔ مسکاری کنولا اور راجہ نواری سوہنا دونوں منتظر کٹری تھیں کہ ہمارا صاحب

آنے والی شومیر برہمنی کے آئین دوکھا اور شاہزادی نے سماعتندی کی اور ایلین نظر کر کے
 راجہ کو بیٹھا یا اور آپ سا سزا دے دی پیشگی۔ جب معمولی منزل پر پہنچا اور راجہ اپنی لڑکی
 کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا سوہنا تم یہاں کب آئیں۔
 سوہنا۔ ہمارے جیسے آئے ہوئے ابھی تو قریب دیر ہوئی۔
 رانی۔ آپ کچھ خبر نہیں لیتے اور میری سوہنا گہرائی سے۔
 راجہ۔ گہرائی کی کوئی بات نہ ہو۔ سوہنا کیلئے کسی بات کی فکر ہے۔
 سوہنا۔ نہیں مجھ کو کسی بات کی فکر نہیں آپ کا اقبال میری آرزو پوری ہوتی ہے۔
 راجہ۔ پر گہرائی کس بات کا۔

رانی۔ میں بیان کر دیتی۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوہی بے شرمی اختیار کر کے صاف
 صاف کہہ دے۔ رانی کے اس جملے نے سوہنا کو شرمندگی کی وجہ سے پیسے پسینے
 کر دیا اور اس نے سر جھکا اور گویا کہے میں اس کو کوئی دیکھتا ہی نہ تھا۔ پھر ہی شرم
 نہیں مانتی اس لئے کہ راجہ صاحب سامنے بیٹھے تھے اور بائیں کے سامنے ان
 نے ایسی شرم دلائی کہ بات چیت طردی آخر جب کسی طرح قرار نہ آیا تو ایسی ندامت
 کی اول سے سر جھکائے ہوئے اور ٹٹی اور اداس کرے سے نکل کے چلی گئی۔
 سوہنا کے جانیکے بعد رانی نے راجہ سے کہا۔ سوہنا اچھی خاصی جوان ہے کتنی
 میں جو بیاہ نہ کیا تو اب بھی نہ کہیے گا۔

راجہ۔ ہاں اس کا تو مجھے اکثر خیال رہتا ہے مگر کیا کروں تم جانتی ہو میرے اور
 کوئی بیٹا نہیں ہے جو کہ یہی ہے کسی ایسے شخص کو میں اپنے بعد تخت پر بیٹھا
 چاہتا ہوں جس کے ساتھ اس کا بیاہ ہو جائے میں نے جے رام کو تجویز کیا وہ بہادر
 ہی ہے اور لائق ہی ہے۔ علم و فضل میں بھی اچھے لڑکے لوگ اس کی تعریف
 کرتے ہیں مگر سوہنا کو شاید دل سے پسند نہیں ہے کہ اس کی بی بی بنے۔

رانی۔ یہ کاسے سے معلوم ہوا کہ سوہنا جے رام کو نا پسند کرتی ہے یونہی ہندوستان
 کے بہت سے راجہ ہزاروں کو میری سوہنا کی تنہا مگر میں ہی آپ ہی کی رائے

کے موافق جے رام کو پسند کرتی ہوں۔
 راجہ - میری اور ستارے پسند کرنے سے کیا واسطہ خود موہنا کی بھی تو پسند ہو۔
 رانی - موہنا اب کی تجویز کے خلاف نہ کرگی اب کو اختیار ہے۔
 راجہ - بنین موہنا بڑی لکھی اور پوشیا رہے یہ ان لڑکیوں میں بنین جو مان کی
 تابعداری خواہ اپنی خوشی ہو یا نہ ہو لیا کرتی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی بنین چاہتا
 ہوں کہ کسی بات میں اس کی طبیعت کے خلاف ہو۔ تم اپنے طور پر اس سے دریافت
 کرنا اگر وہ راضی ہو تو میں ابی شادی کروں گا۔
 رانی - کوئی بات بنین آپ انتظام کیجئے میں وعدہ کرتی ہوں کہ ضرور راضی کر لوں گی
 راجہ - لیکن یہ بنین کہ اس کی طبیعت کے خلاف ہو۔
 رانی - بنین یہ نہوگا۔

راجہ - اچھا تو اب ادھر ہجاؤ میں فخر ہو نکو بلواؤنگا آج کل سناٹوں کی لڑائیوں
 نے مجھے فکر میں ڈال رکھا ہے مشہور ہے کہ محمود کا ادھر آنیکو ارادہ ہے اگر وہ
 آگیا تو بڑی خرابی ہوگی اور یہ ممکن بنین کہ جب تک میں زندہ ہوں وہ اجیرش
 کے اندر قدم نہ رکھے مگر اس بات کا افسوس ہے کہ میرے بہت کڑی سپاہی
 ان سے مارے جائیں گے رانی یہ سنکے گہرا ہی لگی اور پوچھنے لگی - پھر تو اب کیا
 کیا جائیگا۔

راجہ - گہرا نیکی کوئی بات بنین ہم لوگوں کا یہ کام ہے۔ اچھا تو اب ہجاؤ میں اپنی
 وزیر کو بلواتا ہوں رانی اٹھ کر بیدل اور سست قدم اٹھاتی ہوئی چلی گئی اور
 راجہ نے وزیر کو بلوایا سبھوں نے حاضر ہو کر نہایت ادب سے راجہ
 کو ڈنڈہ دیا اور اپنے فریضے سے مرتبہ کئے موافق بیٹھ گئے۔
 راجہ - گہرا جیرش کا کیا حال ہے۔

ایک وزیر - مہاراج کی دید سے سلطیح امن ہے۔ ہاں محمود کے ایک خبر
 جب سے شہر میں مشہور ہوئی ہے اس وقت تو لوگ بہت پریشان ہیں۔

راجہ۔ لوگیا یہ خبر صحیح ہے کہ محمود اوسرا آئیگا۔
وزیر۔ سری مہاراج اتبوا بالکل راج معلوم ہوتی ہے کہ آج ایک افسر کی طرف
اشارہ کر کے جو دور ادب سے کٹرا ہوا تھا، یہ مہتر لڑھی سے دیش کر کے آئے ہیں
انکی زبان ایک نئی خبر معلوم ہے۔

راجہ۔ وہ کیا؟

وزیر۔ مہاراج خود انہیں کی ترابی سنئے۔

راجہ۔ (اوس افسر سے) بیان کرو۔

افسر۔ وہ (دعا دیکر) مہاراج۔ دلی کے راجہ نے ایک فوج مہتراجی کے پرستار
بھیجی تھی وہ فوج جب پہنچی جب تمام مندروں کو بہر سٹے کر چکا تھا مگر فوج جب
پہنچی تو محمود کی فوج سے اور اس سے مہتراجی کے اوس ہر دس کوں پر لڑائی ہوئی
افسر۔ بہت دیر تک تلوار جلائی۔ دلی راج کے بڑے بڑے سورماؤں مار دیے
اور آخر محمود کی فوج ہوئی۔ مگر مشہور ہے کہ سلطان کو ایک سردار کے مارے جانیکا
ایسا صدمہ ہوا کہ فوج کی خوشی بالکل نہیں ہوئی بلکہ اس کا ارادہ ہے کہ اوس مسوار
کے عوض تمام مند و راجاؤں کو تباہ کرے۔

راجہ (طیش میں آکر) وہ کیا کر سکتا ہے دلی کے لوگ جہاں گئے ہونگے میری
سورما ایسے نہیں ہیں جو رن کے میدان میں بغیر فتح کے زندہ چلے آئیں یہ بھی
سنا کہ سلطان کا کون افسر مارا گیا۔

راجہ۔ عبد اللہ۔

افسر۔ نہیں حضور۔

راجہ۔ التوتناس۔

افسر۔ (غور کر کے) یہ بھی نہیں مہاراج۔

راجہ۔ منصور؟

افسر۔ ہاں حضور۔ منصور، منصور، منصور!!

راجہ۔ (چونکہ کر) منصور مارا گیا اگر ایسا ہے تو محمود کا نقصان ہوا مجھے یقین نہیں
افسر۔ مہاراج منصور ہی مارا گیا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ تقریباً بیس تک ہوئی تھی کہ
اندرویکا ایک چٹخ کی آواز آئی جس سے تمام اہل دربار چونک چڑھے کہ۔

راجہ۔ (راجہ پریشان ہو کر) یہ کیسی آواز تھی؟ راجہ یہ جلد کہتے ہی خیال آگیا کہ یہ
آواز مومنا کی تھی مگر مومنا کو کیا ہوا۔ جو یوں چلا اوٹھی۔ اس خیال نے بیس تک
بتاب کیا کہ دربار سے اوشکر اندر گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ مومنا ستاسف
اور ناتوان بیٹھی ہوئی ہے رانی کی خواصین چاروں طرف گیسے ہوئے ہیں خود
رانی کنولا کھڑی ہے اور بار بار پوچھ رہی ہے کہ مومنا مجھے کیا ہوا جو چنچ اوٹھی
مگر مومنا کی طرح جواب نہ دیتی تھی راجہ اجسیرش مومنا کے پاس گیا جس کے
استقلال کیلئے وہ نہایت کم فوٹی کی اداسے اوشکر کھڑی ہوئی۔

راجہ۔ مومنا مجھے دلبر کیا صدمہ گذرا جو اسقدر بیتاب ہو گئی؟ مومنا پہلے تو
اوشکر کھڑی ہوئی مگر راجہ کے اصرار سے کہنے لگی مہاراج میں منصور کو جانتی ہوں
اس نے میری گرفتاری کے زمانہ میں میرے ساتھ بڑی سہروردی کی تھی وہ اپنے
بادشاہ کا وفادار اور شریف کا قدر دان رہا اس نے جتنے شریف قید ہوئے
تھے سب کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اس کے مرہٹے کی خبر سن کر مجھے اس کے
تمام سہروردیان یاد آگئیں۔

راجہ۔ ہاں مجھے اُس کے مارے جا چکا افسوس ہوا مگر مومنا جسے تیرے ساتھ اچھا
سلوک کیا میں اس کا ہمیشہ ممنون رہوں گا مگر اتنا اپنے دل کو نسل و دروہ لاسا دے
مومنا۔ ہاں خواہ مخواہ صبر کرونگی مگر مجھے یہ امر مدون نہ ہو لگا۔

راجہ۔ مومنا اگر تیرا کوئی عزیز مر جاتا تو کیا صبر نہ کرتی۔

مومنا۔ مہاراج میرا دل ایسے معاملات میں بہت ہی نرم ہے یونہی اگر
کسی ظلم ہوئی خبر سن پاتی ہوں تو بے اختیار دل بہر آتا ہے مگر آپ کے فرمایاں
سو مجھے انکار نہیں صبر کرونگی تو کیا مرونگی اس کے بعد راجہ نے مومنا کی نسل و نشی

کر کے باہر دربار میں چلا آیا تمام افسران فوج نے شاہی آداب سے سلام کیا۔ مہاراج صاحب نے بیٹھ کے پھر محمود غزنوی کے حالات اور اس کے ارادہ پر بحث شروع کی راجہ۔ اجویہ بھر شیک معلوم ہو گئی کہ محمود کا ارادہ اور اس کا نیک نیت فوج مرتب کر کے تمام شہر کی حفاظت کا پورا بندوبست کر دینا چاہئے۔

وزیر۔ مہاراج کے اقبال سے سب انتظام ہو جائیگا۔ مگر حضور کو اب یہ انتظام کر دینا چاہئے کہ فوج جا بجا قائم کر دی جائے اور جن جن افسران کو حضور جن جن کاموں کے لئے تجویز فرمائیں وہ کام اونکو بتائے جائیں۔ مشہور ہے کہ محمود تاخت تاراج کر نیکاعاوی پر خوف ہے کہ ہمارے شہر پر یکا یک نہ آپڑے۔

راجہ۔ ہاں یہ انتظام تو ج میں شہر میں چل کر کئے دینا سہاں مگر یہ ہے کہ یہاں فوج آگے بڑھ کر مقابلہ کرے یہ نامردی ہے کہ اس کے مقابلہ میں ہم شہر میں گھر میں چپ کے بیٹھ رہیں میرے سورا اور بہادر محمود کے سامنیوں سے زیادہ دن کے مشتاق ہیں۔

وزیر۔ حضور اگر ایسا ہی انتظام کرنا ہے تو آپ اسوقت شہر میں تشریف لیجئے اور سب باتوں کا اہتمام کر دیجئے۔

راجہ۔ میں ابھی چلتا ہوں۔ اس کے بعد روانگی کا سامان ہوتا ہے اور راجہ اپنی رانی کنولا اور اپنی راج دلاری موہنا کو فسی دیکر رخصت کرتا ہے اور اجیرش کی طرف روانہ ہوتا ہے۔

چودھوان باب

نیاسین اور نئے لوگ

اجیرش کے شمالی جانب جو پہاڑوں کا سلسلہ جاتا ہے اس میں آبادی کا بالکل نام و نشان نہیں مگر اسی اور وہاں یہ نشین تو ہیں جو اگلے عہد میں راکھش کی جاتی تھیں اور جو اپنے ہمیشہ کے بطور تاخت و تاراج کرتی رہتی تھیں ان میں کے اکثر

لوگ جابجا گمائیوں اور درون میں نظر اٹھایا کرتے تھے ان دنوں وہ پہاڑ نہایت
مخدوش تنو اور انہیں کی وجہ سے سابق زمانہ میں سفر ایک نہایت ہی دشوار چیز تصور
کیا جاتا تھا لیکن ایسا شخص کہ جسکے پاس اپنی کم قیمت جان کے اور کوئی دنیاوی دولت
نہ ہو جس کے آوارہ گرد اور کوہستانی وحشی طبع کی نگاہ سے مذہمین اون مقامات
میں جائے تو اپنے دل سے دعاؤں مقامات کو بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتا ہے اسی
کہ قدرت نے ایسے مقامات میں جہاں ظالم اور جابر اور فزاق پیدا کئے ہیں وہاں
ہر شخص کو پوری آزادی ہی دیدی تھی۔ ان کے لئے سفر ہزاروں اور بہتے ہوئے آبشاروں
کے سر لکھنے والے بلکہ افکار دنیاوی کے ستائے ہوئے کے لئے بہت کچھ سامان
درجی فراہم کر رکھا ہے۔

ایک ایسے مقام میں وہ لوگ جنکو دنیا نے تنگ کر کے آبادی سے نکال دیا اکثر
آکر سکونت پذیر ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہاں ایک پہاڑی کے واسطے
میں ایک چھوٹا سا جھونپڑا ہے اس جھونپڑے میں چند آدمی معلوم ہوتے ہیں
زندگی جنگی بنیاد پر اسباب صحرائی قوسوں کی سی بنیں ہے یہ سب جوگی نظر آسکتے
ہیں پانچ چھ آدمی ہیں جن میں ایک آدمی تو سن رسیدہ اور تجربہ کار معلوم ہوتا ہے
باقی سب نوجوان لڑکے ہیں زیادہ زرد گھنٹیاں لڑکوں کے گلے میں ہیں۔ بال سب کے
خاک آلودہ ہیں بہورے ہیں سرخی مائل جنکو لپٹا لپٹا کر ان لوگوں کے سر چوڑے
باندھے ہیں اور بہوت جو اعتماد زیادہ تمام بدیز ملکیا ہے اوسے کسی گورے
کالے کا فرق نہیں رکھا سب گورے اور ایک ہی رنگ کے ہیں صحرائین جو گویں
کے جھونپڑے کے ارد گرد ایک چھوٹا سا باغ ضرور ہوتا ہے جن میں کچھ نونہری مقد
پودے ہوتے ہیں باقی بڑے بڑے رختن کے جھنڈ پیدا کر کے گوش کھجانی ہی
کہ آزاد طبع اور نغمہ سرالی طہور وہاں آکر مین اور نغمہ سرالی گرین مگر اس جھونپڑے
کے ارد گرد ایک چھوٹا سا باغ ضرور ہوتا ہے اور ایک دیسی معمولی درہ ہے جس پر
وحشت برس رہی ہے اور وہی جنگل ہے جن میں بالکل کسی قسم کی کانٹ چھانٹ

منین ہوئی۔ چکو تو اس جہو پڑے کے رہنے والے ہی نظر نہ آئے کیونکہ ان کا زیادہ حصہ عمر کا اپنے جہو پڑے کے اندر ہی گذارنا ہے مگر اس وقت ان لوگوں کے دل پر اس پر قضا ستعام کی دلچسپیوں کا خدا جانے کیا جادو چل گیا کہ اپنی ٹوٹی ہوئی منہ بیڈ سے باہر نکل کر بیٹھے اور قدرت خدا کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

ناگمان ان میں سے ایک نو عمر جوگی اپنے سن رسیدہ ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ گرو جی اگر اجازت ہو تو دو ایک تائین اوڑھا دوں۔

گرو۔ بچہ اس بن میں کوئی اور ہو گا تو تیری آواز سن کر رو ڈھاؤ گیگا اور اتو ہمیں دینا داروں کی صحبت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

چیلہ۔ کوئی آئیگا تو کیا کر گیا۔ میں تو گرو جی کوئی چیز لاپتا ہوں۔
گرو۔ اگر تیرا ایسا ہی جی جاہل ہے تو گا میں ہی سنوں گا۔

نوجوان نے بہت عمدہ آواز میں گانا شروع کیا اس لمبی لمبی تائین اوس نہا میں گونجنے لگیں سوانحہ طبر کے اور کسی قسم کے نعمات حاصل کرنیکی عادت نہیں اور اسوجہ سے شاید کوہستانی ہو پر ان کا ایسا اثر طاری ہوا کہ تمام درمی جوٹیان چٹانیں کوہ الغرض تمام مقامات میں ایک سناٹا پیدا ہو گیا۔ ان لوگوں کی وضع تیار ہی تھی کہ صوفی مشرب لوگ ہیں انکے اولین مجازی اور دنیاوی عشق کا اثر طاری ہوا کہ تمام سچا آسمی ان کے دلوں میں جلوہ افگن ہے۔ جبکی وجہ سے ظاہری عاشقانہ الفاظ میں یہ لوگ اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں مگر مقصد واصلی الی الفاظ سے وہی قادر مطلق ہوتا ہے۔ جبکی کرشمہ نایوں نے ساری دنیا میں جد کیساتھ نئی دلچسپی پیدا کر رکھی ہے۔ یہ نو عمر جوگی جس نئی چیز کو گارہا ہے وہ اس عمدہ کند و ستار زبان میں تھی۔ جس کا واسطہ اب اسلئے بیکار ہے کہ سمجھنے والے نہیں یاں ہم اتنا جانتے دیتے ہیں کہ اوس کے ہر ہر لفظ سے برجوش عشق کے وہ جذبات ظاہر ہوتے ہیں جو سہ لائی اور کوہستانی مقامات کے مناسب ہیں سن رسیدہ جوگی نے پہلے کھنڈیر تو اسکی خوش گلوئی کی تعریف کی لیکن چند ہی منٹ کے بعد پھر اپر

برایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ اپنے اختیار سے باہر ہو گیا۔
 ناگمان سامنے کے درے سے ایک شخص نمودار ہوا۔ لطف یہ کہ یہ شخص بھی انہیں
 لوگوں کو وضع میں بے زور و کفنی اوسکے ہی گلے میں ہے اور بہت کاپوڈراوس کے
 چہرے پر ایسا کھل رہا ہے کہ نگاہیں چہرے پر اطمینان سے ٹھہر رہی ہیں۔ یہ
 شخص جو شاید ایک بنا ہوا جوگی ہے۔ اس نوعمر جوگی کی آواز سنتے ہی نہایت ذوق
 شوق سے جلد جلد قدم اوٹھاتا ہوا بے احتیاری کی رفتار میں غیر مطلع اور اپنی
 اونچی چٹانوں سے ٹھوکرین کھاتا ہوا آیا اور اون لوگوں کے قریب ایک حیرتناک
 سکوت کے ساتھ خاموش کھڑا ہو گیا۔ نوعمر جوگی نے کچھ دیر میں اپنی تائین موقوف
 کین اور اس آئینہ کی صورت دیکھنے لگا۔ ضعیف العمر ہی اب اس شخص
 کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا بچہ تو مجھے ابھی بہت کس معلوم ہوتا ہے اس جنگل
 میں اکیلا کمان کمان مارا پڑتا ہے اگرچہ حذر نمودار ہے۔ پاس بیٹھ۔

نو وارد۔ صاحب میں آپ کے چیلر کی آواز سنکر بیان چلا آیا میں ایک گاؤں کا
 رہنے والا ہوں اور منتراجی کے درشن کو جاتا ہوں۔

گرو۔ آجکل تو منتراجی کے درشن کو جا لیگا۔ تو نے سنا ہی ہے کہ وہاں ترکہراج
 رہے ہیں اور سارے مندر و نگو لوٹ لیا جو سند و ادھر نکھجاتا ہے مار ڈالتے
 نو وارد۔ جو کیوں سے کوئی نہیں بولتا۔ مجھے مار ڈالینگے تو اون کا کیا بھلا ہوگا
 گرو۔ بتا تو نے یہ جوگ کیوں سادہ ہے؟ اور اب بیان آیا ہے تو کچھ دیر جاری
 پاس بیٹھ بنا آئینہ الا جوگی یہ سنکر اون کے پاس بیٹھ گیا مگر سب سے الگ بیٹھا
 بیان جتنے جوگی بیٹھے ہوئے تھے سب کی نگاہیں تیز تر رہیں تھیں مگر وہ اپنی انگلیں
 پیچھے کے ہونے کی ہمت نہ کر سکا۔ رسیدہ فقیر دیر تک اسکی صورت دیکھنے کے بعد بولا تو
 کیا بچہ بیان کہیں ٹھہرا ہوا تھا یا راستہ چلا آتا تھا۔

نو وارد۔ میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک منتراجی نہ پونجیوگا کہیں نہیں روٹنگا۔
 جوگی۔ تو ابھی دو چار روز بیان ٹھہر جائیں گے سننا ہے کہ نہ کوئی فوج اجیرش پر

چڑھائی کرنے کے لئے آ رہی ہے آج ہی کل میں بیان آجائیگی اور ادھر ہی سے ہو کر نکلیں گی
اگر راستہ میں ان لوگوں نے سچے گرفتار کر لیا تو بڑا سلوک کرینگے۔

نووآرو۔ بنین میں ان لوگوں سے بنین ڈرنا۔ کل میں اجیرش تہا وہاں بڑی بڑی
تیار بیان ہو رہی ہیں۔ پہا ملکوں پر ہر طرف سے پسرے ہیں اور لوگوں کی آمد و رفت بالکل
سند ہے بنین معلوم کیا بات ہے کہ وہاں جو گیون اور فقیروں کی کہی ایسی زیادتی نہیں
جیسی اب کجائی ہے۔

جوگی۔ ہاں بچہ تو وہاں سے ہوا یا لڑائی کیلئے وہ اچھی طرح تیار ہیں۔
نووآرو۔ ہاں وہ لڑائی کیواسطے بخوبی آمادہ ہیں فوجیں تیار ہیں دیکھئے لڑائی کا کیا
نتیجہ ہوتا ہے۔

بھوگی۔ مگر مجھے یہ سنکر تعجب ہوتا ہے کہ اجیرش میں اب فقیر روکے جاتے ہیں۔
نووآرو۔ میں نے تو یہ سنا ہے کہ کوئی مسلمان جو گیون کے بیس میں وہاں آیا تھا۔ جو کسی
سند میں جب دیر تک رہا اور لوگوں کو فریب دیکر بیانی خبریں تر کو نکو گستاخا۔
جوگی۔ ہاں شاید ایسا ہو ہو۔ لیکن ہر جوگی کو روک دینا دھرم کے خلاف ہے۔

نووآرو۔ اچھا تو گردی آپ اپنے چیلے کو حکم دیکھے کہ ہر کوئی چیز گائے۔ میں فقط اکی
آواز سنکر اور ہر نکل آیا بنین ڈر مجھے اور آنے سے کیا کام تھا میں نے تو اب دنیا کی
تمام باتیں چھوڑ دیں اور چاہتا ہوں کہ مہر جی ہو کر جیتک براگ اور کاشی جی کے درشن
نہ کر لیں کوئی کام نہ کرونگا۔

جوگی۔ بچہ اگر مجھے گانا سننے کا ایسا ہی شوق ہے تو دو چار روز میں اس جہو بن چڑھے
میں ٹھیرم لوگوں کی صحبت میں مجھے زیادہ تکلیف نہوگی میرے یہ چیلے تیری خدمت
کرینگے جب تو کیس کا گانا سنائینگے۔

نووآرو۔ بنین میں بیان نہ ٹھیروں گا مجھے ڈر ہے کہ ترک لوگ جب اجیرش
کو گھیرینگے تو اودن کے سپاہیوں کی وجہ سے بیان اطمینان سے بیٹھتا و شوار ہوگا
یون وہ بچہ کر مار ڈالیں اس کا مجھے بالکل ڈر نہیں ہاں ڈر ہے تو اس بات کا کہ اسوجہ

سے رہ آزادی اور اطمینان میں فرقی آجائیگا۔

جوگی۔ اگر یہی ہے تو جب ترک آئیں تو چلا جانا۔

نو وارو۔ نہیں میں زیادہ نہیں بٹیر سکتا۔ اب سید ہا متراجی جاؤ لگا لگا مگر بہتر ہو کہ میری آرزو کی موافق آپ اپنے چلے کوہ گائیگا حکم دیجئے۔

یہ سنکر جوگی نے اشارہ کیا اور نوعمر جوگی جو بیشتر نہایت نازک اور سریلی آواز میں گارہا تھا گانے لگا اس مرتبہ چونکہ داد بانے کے بعد اوس نے گانا شروع کیا تھا

لہذا اوسکی آواز میں کچھ اثر ہی اور تھا آواز کے لیے میدان میں دو مرتبہ جاتی تھی اور

اوس پر ہاڑیوں سے ٹکرا ٹکرا کے گونج اڑھتی تھی سن رسیدہ جوگی اور اس کے تمام

چیلوں اور خصوص اوس نے آئینوالے نوعمر اور نازک الدینا آسمان پر ایک عجیب

از خود رنگی طاری تھی۔ نیا آئینوالا کچھ دیر تو صبر کئے بیٹھا رہا مگر آخر اوس سے صبر نہ

ہو سکا زارہ قطار رونے لگا اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آخر وہ

جینج مار کر اودھ کھڑا ہوا۔ اس آواز کو سنکر سب چونک چڑھے اور اوسکی طرف تیز

حسے دیکھنے لگے لیکن اوس نے اس کا خیال ہی نہ کیا سید ہا روانہ ہوا اور جنگل

کی راہ لی گانے والے نے بھی اپنی آرزو کی اور گہرا کر دیکھنے لگا کہ اسکی آواز نے

کیا خوفناک اثر پیدا کیا سن رسیدہ جوگی بھی اب سنبھلا اودھ کے روڑ اور

اوس نے وحشت زدہ مہمان کو روکنے لگا مگر اوس نے ایک سانپانی اور جھٹکے

دیکر ہاتھ چھڑا لیا اور لپک کے پہاڑیوں کے رہین سو رہا اور چند ہی منٹ

میں نگاہ سے غائب ہو گیا اس جہو نہ چڑے کے رتنے والے سب کے سب

ایک سناٹے میں نے سوچ رہے تھے کہ یہ کون شخص تھا اور کیوں آیا اور

کیوں اسقدر بیتاب ہو کر تھا یا۔ کچھ دیر غور کر کے سن رسیدہ جوگی بولا اوسکی جینج

سے ہمارے کیجے پہنچ گئے اور ہمارے ولوں میں ناسور پڑ گئے معلوم نہیں۔

کون دکھی اور ستا یا تھا۔

ایک نوعمر جوگی۔ گروہی اور ابھی بالکل بچہ ہے اور کسی امیر کا لڑکا تو ایسی ہی جانی

کہ اسپر کون ایسی آفت آئی جو یوں جوگی کا بیس کر کے گھر سے نکل کھڑا ہوا بیان یہ
لوگ باتیں کر رہے تھے کہ فوجی باجون کی آوازیں آئیں۔ قرنا کی سبب آواز قناری
کی رعب وار آوازوں کے سننے ہی اپنے جہون پڑوں میں اُس گئے اندر جا کر گرو نے
دیکھا۔ خبر جو کچھ ہوا۔ اس کا حال اب بہت جلد کس جا بگا کہ یہ کسکی فوج سے بچہ کما
کے لئے کچھ ہو تو لاؤ جھگ کے ساگ بات جو تارک الدنیا نقر کی مغول غذائیں
ہیں ایک چیلے نے اکر سامنے رکھ دیں گرو اپنے چیلوں کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا
پہلے لاؤ ہم اپنے ممالوں کو کھلائیں اوس کے بعد ہم سب کھائیں گے۔

چھیلا۔ جی ہاں گرو جی ہم ہی جانتے ہیں۔

ایک نوع جوگی اور شکر جہون پڑے کے کہتے ہیں ایک بڑا صندوق رکھا ہوا تھا اوک
قریب بٹھہ گیا صندوق میں ایک بڑا قفل لگا ہوا تھا اوس نے اپنی گھنٹی کی
جیب سے بجی نکالی اور کہنے لگا گرو جی میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔
گرو۔ ہاں ہاں کہو لو سب جو کیوں نے صندوق گھیر لیا۔ اس کے بعد اس نے
زنجیر کھول کے صندوق کے اوپر کا پر پڑا اور ٹھایا اور کہنے لگا صاحب اور ٹھہرے کچھ
کسانا کھا لیجئے صندوق میں سے ایک شخص نے اول سر نکالا پھر اوٹھ کر باہر آیا یہ ایک
نوع آدمی تھا۔ اور بہت ناتوان ہو رہا تھا۔ سب کی تاکید سے یہ صندوق کے باہر
نکلا کسانا کھانسی جو کچھ چیزیں اوس کے روپر رکھ دی گئی تھیں اوس نے اونکو خدا کا
شکر کر کے کھایا۔ لیکن کھانا چھوٹا تھا اور اُنکھوں سے جاری تھے ایک کم عمر جوگی
اسکی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ آپ کو اس طرح رونا بچا ہے ہاں ہاں آپ قیدی ہیں
مگر آپ کو سوا اسکے کسی قسم کی تکلیف نہیں دی جائے زیادہ رنج نہ کیجئے۔

شخص۔ نہیں امتو میں کسی دلی صدمے کی وجہ سے نہیں روتا ہوں۔ ان دلتوں
میں رہتے رہتے کچھ روز کی عادت سی ہو گئی ہے۔

گرو۔ تو اب کھانے سے جلد فراغت کر لیجئے فوجیں بیان گرو اور تری ہوئی ہیں
کسانا کھا کر پھر اپنے صندوق میں چلے جائے۔

مختص۔ بہتر جواب کا حکم ہو میں فوراً بجالاؤں گا۔
 گرو۔ (اپنے چیلوں سے) آسمان کے لئے پانی تو لے آئے۔
 اس قدر کہتا تھا کہ جو پیڑے کے دروازہ کو کیسے زور سے کھڑکا یا یہ تمام جوگی خوف
 سے کانپ اٹھے اور گہرا گہرا کرادہ اور دوسرے دیکھنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بھی
 نوع جوگی جو ابھی چیخ مار کر چلا اڑتا تھا اور چلا گیا تھا بدحواس ہو کر ڈرا اور سہما ہوا
 آیا اور گرو جی کے پاؤں پر گر پڑا اور نہایت ہی خوف کی آوازیں بولا گرو جی مجھے
 بچا لیجئے۔

نیا آنیوالا جوگی جو اٹھ کے بیٹھا تو اس کی نظر اس شخص پر جو صندوق کے بیٹھا کھانا
 کھانا کھا رہا تھا دیکھتے ہی بدحواس ہو گیا اور اس کے چہرہ پر غور کرنے لگا اگرچہ وہ
 شخص بھی کھانا کھا رہا تھا اور بڑی توجہ سے جو پیڑے کے لئے آسمان کی صورت
 دیکھ رہا تھا لیکن اس پر ایسی حیرت طاری نہیں ہئی اور ان دونوں کا حال یہ
 تھا اور جوگیوں نے جواب دینے کی بجائے آسمان کو اس خوف زدگی کیساتھ دیکھا جیسے وہ
 تو وہ گہرا آئے اور متفکر ہوئے کہ شخص نے اس پر ظلم کیا اور کس کے خوف سے یہاں
 سب آگے آئے۔ ان کے قیدی اور نوجوان پناہ گزین میں آنکھوں میں آنسو تھکا
 میں جو بائیں ہو گئیں اور ملکی طرف اونکا خیال بھی متوجہ نہ ہوا اگر نہ پھر اس کو
 سوال کیا کہ تباہی کچھ نہیں کس پالی نے ظلم کیا؟ اور سوال کیساتھ ہی اس کے چہرے پر
 کے باہر کچھ کچھ کا معلوم ہوا اس نے اپنے چیلوں پر حکم دیا کہ اس قیدی کو چلا دیں۔
 صندوق میں بند کر دو اور جو پیڑے کے باہر نکھر کر کھانا کھائے کہ کوئی آسمان
 سپاہی مسلح کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابھی جوگی تمہارے جو پیڑے میں
 گئے اور تمہارے سپرد کر دو۔ ورنہ تم خود گھس کر گرفتار کرینگے۔

جوگی۔ تمہارے دوسرے میں جوگیوں کو سنانا منع نہیں ہے۔

ایک سپاہی۔ جوگی ہی تم کیسکو سنانا نہیں چاہیے۔ لیکن جب خود کوئی شخص
 ہماری خود مختار مخالفت کرتا ہے تو ہم اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اب نہایت

یہی ہے کہ وہ شخص جو ہمتار سے جوہن پڑے میں چہا بیٹھا ہے نکال دو۔
 جوگی - وہ میرا ایک چیلہ ہے اور ہمیشہ میرے پاس رہا کرتا ہے اس نے تمہارا
 کیا بگاڑا ہے جو اسکو فید کرتے ہو۔

سیاہی - ہمارے سردار نے اسکو دور سے دیکھا اور حکم دیا کہ اسکو پکڑاؤ تم کو
 اپنی طرف آئے دیکھو ہمتار کے ہاں کس رہا۔
 جوگی - اچھا تو تم اس کے بدلے مجھے لیجھو اگر ہمتار سے سردار کا کوئی کام ہو گا تو
 اس کے بہ نسبت مجھے زیادہ نکلیگا۔

یہ شکر و مسلمان سیاہی آپس میں مشورہ کرنے لگے اور آخر یہی قرار پایا کہ اس بوہڑی
 جوگی کو اپنے سردار پاس لیجھیں جوگی بغیر اس کے کہ جوہن پڑے کے اندر بھاگ گئی
 سے کچھ دیر کے بعد اس کے ہمراہ روانہ ہوا ان سواروں نے اسے لیجا کر محمود غزنوی
 کے فوجوں کے درمیان کھڑا کر دیا جوہن اسے جنوب کی لوثی مارتی چلی آتی تھیں
 عساکر سلطان کا ایک معمر اور توانا شخص جو غائبہ کو لی سمعز مہیشیت رکھتا تھا
 اور جس نے وفاداری کے ساتھ سلطان کے ہمراہ بارہا ہندوستان کا سفر کیا تھا
 اور جو اس ملک کی زبان سے بھی کچھ قدر واقف ہو گیا تھا جوگی کی طرف متوجہ
 ہوا اور ٹوٹی ہوئی ہندی کشتہ لگا تم یہاں پہنچو زمین میں کیوں مارے مارے
 بہہ رہے ہو۔

جھوگی - ہم لوگ فقیر اور جوگی ہیں ہماری آباوی میں گندراہین موتا اور نہ ہم دہان
 پوری طرح اپنا جوگ سادہ بنائے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے شہر بن کو چھوڑ کر
 جنگل اور پہاڑوں میں رہنا شروع کیا ہے۔

افسر - (حیرت سے) تم یہیں رہتے ہو یہاں تو درندوں اور وحشی جانوروں
 کا سکن ہے۔

جھوگی - ہماری اینین و انور زن میں خوب بسر ہوتی ہے۔
 افسر - اچھا یہ تو بتاؤ تم کسی اجیر پرش جی جاتے ہو۔

جوگی۔ ہلکوبس اتنا معلوم ہوا ہے کہ اب وہاں جوگی بھی نہیں جاتے پانے نہ جھکے
 ترکون کے آئینے جہرہو چکی ہے سب کا آنا جانا ہمارا جہ صاحب نے موقوف کر دیا ہے
 افسر۔ یہ حال تمکو کیونکر معلوم ہوا ترک افسر نے جوگی کی صورت غور سے دیکھی اور
 اپنے سپاہی کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا۔ میں نے جوگی کو بلوایا تھا وہ یہ شخص نہیں ہے
 وہ تو لڑکا سا تھا اور یہ تو بڑا ہے۔

اس سوانے یہ حال صاف صاف بیان کر دیا اور کہا کہ ہم اسکو اس وجہ سے آؤ
 ہیں کہ اسنے کہا وہ میرا چلا ہے اوس سے کوئی کام نہیں لکھنے کا اور میں یہ نسبت
 اوس کے زیادہ حال بتا سکوں گا۔

افسر۔ پھر جوگی کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا تمکو سے سلطان کی فوج کا ایک ہمایو
 شخص گرفتار ہو گیا ہے اور اُس کا بیٹہ نہیں کہہ سکتا ہے۔

جوگی۔ میں جنگل کا رہنے والا ہوں ان بالوں سے مجھے تعاقب نہیں کسی راجہ کو بھی
 میں نہیں جانتا۔

افسر۔ نہیں سنا گیا ہے کہ اکثر جوگیوں کو اس قسم کے حالات معلوم ہوتے ہیں
 جوگی۔ ہاں ان جوگیوں کو جو اوسر اور سر پہرتے ہیں اور میرے جیلے پریشم نہیں

جنگل میں رہا کرتے ہیں۔ ہلکوب کیا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد افسر جوگی کو علیحدہ
 لیگیا اور تنہائی میں اوس سے کچھ باتیں کرنے لگا۔ تمام سپاہیوں کو بصیرت تھی کہ وہ

جوگی سے کیا باتیں کر رہا ہے مگر تھوڑی دیر یہ معلوم ہوا کہ افسر جوگی سے بہت خوش
 ہوا اس نے آڑا دی اور امن و امان کا ایک پروانہ لکھ کے جوگی کو دیا اس کے بعد

افسر جوگی سے رخصت ہو کر چلا اور چلتے وقت اسنے ایک وفد پر افسر کی طرف
 متوجہ ہو کر کہا دیکھئے آپ بھول نہ جایگا۔

افسر۔ نہیں ہرگز نہیں یہ تو میرا فرض ہے۔

پندرہواں باب

معمر کے آرائی

مہاراجہ جیمرش نے اپنے شہر کی حفاظت خوبی اچھی طرح سے کی تھی۔ اگرچہ اصولاً
 یہی مناسب تھا کہ وہ شہر کے اندر ہی سے لڑے مگر لڑائی کے اس طریقے میں اسے
 کچھ بوجھ و اپن معلوم ہوا اپنے تمام افسروں کو بلا کر غیرت دلائی اور آمادہ کیا کہ محمدی دہلی
 شخص سے جسکو سامنے اپنی حرکات کا امتحان دینا چاہئے اول تو اسلئے کہ وہ ہندوستان
 کے بہت سے راجہ سے لڑ چکا ہے اور دوسرے اس سبب کہ اکثر فوجیوں کو شکست
 و جہد سے محمود کے اولین اپنی ہمدردی پر بہت کچھ ناز پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اپنے ہمدردوں
 کی طرف سے کچھ یقین ہے کہ وہ محمود کی کچھ سستی بنیں سمجھتے اگر محمود کی تمام فوج کو کانگر
 ڈال دیا۔ بہتر یہی ہے کہ شہر کو مناسب انتظام میں چھوڑ کر تم اپنی فوج کے ساتھ باہر
 چلیں اور بارہ میل پر محمود کا مقابلہ کریں۔ باسٹھائے دو تین درباری پنڈتوں
 کیساتھ کیا جیسے ہم مسائل کے فہم کیساتھ ہیں اور راجہ کو اپنی جان بہینٹ
 پڑھارنا اپنا غرض سمجھتے ہیں۔ حضور جب ہمارے ساتھ ہوئے تو ممکنہ تو کون کا کچھ
 ڈر نہیں الغرض جیمرش کی فوجیں خود راجہ اور اسکو تمام سپاہ اور سوار افسروں کیساتھ
 شہر سے باہر نکلیں اور اس مقام سے قریب ہی جہان جو گیون کا جو بیڑا تھا اسکو
 سے مقابلہ کیا مسلمان تو پہلے ہی آچکے تھے۔ مگر جیمرش کی فوجیں کچھ دیر بعد شام
 کو پہنچیں۔ اس روز دن آخر ہو چکا تھا لڑائی صبح پر اٹھا رکھی گئی۔ مہاراجہ نے اور نیز
 اس کے نامور جے رام افسر نے اپنے لشکر کو قریب سے اوسرا دوسرے پہاڑیوں اور اونکے
 واس میں اتارنا تاکہ غنیمت کے تباہ کرنا چاہئے تو ان مختلف مقامات تک نہ
 پہنچ سکے جہاں ہندو فوجیں اتری ہوئی تھیں رات نے وہ دونوں طرف کے افسروں کو
 نہایت عمدہ اور کافی ثبوت دیدیا۔ اپنی اپنی طرف دونوں حملہ آوروں نے بہت
 اچھا انتظام باندھ لیا سوچے سمجھو ملی کیساتھ قائم کر لئے گئے اگرچہ اس مذکورہ
 اصول جنگ کی تکمیل اس عمدہ تک نہیں ہوئی تھی مگر ہوشیار اور تجربہ کار افسر
 اپنی ذہانت اور طالع سے انہیں اصول سے نکلنے سے انفرناج پیدا کر لیا کرتے

تھے۔ چنانچہ مہاراجہ اجیریش کے لائق افسروں نے اس کام کو تھوڑا پورا کر لیا تھا۔
 ہان محمود کی فوج میں اس قسم کی کوئی باضابطگی نہ تھی اسکی سپاہی قدیم عربی اصول پر
 سینہ میسرہ قدیم قلب پر تعمیر کردئے گئے تھے اسلامی فوجوں کی یہی ایک معمولی
 شان تھی اسی وقت اوسوں نے روسیوں کا مقابلہ کیا اور اسی ترتیب سے اپنی
 برآمد اور ہوئے اور اسی نظام نے مصر کو تباہ کیا اور اسی ہیبت سے وہ افریقہ
 کے ریگستانوں پر ہوئے ایران پر جب اسلامی تلواریں آفت و مصیبت لائیں
 بہنیں تو وہ اسی ترتیب سے نظر آتے تھے۔ اس اصول میں کچھ تھوڑی ہی ترمیم
 شاید ہوئی ہو ورنہ ترکوں اور تاتاریوں نے بھی ہمیشہ اپنی فوجوں کو اسی انتظام سے
 مرتب کیا۔ الغرض سلطان محمود کی فوج گھاٹیوں اور پہاڑیوں پر تعمیر نہ تھی بلکہ تمام
 مسلمان ایک مسلح میدان میں تھے اور رات کے اندھیرے میں اپنا جو کچھ
 سامان کیا تھا وہ بھی ہتھاکر فوجوں کو مذکورہ حصوں پر تعمیر کر کے اپنے اپنے مقام پر
 قائم کر دیا ورنہ طرف کے بہادروں کے دلوں میں جو خیالات تھے وہ اگرچہ
 بہادری اور ملکشی شہادت کی نسبت زیادہ مائل تھے مگر باقتضائے طبیعت
 انسانی ان میں امید کیساتھ یا اس ضرورتی ہوئی تھی۔ خصوصاً مہاراجہ اجیریش کی
 فوج کے سپاہی اگرچہ اپنی بہادری پر اوروں کو مسلمانوں سے زیادہ دعویٰ تھا بعض
 اوقات جوش شجاعت میں وہ محمود کے سپاہیوں سے زیادہ موت کو شایق
 ہو جانے لگے۔ مگر محمود کی حملہ آور لوہوں نے جو تاج مہندوستان کے پہلک میں
 دکھائے تھے اونکی بھینٹیں سننے کے بعض اوقات اوسکے خیالات پر ہیبت
 کیساتھ پاس زیادہ طاری ہو جاتی تھی۔ خود مہاراجہ اجیریش کے یہ خیالات نہ تھے
 وہ پورا بہادر اور شجاع تھا اس نے بھی اسلامی فوج کی کامیابیوں کا حال سنا تھا مگر
 ان باتوں کو وہ صرف ان لوگوں کی بزدلی پر محمول کرتا تھا جنکو شکست ہوئی۔ الغرض
 رات بھر نیند کسے آتی تھی۔ انہیں خیالات میں صبح ہو گئی مسلمانوں نے اپنی ملک
 زیادہ مغبولیت کی وقت میں ناز و خجلد ادا کی اور مہندوؤں نے بہت خصوصاً خود تباہ

کی پوجا کی اور اون کے آگے سرطاعت جبکا خبکا کے آرزو مند ہوئے کہ ان کا ویش
 ان ملکوں کے ظلم سے پاک رہے مذہبی فرامین ادا کرنے ہی اور لون فوجین -
 لڑائی پر آمادہ ہو گئیں آفتاب کیسا اسی اسکی کرنیں ہی انقی مشرق میں جہی ہوئی ہیں
 اور طہور کو مشورہ اپنے آشیانوں سے نکلنے کی جرات سنو اتنی سارے بھی بعض
 بعض بیدار تھے اور اپنی واپسی نگاہوں سے دنیا کے اس ہتیناک سین کو دیکھتے
 آنکھیں بند کرتے جاتے تھے کہ یکایک دونوں طرف کے علم سیم کی اس ہوا میں لہرائی
 لگے۔ جو اس کام کے بہ نسبت گلیوں کے کھلانے اور عروسان چمن کے پہلو میں
 گد گد آنے کے لئے زیادہ مناسب ہے ان جہنڈوں کو بچے دونوں طرف کو تباہ باز
 نہایت جبر و استعجال سے کھڑے ہوئے تھے اور انہر سے کا پرہ جو جواوشتا
 اپنی اپنے حرفیوں کی صورتیں پہلی جبر و استعجال کی نگاہوں سے زیادہ غور
 سے دیکھتے جاتے تھے اب زیادہ روشنی ہوئی اور فوجی باجے زیادہ شور مچنے لگی جو اس
 امر کی حلاست سمجھی گئی لڑائی کے شروع ہو چکی تھوڑی ہی دیر پہلی۔ یہ آواز میں
 سننے والین تھوڑا بہت خوف متا زیادہ ڈر کے ایک جہر جہر لی مگر ساتھیوں کی غیرت
 نے اسکی جرات نہ کرنے دی کہ صفوں جنگ سے قدم ہٹالیں اپنے دلی جذبہ بانگو
 رلین و بایا اور ہار کی صورت بنائے کھڑے رہے سلطان نے جھکا مبار اور بھاب
 آزما افسر التو نشان جو اکثر میدان میں سب سے سبقت کیا کرتا تھا اور سلطان اجمار
 لیکر اپنی چار ہزار فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور کچھ دیر سے دیکھ کر مہاراجہ اجمیر میں
 اپنے دل میں بہت افسوس کیا کہ اپنے شہر سے نکل کر ہمارا بیان آنا بیکار ہوا گیا
 جبکہ ہم اتنی دور بڑھ کے آئے تھے تو ہمیں چاہئے تھا کہ ہماری ہی تلخ سے سبقت
 ہی کی جاتی اچھا اب میرے ہماروں میں اس مسئلے کے مقابلہ کو نہ تھا بھگت
 کا ایک مشہور بار جس سے منہ دربارہ ہوئی باہمی لڑیوں میں بہت کچھ نام قابل
 کیا تھا بڑھ کر آیا اور اجمیر کے قدم کر کے گئے لگا۔ مہاراج میں جاتا ہوں اور اس
 ملک کو حضور کے اقبال سے دکھا دوں گا کہ جو سورما اجمیر میں رہتے ہیں وہ ٹھوٹو

کیسا ذلیل سمجھتے ہیں۔

راجہ۔ ہاں ہاں پر تاب سنگداریہ افسر کا نام یہ کام نہیں ہو گا تم تھوڑی فوج اپنے ساتھ لیکر جاؤ اور مقابلہ کرو۔

پر تاب سنگداریہ چار ہزار سوار راجپوت اپنے ساتھ لیکر نکلا۔ وہ اجنبی اور غیر قوموں کی لڑائی میں ہمیشہ یہ خرابی ہوتی ہے کہ دونوں میں جو نہ کہ لی دوسری زبان آستان نہیں ہے نہ لہذا ایک کے خیالات دوسرے کے عام نہیں ہوتا اور لڑائی میں مزہ نہیں آتا پر تاب سنگداریہ کے ساتھیوں نے اپنی صفوں سے جدا ہو کر ہی تیر و گمان ہاتھ لے کر تیرہ بازی کرتے آگے بڑھا اور گھوڑے بہت تیز چلے گئے تیر و گمان کی لڑائی دم بہرین۔ وقوف ہو جانے اور دشمنوں کو ہمیشہ دنیا کا مزہ دکھائیں۔ مسلمان ترک نے اپنے افسر کے کہنے پر عمل کیا اور اگرچہ اپنی فوج سے دور ہو جاتے تھے لیکن سخت حملہ کر دیا۔

دونوں فوجیں مل گئیں اور اونکے ملنے ہی ایک فوجی جوش نظر آیا جس سے خیال کیا جاسکتا تھا کہ شاید اس لڑائی کا فیصلہ بہت جلد ہو گا۔ لیکن تھوڑی دیر میں وہ جوش ایک حالت پر ٹھہر گیا۔ کچھ نگاہیں اس کے دیکھنے کی عادی ہو گئیں اور لڑائیوں کی حملہ آوری میں ایک قسم کے سکون پیدا ہو گیا تھا التو ناش نے اپنے سپاہیوں کو لڑائی کی تعلیم بہت عمدہ دی تھی اسلئے کہ وہ حملہ کرتے وقت تیرہ بازی کرتے آ رہے تھے مگر مذہب اور فوج کے قریب پہنچتے ہی انہوں نے اس پہرے سے گمان میں ٹالو نیز ڈالکر نیزے جھکا دیے تھے کہ دشمنوں کو یہی حیرت ہوگی راجپوت ابھی تیرہ بازی کر رہے تھے اور التو ناش کے ساتھیوں کو سر پر ہونچکر نیزوں سے چھینا شروع کیا۔ دیکھتے راجپوتوں کو بھی غصہ آ گیا انہوں نے اس غصے کا نشانہ التو نیز ڈالنا چاہا کہ ادنیٰ میں سے جس نے بھی ٹوٹ لیں۔ بالآخر انہوں نے بھی تیر و گمان چھوڑ دئے اور تلواریں ہاتھ میں لین جب تک مسلمانوں کو تیر و گمان میں نہ لائیں دور رکھا اس وقت تک تو وہ بیشک نقصان ہو گیا تھا

تھے مگر وہ آہر گس ملے تلوار بن گئے ہوئے مسلمانوں کے سر و سر پہنچ ہی گئے دو دنوں تک
 کے جو انہو ٹھیس زنی کے جو سر دکھانے لگے اور فرشتہ موت گہرا گہرا کر دوڑنے لگا کہ
 کس کس دنیا سے رخصت کرے ابتدائی جوش بن مند و زن نے ٹھیسز کے اعتبار سے
 مسلمانوں کو دبا لیا لیکن آخر اس موقع پر ہی دونوں کی بکبان حالت ہو گئی خود مرزی
 نے جب اچھی طرح زور دیکھ لیا اس وقت آفتاب نے مشرق کو ہمارے سر نکالا اور
 اپنی صبح کی زور و زور شعاعوں سے اس خون میں جھک پیدا کرنے لگا جو میدان کو
 نقیبی کناروں میں بہ بہ منجم ہو گیا تھا۔ تلوار بن شاید شعاع آفتاب میں اچھی طرح
 چمکنیں مگر وہ سب کی سب خون آلودہ ہو چکی تھیں اور ان پر وہ پ کی کرنیں خود
 سرخ رنگ میں رنگی ہو کر جھلکاتی تھیں یہ جاننا زیون میں برابر پڑے تھو اور ان کی
 مودہ اور دعا گو فوجیں دونوں طرف ایک سکوت کے عالم میں کھڑی اپنی اپنی قوم
 کے حامیوں کی نبرد آزما کی کا تماشہ دیکھ رہی تھیں لڑنے لڑنے پر تاب نہ کرنے
 نے ایک تیز حملہ کیا۔ مسلمان سواروں میں گہرا جھلا گیا اور اپنی زبان میں بکار بکار
 کر کہنے لگا۔ ترکوں کا سردار کسان ہے۔ اگر مرد ہے تو میرے مقابلہ کو آئے۔
 التوتناش کے بعض سپاہیوں کے ذریعہ سے اس کا مطلب معلوم ہو گیا یہ معلوم
 کر کے پورا زمین اتنی تاب کسان ہی کہ چپ کھڑا تھا۔ اوس نے فوراً گھوڑا بڑھایا
 اور پر تاب سنگہ سمجھ گیا کہ چٹک یہ ترکوں کا سردار ہے التوتناش نے نہایت
 چالاک سے خالی دی پر تاب سنگہ کی تلوار سنوڑنے کے زور میں چلی جاتی تھی اور پھر
 ہی نہ پائی تھی کہ التوتناش نے اپنی تلوار بند کر کے پر تاب سنگہ پر چلائی کہ اگر جب تک
 نہ جاتا تو یہ شک اس کا سردار ہو گیا ہوتا التوتناش پر تاب سنگہ کی یہ ہوشیاری
 دیکھ کر حیرت میں آیا اور اس کی صورت دیکھنے لگا اس کے بعد پھر دونوں سنبھل کر
 لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ اب دونوں طرف سے بے تفریق اور سختی کے ساتھ
 وار ہونے لگے۔ ترک کی افہرہا در را جوت کو زیر لانا چاہتا تھا اور علی ہذا بہا اور
 پر تاب سنگہ التوتناش کو لیکن کسی کی آرزو پوری نہ ہوئی لڑنے لڑنے دونوں شک

گئے۔ اتنی دیر میں صرف اتنا سہوا کہ التوشاش کی تلوار کا ایک۔ بلکہ کالمکاسا زخم پر تاب
سنگہ کے بازو پر آگیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ تلوار پر تاب سنگہ کی زخمین پیوست
ہو کر رہ گئی اور کپٹنے میں التوشاش کے ہاتھ سے کچھ ایسی بے احتیاجی ہوئی کہ پاپ
کے ٹوٹ گئی۔ پر تاب سنگہ کو یہ موقع بہت اچھا ملا تھا اور وہ ایسا بڑبہ کار
نہ تھا کہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا اوس نے فوراً تلوار کا ہاتھ مار۔ التوشاش
نے پر تاب سنگہ کا دار تو ڈھال پر لیا اور سرے ہاتھ سے نیزہ بڑھا کے پر تاب سنگہ
کے سینہ پر مارا اس نے وہاں سے دھنی طرف جب تک کے خالی دیا اور نیزہ اپنے زور
میں اس کے بائیں پہلو سے ہو کر لٹکایا۔ جبکو اوس نے فوراً ہاتھ سے پکڑ لیا اور
دوسرے ہاتھ سے تاثر تو تو تلوار کا وار کرنے لگا۔ بیشک التوشاش کے لئے یہ
بہت نازک موقع تھا اوس کے ہاتھ میں کوئی حربہ نہ تھا اور وہ صرف اپنی جان بچانے کی
کارروائی کر رہا تھا۔ یہ صورت دیکھ کے دو چار مسلمان سوار چڑھے کہ اپنے سردار کو
ایک ساتھ ملے حملہ کر دیا جائے مند و نیکو عام طور پر حرکت کرے۔ لیکن مسلمانوں
نے بھی حملہ کر دیا جو منت سے التوشاش اور تاب سنگہ میں لڑائی شروع ہوئی تھی
وہ دونوں طرف کے سوار رگ گئے تھے کہ اس دلچسپ نیزہ آزمائی کا تماشا دیکھیں اور
اب اس وقت حملہ بھی انہیں لوگوں نے کیا اصلی فوجیں جو کہ مہاراجہ اجیریش اور
سلطان محمود کے جہنڈوں کے نیچے تھیں وہ اب تک اس طرح ساکت و خاموش
کھڑی تھیں لڑائی میں پھر تیزی ہو گئی۔ یہی سوار جب لڑ رہا ہے پہلے ہی طور سے
نئے مگر سست کر خدا جانے کیسے تازہ دم ہو گئے ہیں کہ اب بہت سخت لڑائی
لڑ رہے ہیں اور شدت اور گرج و جوش سے اپنے دستوں کا خون بہا رہے ہیں۔ افسوس
کے لڑنے سے پہلے ہی کوئی چار گنتے گزر گئے ہیں لیکن ہر سپاہی میں ایسا جوش
پیدا ہو گیا ہے کہ کوئی شکستہ اور اپنی جگہ سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لینا سپاہیوں کو
حملہ آور بازوؤں سے ایک سستی اور کالی بیدار ہو گئی اور اسی طرح جو تازہ
خروش سے چھو رہی ہے۔ وہ دونوں طرف کے لوگ رہ رہ کر کوشش کرتے ہیں کہ

کو میدان سے ہٹا دیں مگر تم کو نشین برابر بے سود ہوتی جاتی ہیں۔ آخر اس امر سے ناامیدی ہو کر کہ آج کس قسم کا فیصلہ ہو۔ کیونکہ اندھیرا زیادہ جب تک آیا تھا اور لڑائی میں کسی طرف سے سستی اور بے رلی ظاہر نہیں ہوتی تھی سلطان محمود مناسب خیال کر کے واپسی طبل بجوا دیا۔ تمام سپاہی علیحدہ ہو گئے اور لڑائی دوسرے دن پراٹھا کر لینی گئی۔

اس لڑائی نے دونوں طرف تقریباً لڑائی تین ہزار آدمی کام آئے۔ جسکی وجہ یہ تھی کہ حملہ کیساتھ اپنی حمایت کی بھی کارگزاری کر کے جاتے تھے۔

رات نہایت ہی جوش و خروش اور امید و بیم میں گزری۔ ہندو رہمنوں اور اکثر مغز سرداروں نے رات بھر بتوں اور سورتوں کے آگے سجدے کئے اور نہایت

ہی رقت قلب سے رورو کر آریہ و رست کے ملکشین سے پاک رہنے کی دعا کی۔ تمام ہندو کیمپ سے برابر سنگھ اور گنیشوں کی آوازیں آتی رہیں عقیدت کیش اور پاک اسن سہ جین لڑکیوں نے دیوتاؤں کی تعریف میں بھجن گانے اور

اپنے اپنے بزرگوں کی بہادر یوں کے ثبوت گانے کی اور ہر اسلامی لشکر گاہ میں کچھ اس سے زیادہ رقت قلب کا اظہار ہوتا رہا۔ اگرچہ وہاں نہ دیوتاؤں کے

بھجن بلکہ ان کے اور اپنے بزرگوں نے اونکی سوسائلی میں یہ جہز خدائی اور خود شنائی کا رستہ تھا لیکن اپنی دعاؤں میں جو انکی طرف پہلو اختیار کیا گیا تھا وہ اسبقہ رکھنے والی

واحد ذوق جلال و اکرام کے آگے ہر شخص کا سر جکا ہوا تھا۔ فوجی خیمہ کی مسجد میں آباد تین رکعات پنجہ خونخوئی الحانی سے ادا کی جاتی ہیں۔ قرآن خوانی کی آواز کبھی نہ

سنائی گئی ہوگی صبح ہونے ہی ان لوگوں میں آدھراذان کی صدائے بلند ہوئی اور ہر فوج میں زیادہ شہر کیساتھ سنگھ اور گنیش بجنے لگے گریبان صبح کے چاک

ہوئے ہی دونوں طرف نہ کے لوگوں کے جلدی جلدی اپنی عبادت سے فراغت حاصل کی اور اڑنے اور مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مصروف جنگ آراستہ ہو گئے۔

عبادت کے یکطرفہ باجوں کی آواز موقوف ہوئی اور اب اسی جگہ دونوں طرف

جنگی باجون کا سنگامہ پیاسے معاراجہ اجیرش کی طرف زسنگا جا چکر ہا ہے گھنٹے میں چکر
ہیں اور اسی قسم کے اور باجون کی آواز سہر شخص کے کانوں تک پہنچتی ہے محمود کے لشکر
میں اور ہر نوعیوں نے اپنا چوٹا طبلہ بجا کر بدو کی ذہن میں رجز خوانی شروع کی۔ اور ہر
ترکون اور معلون کے گروہ سے بڑے بڑے نقارے اور قرنائی مہیب آواز بلند
ہوئی جس نے اکثر سننے والوں کے رولین کھڑے کر دیے یہ آواز بہت رعب و داب
سے اس صحرائی فضا کو فتح ہوئی بڑی اور سپاہیوں سے پہلے بہادری کے ثبوت میں
طور پر گردی پہاڑیوں سے ٹکریں کسانے لگی۔

آج منہ دن نے زیادہ الوغزنی اور استقلال سے کام لیا جو پہلا شخص میدان میں
آیا وہ راجہ اجیرش کا قوت بازو اجیرش کے پارٹے کا رکن اعظم اور قومی تاج کا جان
نثار رنجیت سنگھ تھا یہ راجہ کے ہمائی بندوں میں تھا اور ہر سرسمرکہ میں تھا اس کی
اپنی بہادری کی کوئی نہ کوئی یادگار ضرور چھڑی تھی اس کے ماتحت دس ہزار فوج
تھی جس میں کا سر شخص ہمیشہ اپنے مالک کا جان نثار رہتا تھا۔ رنجیت سنگھ کے سپر
ایک بڑا بگڑتا جس میں کچھ سپر لگے تھے اور کنبی ہوا میں نازک امرین لیکر اسکی
رفتہ اور اس کے پیشہ کا ثبوت دے رہی تھی۔ ہستی مرزائی لگے میں تھی اور عمدہ
دھڑولتی اپنے ملک کے فیش کے مطابق باندھے ہوئے تھا ایک منہ دستانی
سبزہ کیوڑے پر ران اسلحہ ہی اسی عمدہ کی ضرورت ان کے مناسب زیادہ اور
میتھی تو ملوار پر پٹے چڑی ہوئی تھی اور ڈھال پر پیشہ پر چڑی ہوئی تھی خیر اور تمام اسلحہ
تو نے ہی مگر خیر و کان لے ہوئے اسلحے کہ ابی اس کے مقابلہ کوئی شخص نہیں
نکلا تھا لہذا وہ تیر و کان سے ہی کام لینا چاہتا تھا جبکہ ذریعہ سے دور کے ٹھنڈا
ایک پیام مرگ پہنچایا جا سکے رنجیت سنگھ اگرچہ فارسی زبان نہیں جانتا تھا لیکن
اوس نے کچھ ایسی رعب دار آواز سے پکارا کہ لوگ سمجھ گئے کہ کسیکو مقابلہ میں
بلاتا ہے التوشاش مقابلہ کیواسے صفوں سے نکلا تھا۔ لیکن سلطان فرماہیں
جلا لیا اور محبت اور شفقت سے کہا تم کی مقابلہ میں زیادہ شفقت اپنا چکو یہ میرا سر

نا انصافی پر اس کافر کے مقابلہ میں کسی شخص کو جاننا چاہئے التو نشانے پہ اجازت
 مانگی اور عرض کیا سلطان عالم مجھے کوئی امتعت نہیں کرنا ہے اور یہ تو جہاد ہے
 جس قدر زیادہ سرگرمی دکھاؤنگا اوس قدر ثواب کا زیادہ مستحق ہوں گا سلطان محمود
 کو حیرت تھی کہ باوجود اس کے کہنے کہ اس وقت تک اور کسی بہادر نے نہ لکھنے کا نام نہیں
 لیا اس خیال کو اوس نے دلی ہی میں رکھا اور التو نشانے کی طرف منوجہ ہو کر گئے لگا
 آج پیر لڑائی میں تجھے جانیکی اجازت دینا ظلم و ستم ہے اوس پروردگار عالم کی کونسی
 ظلم کے مرتکب ہونے کے بعد مقابل میں مجھے یہ گوارا ہے کہ میں خود اس کافر کے مقابلہ
 پر جاؤں اور وہاں ہمدرد سے طرح طرح پھیرتی تو جہاد فرض ہے چنانچہ تم شیر دین ہی اس
 کافر کو اوس کے گھر کی سزا دینے جاتا ہوں بادشاہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر ہی ہر شخص
 کے دل میں جوش آیا اور کئی افسر بڑے عزم کرنے کے حضور جنگ بھڑکے ہوئے
 اس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارے سلطان کو ایسی تکلیف گوارا کر لی جس سے ہم
 جان نثار اس روز زندہ نہ ہوں گا جبرور حضور سیدان جنگ میں تہناتہ نہ نکالیں گے۔ اس کے بعد
 داؤد طالی نے حاضر ہو کر عرض کیا حضور میں جانیکی اجازت طلب کرتا ہوں اس
 بہت کہ اگر خدا نے چاہا تو میرے ہی ہاتھ سے ستر ملیں سلطان نے داؤد کی درخواست
 منظور کی اور اگرچہ وہ ساوی وضع میں ہوتا سا مان درست کر کے بہت مسعدی
 کیا ساتھ مقابلہ کو نکلا جس وقت تک داؤد سیدان میں آئے سند و بہادر راہبوت
 رعیت سند نے کئی بار اپنے مقابلہ کو مسلمانوں کو بکارا اور مسلمانوں کی طرف سے
 یہ سستی دیکھ کر اوس نے خیال کر لیا تھا کہ مسلمان میرے مقابلہ میں دب گئے مگر
 جب داؤد طالی اوس کے مقابلہ پر آگیا تو پہلے اوس نے بہت غور سے اوس کے
 چہرہ کو دیکھا کہ خوف اور دہشت کے آثار تو نہیں پائے جاتے اس قسم کی کوئی
 علامت نہ پائے وہ خود بخیر ہو گیا اور لڑائی کے واسطے آمادہ ہو گیا اگر داؤد نے
 اپنی دہشت کی جیسا یا ہو گا تو یوں غماہ ہو جاوے گا مگر داؤد کی طرف کی سی خود اس
 سے زیادہ بہتر اور مسعدی ظاہر ہو گئی دونوں ایک دوسرے کی زبان سے

نا آشنائے محض تو بغیر سنے کہ کوئی کلمہ زبان کی نکلنے لڑائی شروع ہو گئی۔ تلواریں ہتھ آ
 چکیں جبکہ کینچ کینچ چکے ذرا آنا فانا ہوا میں شہید کی تینیں پر کچھ نظر نہ آتا کہ وہ تلواریں
 کہہ رہا تھا میں اور کمان چڑی میں۔ عام نگاہیں دیر تک دونوں جنگ آزمادوں
 کی حیرت کی نظر کی دیکھ رہیں کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شہید ذوالی عجیب میں
 ایک سیاسی نمودار ہوئی حیرت آشنا لگا ہونکو دیر کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سیاسی
 اصل میں نمودار ڈھال تھی اس کی تلوار ایک دائیں کچھ ایسی ڈھری کہ جھٹکے کو ٹھکڑ
 دو ٹکڑے ہو گئے رنجیت کو یہ موقع نہایت عمدہ ملا تھا اس نے برابر تلوار کے
 وار کرنے شروع کر دیے مگر مقابل ایسا سیاسی نہ تھا کہ اپنی تلوار ٹوٹ جائے یہی
 جڑ کہ کھا جاتا۔ اس نے اس پہرئی سے ڈھال ہاتھ میں لی کہ دیر تک دیکھنے والی
 اس کی ڈھال مشتہبہ معلوم ہوئی رہی اس لڑائی سے ایک عجیب و بے تسلی پیدا
 کر رکھی تھی جن لوگوں کے دلیں زیادہ رنجیت سمائی تھیں اور کچھ ایسی دلی ہلکیا تھیں اور
 ان دونوں جانبازوں کی لڑائیوں کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے داؤد کی آخر اپنا
 نیزہ ہاتھ میں لیا۔ نیزہ کی لڑائی میں عرب لوگوں کو جو ماز زیادہ ملے ہو تا رہی اور گویا
 اس فن کو اس سرزمین والوں نے اپنا کر لیا ہے نیزہ کے وار داؤد کی کچھ ایسی
 پہرئی سے جلد جلد گئے کہ رنجیت سنگھ کو ذرا پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ اس نے گہرا
 کے پاس نیزہ نہ تھا تو جڑی دریا سے اپنے انگوٹھا یا لیکن کچھ سوچ کے کان ہاتھ
 میں لی اور داؤد پر تبر برساتے لگا۔ داؤد نے اس کا خیال نہ کیا اس لئے کہ تیر کی لڑائی
 میں انسان وہ پہرئی نہیں دیکھا تھا جو نیزہ اور تلوار میں دیکھا کرتا تھا اور اس
 مجبوری سے رنجیت سنگھ کو بہت پیچھے ہٹ جانا پڑا تاکہ داؤد کی نیزہ بازی سے
 محفوظ رہ سکے داؤد نے حملہ کر کے گھوڑا چڑھایا مہند و جان بازو نکلوں پیچھے ہٹ جانا
 چراغ الفریض دلوں میں جا رہے جو کچھ ہو لیکن لڑائی کا ظاہر ایک ہی بتا رہا تھا کہ
 کہ رنجیت سنگھ کو شکست ہو گئی اور داؤد اس کی طرف تعاقب کرتا اور چڑھتا چلا جا
 رہے اس میں نے دونوں طرف کی فوجوں کو بتاب کر دیا مہند و نے ارادہ کیا کہ اپنے

افسوس کو بچا بن اور اسکی مدد کریں مسلمانوں کو ڈر مہو اگر کہیں ایسا منو کہ واؤ و فوج سے زیادہ
 دہر ہو کہ منہ بان کے هجوم میں گھر جائے یہ خیال واقعی ایک قیامت کا مقدمہ
 بتا دو لون فوجیں بڑھیں اور ایک عام حملہ ہو گیا۔ بلبل جنگ پہاڑوں اور تمام چیزوں
 کو خیر دینے لگا کہ قیامت آگئی خود سلطان محمود اور راجہ اجیریش کے گھوڑے میدان
 میں شوجیان دگھانے لگے دو لون فوجیں مل گئیں اور لڑائی کا خونریز تماشہ سرد الفش
 ہیبت میٹھا لگا۔ سلطان نے عین میدان جنگ میں پہنچ کر اپنے سپاہیوں اور
 افسروں کی طرف مخاطب ہو کر یہ کلمات کہے۔ اے بہادران اسلام! اے جانداران
 ترک و عرب سر فروشی کا وقت آگیا۔ جہت کے دروازے کھل گئے۔ جہاد کے
 شوق میں سب کے سب جڑیں ہٹو گویا کائنات آواز آئی ہے کہ جو زمین نہیں ہلا بلکہ
 پکار رہی ہے۔ خداوند عالم تمہاری جانبازیوں کی قدر اور اجر دینے کی لگا ہوں کہ وہیکہ
 رہا ہے چونکہ تم خدا تعالیٰ کا کام کر رہے ہو لہذا وہ تمہارا تمام ساری مدد کرے گا۔ ہر ساری
 مسلمانوں بڑھو ہمسام کو اس زمین پر واجب و اتنا کہ کے سلطان نے اپنا گھوڑا لڑائی
 کے میدان میں آگے بڑھایا۔ یہ تقریر سننے پر مسلمانوں کے جوصلے چڑھ گئے اور
 ان کا جوش تازہ ہو گیا۔ سبھوں نے ایک ساتھ نمانہ کر دیا۔ کل کی طرح آج تنویری نمود
 فوجیں مقابلہ کو نہیں بڑھیں بلکہ آج تمام اسلامی فوج نے یورش کر دی ہے مسلمانوں کا
 جوش و خروش ہو گیا کہ منہ ہٹتے بہادر فرمانروا معراجہ اجیریش نے ہی اپنے سواروں
 جوصلے بڑھائے اور خود معہ اپنے سردار افسروں کے میدان جنگ میں نکلا۔ اسکی
 تقریر یہی سنایت موثر تھی۔ ہر منہ و سپاہی میں بھائی سمجھ کر ایسا کہ مسلمان کہتے
 جیسے عالم میں اونکی غرض اس سرزمین کی حکومت سی زمین سے رہنا کسی ان
 سے عدل و داد کی امید کیجاسکے بلکہ وہ جہت منہ و مذہب کو ذلیل کر کے توجہ
 بچرستی کر کے اپنا دل منہ آ کر منے اور لوٹ آکر منہ و ماہوں اور باطن سے
 عورتوں کا زلیخا اور شاہی خزانوں کے جواہرات کو غلامی میں لگا رہے جانے
 آئے ہیں۔ یہ لوہے میں صرف ڈاک زنی کا کام ہے۔ الفرضی دو نو غرض

کی فوجیں بن پورا جوش و ہمتا سپاہی میدان جنگ میں گرے اور لڑائی اس سختی سے
 ہونے لگی کہ دیکھنے والوں کے دل کانپ اٹھ گئے وہی بہادر تھے جو معزز
 جنگ میں اپنے مقابل کے لوگوں سے لڑنے میں مشغول تھے اور کید طرح انگہ
 اور ہٹا کر ہی نہ دیکھتے تھے مگر عسکروں کے انتہائی کامیابیوں پر آگیا تھا آہ ایسے
 ایسے قوی ہیکل اور تندہ ست اور یہ خیال دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور
 بیکسی اور بے بسی سے کہ نہ کوئی اذن کا اور ٹھانیوالا اور نہ اونکے سر ہانے بیٹھ کر کوئی
 رونے والے نظر آتے تھے انکی روئے وفادار بی بیان جو اونکے ساتھ زندہ جلیکھا
 ہو جانا بخوشی خاطر گوارا کر رہا کرتی تھیں۔ لاشوں کے دشمن مردار خوار ہی لڑائی کے
 ہجوم میں اتنا سونف میں پائے تھے کہ اون کے جھوپڑ پڑھنے کے اپنا پیشہ بہرین
 کوئی اتنا ہی نہیں دیکھتے کہ گھوڑی کی پیٹھ سے گرنے والے بالکل جان دیکھ کر
 ہیں یا ان میں کچھ دم باقی ہے چاہے جس حال میں ہوں حملہ آور فوجیں انگہ
 روزہ زنی ہوئی بڑی ہمتی میں اور تیز رو گھوڑے اونکو پھلتے ہوئے جاتے تھے۔
 لڑائی نے بہت طول کھینچا اس کے بیشتر داؤد و طالی اور رنجیت سنگھ کی لڑائی ہی
 میں دس گیارہ بج گئے تھے۔ اس دن دونوں طرف کے حملہ آوروں نے اتنی دیر تک
 یکساں بہادری سے کام لیا کہ تین بج گئے ہیں اور لڑائی اسی معمولی جیت اور
 اسی جوش و خروش کے ساتھ جاری ہے کوئی شخص میدان جنگ میں بھی ہٹ کر
 نہیں جاتا اور ہر شخص نے اپنے دلیں ہی منسوبہ ٹھہرا لیا کہ باقی فتح ہوئی وہ جیتاں
 سے مر کر جائیں گے۔

تند و تیز کے بہادر جے رام نے اس موقع پر اب اور آخری ہمتش کی
 اونے اپنے سپاہی کے لئے دس ہزار سوار فوج سے منتخب کر کے الگ
 کر لئے میدان جنگ سے پیچھے ہٹ کر چاہے جوں کے دامن میں چپکلیا اور پوشیدہ
 ہی پوشیدہ چکر کھانے اور پانچوں کے واسطوں کو بائیں طرف کرنا آسان
 منظور ہوا اور طرف ایک ایک حکم کر کے میدان جنگ میں کودا کہ گویا تانہ دم

فوج ہندوؤں کی مدد کو آگئی۔ ان بہادر یوں نے حملہ کرتے وقت زور سے ہمارا جہ
 جہیرش کی جے کا نعرہ بلند کیا اور لڑائی کے میدان میں اپنے گھوڑی تیز روی دکھانے
 کے۔ جے رام کے اس حملہ نے اہل اسلام نے بہت بڑا اثر کیا۔ بیشک ان کے دل
 تھوڑے ہو گئے تھے اور ان کے قدم کو لغزش ہو گئی تھی مگر ایک طرف کی التوا پیش
 زد و سیر طرف کو داؤد طالی اور درمیان خود سلطان محمود لاکار اور اوبہا کے ایک
 حملہ کر دیا اور ایسا حملہ کیا کہ تمام مسلمانوں نے ہی ایک، ایک چونسٹ کے انڈو ٹمنوین
 ایک زور کا حملہ کیا۔ اللہ اکبر کے نعرے زور سے بلند ہوئے اور لڑائی کی آگ سے
 دیکھنے والوں کو محسوس طور پر آگ کی جگہ گریبان آگنی نظر آئے لیکن سلطان نے ایک
 تہیاری کی جو زیادہ سفید ثابت ہوئی اسلامی لشکر میں سے چار ہزار تیر انداز جو اس
 پیشتر ہی شمشیر زنی کا جو سرد کما رہے تھے ان کو حملہ آوروں سے علیحدہ کیا اور ایک
 پہاڑی کے دامن میں اٹکی گئی سفین زائیم کر کے یہ لوگ کیسے قہر کیا کہ تیر باری کرتے
 ہوئے چلے انہوں نے ایک ایسا سو قہر کیا کہ ان سے مسلمانوں کو بھلا کر وہ
 اپنے تیروں کا نشانہ صرف ہندوؤں بنا سکتے تھے۔ ان لوگوں کے تیروں نے انہیں
 بڑا اثر کیا جو لوگ مسلمان حملہ آوروں کی لڑائی میں مشغول ہونا چاہتے تھے انہیں
 میں سے تو اکثر و نگو تو یہ تیر مار مار کر گرا دیے تھے جو زندہ بچتے تھے اور انکو دواہستہ
 اور ہنگامہ کثرت ہو سیکے اور کسی راستہ میں نہ رہتے تھے ان تیروں نے ہندوؤں نے
 بڑے بہرہ استفادہ سے کام لیا۔ ان ایک عالمی مرگ سنا جاتے تھے ان کے
 ہاں کیا علاج تھا وہ بہت ہی پریشان تھے اور گہرا گہرا نے میر نے۔
 خود ہمارا جہ جہیرش اور ادنی بہادر جو ان انہیں رام دواتوں کا یہ تھے کہ
 کیا کریں مگر باوجود سیر طرکی پریشانی کے دونوں نہایت بہادری سے مقابلہ کو ہی
 تھے اور برابر لڑتے رہے۔ ایک ماہہ کر رہے تھے۔ ال تیر باسی انٹشار کیہ اندہ تہہ و تیر
 آخر وقت نے دونوں انتشار لاری کر دیا مسلمانوں کا جہانہ پیدہ افسردہ اور طالی جو
 پہلو پہل سید ان بن نکلا تہا سندھوئی اس حالت کو بخوبی سمجھ گیا اور انکی بزدلی کا

مضمون کا اولن کے چہرے سے بڑھ گیا اوس نے اپنے سرداروں کو ایک بیک اور بیدار
 اور نعمہ اللہ اکبر بلند کر کے زور سے ایک آخری حملہ کر دیا اس حملے سے سندھ و کو قدم
 اکھاڑ دئے اور سب گروہ توجہ سے لڑتے رہے مگر دوسرے جوبائیں جانب دیر کی
 بدحواس ہو رہے تھے فوراً ہباگ کھڑے ہوئے بہادر بچے رام اونکی نزدیک آیا
 اونکو سنبھالنے لگا لیکن انکا سنبھالنا تو درکنار بچے رام کے ساتھی جنہوں نے وسط
 فوج کو زیادہ مضبوط کر رکھا تھا ان کے بھی قدم اٹھ گئے دیگر افسران لوگ کے
 روکنے اور قائم رکھنے کی تدبیروں میں تھک رہے تھے بالی حصہ فوج کا جو ابک مقابلہ کر رہا تھا
 اوس نے بھی ہباگ شروع کیا انھوں نے فوج کچھ اس طرح سے استقلال اور بیدار ہو کر
 ہباگ کر مہاراجہ اجیمیش اور اوس کے وزیر اور افسروں نے سر اٹھائیں مگر کچھ
 ہنوسکا۔ اگرچہ مسلمانوں کو موقع مل گیا تھا کہ تعاقب کر کے اپنے حریفوں کا کام آج ہا
 تمام کر دیتے مگر انھوں نے خدا جانے کیسے ہباگ کر کے اپنی بائیں معلوم اس سبب سے
 ان کا تعاقب نہیں کیا وہ تو اپنے یکمیش میں جا کر ٹھہر گئے جتنے مضمون کی مستقل قیادت
 مسلمانوں کے لشکر گاہ سے قریب ہی دور تک پہنچی چلی گئی ہے۔
 سلطان نے اوسکی طرف متوجہ ہو کر کہا التو نشاش اچھی لڑائی تو نے دیکھی !
 میں سندھ وین کی فوج سے اکثر لڑا مگر ایسے جانبار سپاہیوں سے لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا
 التو نشاش۔ حضور ہاں بہادر تو ضرور ہیں مگر مسلمان بہادروں کے جبر و استقلال
 نے ان کے ہوش اوڑھا دیے۔
 محمود۔ بیشک۔ مگر افسوس منصور کا پتہ بینن اُجڑا ہے وہ ہوتا تو اوسکے حملوں کے
 سایہ کفارتی دیر بھی نہ ٹھیر سکتے۔
 التو نشاش۔ بجا ہے قطع نظر اور سب باتوں کو منصور کے غم نے ہمارے جوانمردوں
 کو اور مست بنا رکھا ہے۔

محمود۔ بینن معلوم منصور کیا ہوا اور کہاں غائب ہو گیا۔
 التو نشاش۔ عساکر سلطانیہ اس منہم سے فرغت ہوئے تو منصور کی جستجو میں

سر سری سی کو شش بجھاوے۔ میری خیال میں کل اس لڑائی کا اختتام ہو گا۔
محمود۔ انشاء اللہ دو نوں یہ باتیں کر کے سعد تمام افواج کیپ کو روانہ ہوئے۔

سولہواں باب

اجمیری کیپ

اگرچہ ہندوؤں نے سمرکند جنگ میں بڑی بہادری دکھائی تین خصوصاً افسروں نے اپنی قومی حیثیت کا انتہائی جوش دکھایا تھا لیکن لڑائی کا نتیجہ ایسا خراب ہوا تھا کہ راجہ دربار عام معزز اراکین دولت جب اپنی فروود گاہ کو پہنچے تو نہایت سست اور انتہائی زیادہ مقفل تھے راجہ کا یہ عالم تھا کہ غصہ اور صدمہ کے مارچوہ اپنے آپ سے گزر جاتا تھا۔ اس نے اپنے شاہی خیمہ میں داخل ہونے ہی نہ ہو کیا دیر تو انتظار کیا اور اس کے بعد تمام افسران نو جنگو اپی حضوری میں طلب کیا اور بار بار اپنی قدیمی شان و شوکت سے قایم ہو گیا اور اراکین دولت اپنے اپنے فریے سے مناسب مقامات پر آکے بیٹھ گئے جب کل مقربان دولت جمع ہو کر تو ادنیٰ طرف مخاطب ہو کر راجہ نے یہ کلمات کہے۔

راجہ۔ اجمیرش والو تمہاری غیرت کہاں گئی۔ تمہاری جرات کیا ہوئی؟ وہ جسے جسے بے چوڑے دعوے جو اپنے دیس کے بچانے کے لئے تم کرتے رہو نہ شکست خاں اپنے وطن اور گھر کے دروازے پر اغبنت یہی ہوا کہ مسلمان دن بھر کے تھکے تھے۔ ورنہ اگر ستارا انصاف کرتے تو تمہیں بتا دیتا ہوتا ہاگ کٹرے ہوئے بذلت اور بیعزت کے ساتھ اپنی استیر لون اپنے بالکین کو کس پر چھوڑ چلے تھے مسلمانوں کی عادت کیا تھیں معلوم نہیں ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کی شریعت بہو بیٹوں کو اپنی لونڈیاں بنا تے ہیں اور اون بیعزت کر ڈالتے ہیں لڑکے پکڑ کر اپنے دیس میں لیا کے بچھڑالتے ہیں جتنی زندگی غلامی اور ترکون کو جو تیان

سید ہی کرتے گذر جاتے ہیں۔ اپنے خاندانوں کو تراسٹے مسلمانوں کے سپرد کئے
 دیتے تھے مگر جانا اچھا ہے اور یہ ذلت اچھی نہیں مگر یہ خیال شریفین اور بہادروں میں
 ہوتا محکوم پر مشور نے بیعت بنادیا کہ ایسی ہنوزی تم نے گوارا کر لی میرا راج اگر کسی سید
 راجہ کے ہاتھ میں جاتا تو مجھے بالکل افسوس نہ ہوتا اس لئے کہ وہ دوسری کی قدر کرنا اور عورتوں
 اور بچوں کی ایسی بے ادبوں اور اسکے ہاتھ سے نہونی افسوس تو ہی ہے کہ تم ان ذلیل
 لوگوں کے آگے بدوے ثابت ہوئے جنکے دل میں نہ شرافت کی قدر ہے نہ کسی
 عصمت کا خیال ہے خود ذلیل من و دیسا می ذلیل اور سبکو بھی سمجھتے ہیں تم اپنی عزتوں
 اور اپنے بچوں کو ایسے ظالموں کے سپرد کئے جاتے تھے۔

راجہ کی یہ پرچوش اور پر حسرت بے عزتہ کئے تمام لوگوں نے مذمت سے سرجھا لیا
 دیر تک دربار میں سناٹا رہا آخر ایک لالچ برہمن جو دربار کے مشیروں میں اعلیٰ درجہ
 کا مشیر تھا اور شاہ اور راجہ کی طرف سے جہہ ہو سکے تھے۔ مسرتی ساراج لوگوں کو ہر
 بڑی غفلت ہوئی اور ہمارے لوگوں نے بالکل اپنے نام کے غلام بن کر رہ گئے۔ ہمارے
 کی تارانی سے اسب اولوں کے دل میں بغیر پیدا ہو گئی اور اب شاید ایسا نہ کرے
 اپنا دوسرے ملک دشمنوں کے آگے بہانہ کہہ کر ہون ان سے کل واسطے انکو دوسرے
 اور ان کے بت کی قسم لے لیجئے اور دیکھئے کل یہ سامان کار نمایان کر دکھائے ہیں
 راجہ۔ یہ کیا نام رکھا گئے۔ افسوس! میری پیاری! وہ نازنین اور بہادر لڑائی
 موہنا آج موجود ہوتی تو مجھ کو کسی بات کی پروا نہ ہوتی۔ جسہ و نہ اسکے پتہ نہیں اچھی
 دن سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اب اجیش کی قسمت الٹ گئی اور وہ زمانہ بہت
 نزدیک آئینا لاسے جب ظالم ہر جہ سے حسرت اور شریفین کی قدر نہ جاننے والے
 ترک آکر سارے دیں سارے سندرون کو ہر سٹ کرینگے آہ موہنا غمی اور مجھے
 ان مہبتوں میں ڈال گئی۔ میں سچ کہتا ہوں ہمارے لئے کچھ نہ ہوگا۔ لیکن اسے
 اجیش کے ذلیل اور بدوے سپاہیو اتنا جان لو کہ جن ذلت کو تم نے گوارا کر لیا ہے
 ارجس تباہی میں تم اجیش کو ڈالنا چاہتے ہو وہ ذلت اور تباہی تم دیکھو اور شرف

دیکھو مگر مجھے نہ دیکھی جائیگی میں پہلے ہی دنیا کو چھوڑ دوں گا افسوس اجیریش کی تباہی کا وقت آگیا انا کہہ کے راجہ زار و نظار روئے لگا۔

بہادر اور غیر متند راجہ کی یہ مایہ سارہ تقریریں انہیں اسکی گریہ زاری دیکھ کر لوگوں کو نہ رہا گیا۔ سب کے قدموں پر گر پڑے اور سب رو رو کر عرض کرنے لگے۔ سری مہاراج آپ اس قدر صبر ان اور مایوس نہ ہوں۔ سولو گن میں اسے جو تک ایک شخص کی جان باقی ہے اس وقت تک ممکن نہیں کہ ایک دلکش ہی اجیریش کے ہاتھ تک پر قدم نہ رکھ سکے۔ اگر ہمارے اس وعدہ پر حضور کو اعتبار نہیں تو ہم اس کا ثبوت دوسرے موقع پر دے سکتے ہیں آخری حالت میں جو کارروائی ایک منہ بہادر کو کرنا چاہیے وہ کرنا چاہیے ہم سمجھو ہیں ممکن ہے کہ ہم سب اپنی استیغاثہ کو چھوڑیں بیٹھاویں اور جلا کر خاک کر دیں دیکھا کو اس جرات سے رفعت کر دیں اور تلواریں ہاتھ میں لیکر نکل کھڑے ہوں اگر انیشور خود کی تو اجیریش کا راج آپ ہی کے لئے مبارک ہو گا ورنہ ہم سب حضور کے قدموں کے نیچے نڈکرت مر جائیں گے اجیریش پر جسے وہ ظالموں کی حکومت ہو گی۔ اور سرور ہم میں کہ ایک ہی زندہ نہوگا۔

راجہ۔ میرے نزدیک ابھی اس کارروائی کی ضرورت نہیں ابھی تو اپنے شہر سے باہر مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے ہیں ان باتوں کو اس دن کے لئے اٹھا کر کہا جائیے جسے وزیر اجیریش میں محصور ہو کر فتح سے نا امید ہوں۔ ابھی ہمارے ساتھ کافی فوج ہے اور اگر ہم دل کریں تو پوری جرات کیا ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں افسوس کی بات ہے کہ اس وقت ہم ہتھیار بھاگ کھڑے ہوئے اور تم نے دشمنوں کو غالب اپنے اوپر کر دیا کل کی لڑائی پر در پیدار ہے اگر ہم لوگوں نے پوری جرات اور استقلال کا کام لیا تو اسید سے کہ تم مسلمانوں کے قتل اسکے کہ اوہین اجیریش کے برج اور اسکے مندر و ان کے قتل کر کے آئیں مار کر بگاڑ دو گے۔

افسوس مہاراج کل ہم تیار بنے کہ حضور کے ان جملوں نے ہم پر کیا کیا اور ہمارے لیے اسے کیسے ہو گئے ہیں۔ اچلی خطا مہاراج معاف فرمائیں۔

راجہ رنجھے اپنی بہاری موہنیا داو آجال سے وہ شریعت سنی اور بہادری اگر وہ ہوتی تو
 مجھے لڑائی کی طرف سے نامیدی نہ ہوتی اور سکھ بہادری اور سپہ سالاری کی اور شہرست
 سنی شاید اس کے ذریعہ سے مسلمانانِ بکیت مسلح ہو کر آگے بڑھتے جن سے معلوم کیا گیا کہ
 پنجاہ کی چلی گئی اور خدا جانے کہاں گئی اور سکھ سیر سے ساتھ بڑی محبت سنی کچھ سمجھ میں
 نہیں آتا کہ اُس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اور سکھ بعد راجہ اپنے وزیر کے بیٹے جے رام کی
 طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا جے رام اگر چھوکل کی لڑائی میں تجھ کو میں نے دیکھا کہ چمکی
 سے لڑتا رہا اور آخر تک بہت خوبصورتی سے مقابلہ کیا جو وقت تیری فوج کو لوگ
 بہانے لگوین اس وقت تو بڑی بہادری سے اور کمزور دک رہا تھا اور مقابلہ پر آمادہ کرتا
 مگر تو کیا کرتا تھا جیسا کہ سپاہیوں نے میدان جنگ چھوڑ دیا۔ رنجیت سنگھ نے بھی پوری
 بہادری دکھادی اور ترکوں کے ذہن نشین کیا کہ ہمارے دیس میں بڑے بڑے سوار اور
 بہادری سپاہی موجود ہیں کل کی لڑائی کا انتظام ہمیں دونوں افسروں کے سپرد ہے۔
 یہ کہہ کر راجہ کے تمام افسران کو بڑھت کیا اور خود اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ جو خیالات
 راجہ نے افسروں کے سامنے ظاہر کئے تھے یہی خیالات تمام افسران سے ہر ایک
 سپاہی کے آگے بیان کئے۔ سپاہی اپنی شکست پر ناام ہوئے تھے اور اپنی اوس
 وقت کی طبیعت پر غصہ کرتے تھے جب مسلمانوں کے سامنے
 اپنے قدم اکٹھے کئے تھے وہ رو رہ کر غور کرتے تھے کہ کیا بات تھی مگر خود اپنی سمجھ میں
 نہیں آتا تھا کہ انہیں حریف کے مقابلہ میں رک ملے گی اپنے نام اپنے دہرم اور اپنے
 وطن کی حمایت میں جان دینا ہر شخص کا کوئی معمولی ہی خیال نہ تھا بلکہ ہر شخص نے
 فرض کر لیا تھا یہ رات منہ و ٹکی فوج میں عجیب رات تھی ایک مذہبی اور فوجی غیرت
 کا جوش تھا کہ جسم صورت نظر آری ہی لوگ سستا نا یا آدم بلکہ اکثر کہا نا کہ بہاول
 تھے اور تمام رات اسی جوش و خروش میں گزری۔ اس کے علاوہ ایک قدرتی کارروائی
 ہو گئی خاص شہر جیسر میں اس شکست کی خبر پہنچی تو جتنے گہرے تھے سپاہیوں میں ایک
 کہرام مچ گیا۔ سحر زلہ انوکھی عورتیں خصوصاً چترپون کی وفادار عورتیں شہر سے نکلے لشکر

لشکر گاہ میں گئیں جنہوں نے مردوں کو غیرت و غالی اور اپنے انتہائی جوش میں جھلے ہو کر اسے
 حد سے زیادہ محنت و ملاست کرنے لگے۔ لیکن انہوں نے یہ انتہائی کلمہ کہا کہ اگر تم کو اب
 مقابلہ نہیں ہو سکتا تو تم گہر میں چڑھو ہم مسلمانوں کو مار کر ہٹا دیں گے۔ یہ تمام ایسی باتیں محض
 ہو گئیں تھیں کہ اگرچہ ہندوؤں کے دل سست ہو گئے تھے اور انہیں اب تاب مقابلہ
 کی نہیں ہی تھی مگر ان کے دل پہر چڑھ گئے اور پوری قوت سے مقابلہ کر نیکو آمادہ ہو گئے
 مسلمانوں کا ابھی تک شاید یہی خیال ہو گا کہ سننے ہندوؤں کو پوری شکست دی ہے
 ان میں مقابلہ کی قوت نہ ہوگی۔ کل ہم اجمیر میں پہنچے و نصرت کے چند بڑے اہل
 جہلا لوٹ مار کے زیادہ دلوں نے تھے ان کو خوشی تھی کہ کل اجمیر میں کے خزانوں
 اور مندروں کے لوٹنے کا موقع ملے گا۔ مگر ان کے خیالات اب صرف دل ہی دلیں
 تھے اصل میں وہ ہندو کو یا شکست کھانے والے ہندو ہی نہیں ہیں اب صبح کو
 اندر کا آخری کیل کیلے اور رکھا دینے کے لیے اپنے ارد گرد میں وہ کچھ دیکھنے والے
 واقعی اس بات کا سامان دیکھنے کے قابل بنے۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی جس کے درون
 کے آئینہ اپنے حوصلہ اور اپنی اپنی حیثیت کے موافق اصفیٰ ہو کر رہے تھے کہ مذہبی
 فرائض کے ادا کرنے کا وقت آیا ہندو دلوں کی پرستش کے انتظار سرگرمی
 دیکھا رہے تھے جس طرح مسلمانوں کو صلواتِ خیر کے ابتدائی اور مقبولیت کے وقت کا
 انتظار تھا۔ بتوں میں جوش شجاعت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ انہیں سب چیزیں بھولی
 تھیں اور صرف اس امر کے انتظار میں ایک بیقراری تھی کہ کیسی صبح ہو تو پھر۔
 بہادری اور جانبازی کا تماشا دیکھنے اور دیکھا نہ سونے والے ایسی برجوں اور پر
 شوق قوم پرانہ نورانی رات کے چاند کی شعاعیں چڑھ رہیں تھیں سنگستانی
 ٹیلے گھاٹیوں اور اکثر پہلوؤں پر واقع ہوئے اسے جنگل ان تمام چیزوں کا مجموعہ
 سامان دیکھنے کے قابل ہے رات کے جوش میں وہ جوگی جو ایک ذلیل اور
 تنگ مندر میں سکونت پذیر تھے اپنی موٹا اور سر ملی آوازیں باہم ملا کر اس قادر
 سلطان کی تعریف میں بھج گئے تھے دونوں لشکروں میں جو معمولی شور اور ہنگامہ

متادہ ہی موقوف ہو چکا اور سب فوج و لشکر کے ساتھ انکی غزلی سرحد کی طرف
 کے بیتاب ہوئے تھے فوج کے رگستان میں رانگو انڈی رانگہادی رانگو
 کے نعروں سے تیز ہو جاتی ہے اس طرح بیان اہل فوج کے نوادوں کی رفت و آمد
 جو گیون کی سوٹرا وازوں کے باعث بساعت زیادہ ترقی کرنی چاہتی تھی سلطان
 محمود غزنوی نے اپنے لشکر میں اگر تھوڑی دیر تو اہل فوج کو آرام لینے کا موقعہ دیا
 اس کے بعد ایک دربار مرتب کیا یہ دربار عثمانی گارڈز کے بعد مرتب کیا
 چند خیمہ بوسا رہتے تھے انہوں نے عثمانی کے متعلق کچھ سمجھا لیا۔ اگرچہ وہ سلطان
 افواج کے متعلق ہی مفید تھے مگر محمود غزنوی کے خیالات دینی تعلیموں کے
 واسطے افقی تھے کہ اسے ان خیمہ کے تحت سرحدیں دین لگی وہ بائیں تھیں تنہا
 پر اکثر سچے چلن محمود کے تحت الزام دیتے تھے اور واقعی اس دیندار بادشاہ کے کانٹے
 ان ساحرانہ فرماؤں کو سلوں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے محمود نے اپنے
 تمام افسران کو مبارکباد دی اور خوش خبری سنائی کہ اب کل لڑائی کی یہی نوبت نہ
 آئیگی اور ہمارے اسلامی پیر پر سے اجمیرش کے اوپر کھسوں اور شاہی حکون اور
 قلعہ کے اوپر بھرجو پیر جو اور ہے ہوئے کل دنیا ہمارا استقبال کریگی اور عجبی نہیں
 ہی ہم اپنی ہر غزوی کا متغہ حاصل کر سکیں گے۔ جو میں ہماری آرزو مند ہوئی جنت
 کے دروازے شہدائے کمال کے واسطے کھلیا جائیں گے جو خدا کی طرف سے ہمیں بھیجا اور
 ہماری شمشیر زنی اور جان بازی کا علیہ ہوگی۔ تمام حاضرین دربار نے سلطان کو ہنسنے
 کیساتھ یقین دلایا کہ چاہے جو کچھ ہو وہ جب تک اپنی غرض نہ حاصل کر لیں گے میدان
 سے یا تو فتح و نصرت اور یا شہادت اور موت یہ ایک خیال ہے جو نہایت گہرے
 حرفوں سے لوگوں میں ہر شخص کے دل پر نقش ہو گیا ہے۔ سلطان آخر یہ بھی کہا
 کہ تم لوگوں کی بہادری اور جرات کا میں معترف ہوں مگر مجھے اس کا خوف ہے
 کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی کامیابی اور فتح کے دید کے میں رہے اور دشمنوں نے
 انکو اسی غفلت میں ڈال کر خود کامیاب ہو جائے اور نقدیر کا پانسہ ہلٹ رہے گا

موقع بالیہا اور منہج کرنا دشوار ہے اسے اہل اسلام اور اسے سب سے فہم مند افسر و
 مین تہیں تاکہ کر کے اور خدا اور رسول کا واسطہ دلا سکے کہنا ہوں کہ جس دل سے آج
 تم مجھ کو میدان جنگ میں گئے تھے کل وسیع ہی پر جوش اور پر شوق دل اور دلیر
 ہی جا نبازی کے خیال اور ارادے تم کل صبح ہی میدان جنگ میں نکلتا۔ الفوج
 سلطان نے ہی اپنے سپاہیوں کے دل میں ان آغاز سے ایک تازہ جوش پیدا کر دیا
 ستاروں و نون بادشاہوں کی کارروائی و دونوں حریفوں کی آوروں کی اور استعداد کے ہمارے
 قصہ کو دیکھنے والا اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ دوسرے روز قیامت کبریا کا خوف ہی
 دونوں فریقوں کو جوش و خروش نے ذرا ہی آرام سے نہ رہنے دیا کہ صبح کا سینہ
 نمودار ہوا جس کا ساتھ ہی ادھر اذان کی آواز آئی اور دوسرے قوس گنوں کا شور بلند ہوا۔

مستزوان باب

اٹالی اور واقعات کا نتیجہ

صبح ہوئی اور صرف سلمان و سندوی اپنی مذہبی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے
 بلکہ طہور نے ہی اس قادر مطلق کی بے نیازی اور شامہشاہ عظمیٰ کا ترانہ اپنے
 چہنوں سے ادا کرنا شروع کیا نماز عبادت سے غفلت ہوئی اور لوگ اسلحہ سے
 آراستہ و مرتب ہونے لگے عالم کے خفی اور پوشیدہ مہرون پر سے تاریکی کا پردہ اٹھ کر
 لگا اور سب کو اس امر کا موقع ملنے لگا کہ لڑائی کے لئے تمام ہائیڈروجن کا سامان کریں
 ایک ایک دونوں طرف تیاری فوج کے حکم دینے والے باجون کی آوازیں آئیں۔
 ہر شخص خواہ بہادر ہو یا بزدل اس نے سر پر آہو بچنے والے دن کے پوری پروگرام
 کا خیال کر کے ایک جہر جہری لی۔ دونوں حریف حکمرانوں نے ہی ایک حسرت و
 ہم کی نگاہ سے اس آخر شب کے آسمان اور اُن رخصت ہوئے واسے تاریکی کی صورت
 دیکھی کہ شاید آئندہ تقریر کی وضع نظر آجائے۔

دونوں طرف کے جبڑے بلند کئے گئے اور جوش اور مسرت کے نعرے گونجنے لگے

فرود گاہ اور لشکر کچہ کے آگے جو میدان بڑا منہا ہے اور میں دو طرفہ سے جنگ
 مرتب ہوئے لیکن ہر طرف اس امر کا خیال تھا کہ جہج ہو سکے گا۔ لیکن یہی کوشاں
 وافر سے فراغت ہو جائے افسر صفوں کے آگے گھوڑے دوڑاؤ ڈال کر اور
 کھاتہ سیر پاؤز بلند کر کے ہر بیون کا دل اور ہارنے کے منہوں کی لٹکیں
 اسی پوری طرح مرتب ہونے والی تھیں کہ مہاراجہ اجیریش جو فتح سے زیادہ اپنی
 موت کا خواہنا تھا کہ مہاراجہ اجیریش نے اپنا بیون تلوار اور اس کے ہاتھ تھپا اور اس سے
 اشارہ کر کے اپنے ہر سپاہی کا دل بڑھ رہا ہے۔ اس نے اپنے ہر شخص کو یقین
 دلایا کہ اگر فتح ہوئی تو ان کا راجہ ہی زندہ ہے اور اگر اجیریش کے سپاہیوں نے بیہنام
 ہو کر ذلت کیس ہوئے اپنے گھروں میں واپس آنا چاہا تو یہ سب یقین کر لیں کہ وہ
 راجہ کو پورا اپنے غم میں نہا بیٹھے اس خیال نے سب کے جوہلے پست کر دیے
 دوسری طرف سلطان محمد دہلوی گھوڑا بڑھائے ہوئے آیا اور اپنی صفوں کے آگے
 اپنا بیون گاڑ کر ٹھیک گیا پھر اپنے لڑکوں کی طرف متوجہ ہو کر کھٹکے لگا۔ اسے اہل سلام
 تم بھگے کہ میں نے یہ بیڑہ کیوں گا ڈھیا ہوا سنو یہ سنت عرب کو وہ عرب جو ہماری
 مبارک اور برگزیدہ دین اسلام کا مرکز ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس
 لڑائی کو صرف جہاد سمجھتا ہوں۔ میری غرض اس فوج کشی سے ملک گیری اور
 دنیاوی جاہ و حشمت سرگزین نہیں ہے۔ جو غرض ایک مجاہد کی جہاد میں ہوتی ہو وہی
 غرض میری اس لڑائی میں ہے۔ جو تم کو توڑنا۔ کلمہ کفر کو معلوب کرنا اور اعلان
 کلمۃ اللہ کا جہاد سمجھتا ہوں تمہارا بادشاہ بنکر لڑائی میں تمہارا حکمران ہونگا ملک میں
 تمہارا اہلالی بنکر لڑائی کے سمندر میں کوہ ونگا اور جتنا حصہ ثواب کا تم لینا چاہو
 ہوتا میں ہی لوں گا ان کلمات نے عوام کو اسلامیہ میں ایک رفت انگیز حالت
 پیدا کر دی ہے اور ہر شخص مارنے مرنے پر تیار ہو گیا پتلے راجہ اجیریش کی طرف
 لڑائی کا زنگ بجا جس سے یہ اشارہ تھا کہ اب فوج کا انتظام پورا ہو گیا لڑائی نکل
 ہو جائے مسلمان کو یا اس کو منتظر رہتی کہ ان کی طرف ہی فوراً پل چلے گئے لگاؤ نہ طرف

کی نوجوان ایک سکوت کے حالت میں بڑھنے لگیں سپاہیوں کے لیے وہ وقت نہایت
 دیگر اوقات کے زیادہ نازک تھا شاید لڑائی کے شروع ہو جانے کے بعد دونوں
 آہ بھاری اور اضطراب اور الجھن ہوتی ہوگی جو اس وقت ہر شخص اپنے دل سے
 بار بار بیقرار ہو کر سوال کرتا تھا کہ اب کیا ہوگا مگر تقدیر کے جواب نہ دیتی تھی
 جواب نہ دینے سے جو الجھن دل میں پیدا ہو رہی تھی جو جون صفین قریب ہوتی
 تھیں اور بڑھتی جاتی تھیں ایک بیتابی کا اثر دیکھ کر تاجا تھامیں وہ وقت
 ہے کہ جیسے جیسے جو انہو ایسے وقت میں دل پار دیا کرتے ہیں اور لڑائی ہو چکنے
 کے بعد نو بہرہ دل مضبوط ہو جاتے ہیں اور ایک قسم کی یکسوئی ہی ہو جاتی ہے جس طرح
 کوئی لہندی ستہ کرینو الا اس وقت تک ایک عجیب اضطراب دیاں کے عالم
 میں ہوتا ہے جیسا کہ پہلے کی زمین پر پہنچنے نہ جانے اور گر پڑنے کے بعد جو کچھ گذرتی
 اور کونکھن کئی کیلچ اختیار کی کر لیتا ہے۔ خیر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہو گیا
 پہلے تیر خیرے اور آخر میں تھو اورین جلیجی لڑائی کی ابتدا سندھوں نے جڑی ہاتھوں
 سے شروع کی اور وہ ثابت کر رہے تھے کہ دانشی وطنی محبت کا جوش دلیں
 نہایت جوش و خروش سے بھیاں ہیں انہوں نے اپنے پہلے میں کچھ ایسی
 سختی اور بیباکی سے مسلمانوں پر غمخیزئی کی جو ہر دکھاتا تھا۔

مسلمانوں کے ایک رئیس نے اس موقع پر بڑا کمال کیا اور دوطائی جو سواروں کا
 افسر تھا اس نے اس رسالہ کیساتھ منہ دُن کے اس حصہ فوج پر حملہ کر دیا جس میں
 خود راجہ اجیریش جلوہ افروز تھا سندھوں نے اونکے روکنے کی جڑی کوشش
 کی مگر مسلمان سواروں نے ایسا سخت حملہ کیا تھا کہ وہ کیس طرح نہ یک سکہ بلکہ
 حقد پر جلوہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹاتے گئے تھے اُس سے زیادہ خود مرٹ گئے راجہ
 نے اپنے لوگوں کو بہت روکا لیکن اونکی یہ کیفیت تھی کہ دل کڑا کر کے پھرنے
 تو لیکن معلوم وہ کیونکہ دیکھتے تھے کہ مسلمان سوار اور آگے بڑھ آئے جسکی وجہ سے
 جمہور اگسی نہ کیس قدر پیچھے ہی ہٹ جانا پڑنا سارنجیت سنگھ نے اپنی سواروں

کیسا تہہ ان مسلمانوں پر حملہ کیا اور بہت سخت لڑائی ہونے لگی ان دونوں طرف سے لڑائی
 کی لڑائی نے دم بہرین بہت سی بجائوں تک فیصلہ کر دیا جو وقت کہ منہ و اور مسلمانوں میں سے
 کسی کو اپنے پرانے قبا بالکل ہوش نہ تھا سوقت اجیرش کے بہادر سچے رام نے روز
 گذشتہ کی طرح بہر کھ فوج اپنے ساتھ لی اور لوگوں کی نظر میں بجا کر اس ہونٹا سین
 سے غائب ہو گیا۔ ہمارے دوست یہ نہ سمجھیں کہ وہ بہاگ گیا نہیں اوس کی پامالی
 کی ترکیب نکالی تھوڑی فوج لیکر پشت کی جانب واقع ہو نیوالی پہاڑیوں میں گیا اور وہاں
 سے اوس نے پوشیدہ ہی پوشیدہ ایک بہت بڑا جبکہ لگایا اور پہاڑیوں ہی پہاڑیوں
 جاتے جاتے اس مقام پر پہنچ گیا وہاں اون ہو گیون کا جو پٹر اٹھا اس جو پٹر
 کے قریب پنہاڑی کے دامن میں کھڑے ہو کر اوس نے اپنی سواروں کو تین حصوں میں تقسیم
 کیا ایک حصہ فوج کو اوس نے زیادہ شمال کی طرف بڑھا دیا تاکہ مسلمان پشت کی طرف
 وہ لوگ نمودار ہوں اور ایک حصہ کو اوس نے اپنے ساتھ لیا اور پہلے حصہ کو دوسرے
 حصہ کے درمیان میں مقرر کیا اور ارادہ کیا کہ تینوں گروہ ایک ساتھ مسلمانوں پر
 پڑیں تاکہ مسلمانوں میں ایک ہیٹ ایسا اضطراب پیدا ہو کہ اوس کے قدم او کھڑ جائیں
 ہر حصہ فوج میں ایک سنگہ بجا نیوالا ساتھ تھا اور سنگہ کی آواز حملہ کرنے کی پھان تھی تاکہ
 ایک گروہ کے حملہ کی دوسرے گروہ کو فوراً خبر ہو جائے کہ جے رام نے یہ انتظام کر لیا
 بعد دونوں کو اپنی مقام پر روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ کسی غلطی جگہ کو نہ نگاہ مقرر کر لیں اور وہاں
 اس وقت تک پہنچے بیٹھے رہیں کہ جب تک خود جے رام کی طرف سنگہ کی آواز سن لیں اور وہاں
 گروہ اپنی مفروض کو روانہ ہو گئے جے رام اصل میں بڑا بہادر شخص تھا اور اون کو نیالا
 اجیرش کی حفاظت میں کل بہادر وں سے زیادہ پر جوش تھے اسنے اپنے سواروں کو
 ایک مقام پر ریشہ پایا اور خود نہا روانہ ہوا کہ کسی مقام سے جبکہ لڑائی کا تاشہ دیکھئے
 اور اندازہ کرے کہ سپاہی کیسی لڑائی لڑ رہے ہیں اور مسلمانوں کا اشتغال کیسا کس زمین
 میں اس کا یہ بھی مقصود تھا کہ خود اپنے حملہ کرتے کیلئے مناسب وقت اور مناسب جگہ
 تجویز کرے اسکو سوار اطمینان سے پہاڑیوں کے درون میں خاموش کھڑے اور وہاں سے

آہستہ چلا جاتا ہے۔

سلطان محمود کے سپاہیوں سے اگرچہ یہ کارروائی بالکل مخفی رکھی گئی تھی مگر اس قسم کا حملہ جو گذشتہ روز کی لڑائی میں جے رام کی طرف کیا گیا تھا اسکا حال اگرچہ پہلے یمن معلوم ہوا تھا رات کو جب مسلمان جنگجو ملٹ کر اپنے خیمہ بن آئے تھے اسوقت انہیں بعض جاہل سواروں سے اور دو چار مندوں سے جنگ کا سیاق مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا کہ جے رام کتنا بڑا بہادر ہو شیار سپاہی نے اپنی کامیابی کیواسطے کس خاصوشی سے کچھ فوج الگ کر کے پہاڑیوں کے اندر سے ایک بیک بیک سہولت کیا تھا آج اجدا سے جنگ سے مسلمانوں کی ہوشیار افسر جے رام کی حالت کو دیکھتے رہے جو جوت فوج وہ اپنی فوج سے علیحدہ ہوا تھا اسوقت گو کہ مسلمانوں نے اپنی طرف اس امر کا بالکل ثبوت نہیں دیا کہ وہ جے رام کے بھانے اور روانہ ہو چکے تھے اور انہوں نے اسکو اپنی فوج سے علیحدہ ہو چکے دیکھ لیا مگر وہ درحقیقت ان بات کو بخوبی جانتے تھے مسلمانوں نے پوشیدہ ہی پوشیدہ ایسی تدبیریں کر لی کہ جے رام کو آجکل کی طرح جے کا سیاق منوہے میں اٹکا بہادر افسر التوتناش مندوں کے ساتھ ہی اپنی فوج سے دس ستر سوار لیکر علیحدہ ہو گیا اور وہ ہی اسی طرف روانہ ہوا جہاں جے رام گیا تھا اور اسی طرح لوگوں کی نظر ہی اگر مندوں کو اسکی خبر ہی نہ تھی۔ چھری نظر اسے دیکھتے یمن ہی تھی۔ مگر ہم اس امر کا یقین کر لیں کہ جے رام کے سپاہی ساری ہوشیاری اور تمام تدبیریں بیکار ہو جائیں اسلئے کہ یمن وہ ہی جیسا ہوا جیسا ہو گا کہ کسی ایسے موقع پر نکل کرے۔ زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ جے رام نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک ہی حصہ اپنے ہمراہ لیا ہے باقی حصہ دو دروڑ بٹھا دئے ہیں اور انکی ساتھ کم فوج رکھی ہے جو کہ سطح التوتناش کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی خیر اب دیکھئے کہ جے رام تین تہا لڑائی کا سامان دیکھنے چلا ہے وہ نہایت جرات اور بہت اطمینان سے آ رہا ہے کبھی تشنب ہوتا ہے اور بلند ہی پر اس پہاڑی سے اوس پہاڑ پر ہوتا ہے اس دامی کے گذر کر اوس وادی کو لے کرتا ہوا اس جہاڑی میں چسپا ہوا

آتا اور اس جہاڑ سے نکل کر میدان میں آجاتا ہے تو لپک کے دوسرے جہاڑی کے دامن میں چسپ جاتا ہے۔ اس نے وہ مقام بھی لے کر لیا جہاں ان فقیروں اور جوگیوں کا جھونپڑا ہے۔ سن رسیدہ جوگی اپنے جھونپڑے سے نکلے اس کے قریب آتا ہے اور کہتا ہے بچہ تو لڑائی کا میدان چھوڑ کے یہاں آیا۔

جے رام۔ آپکو اس کو ہستانی مقام کے حالات بخوبی معلوم ہو گئے کوئی ایسی جگہ ہے جہاں سے میں مخفی طور پر بیٹھ کے لڑائی کا تماشہ دیکھ سکوں۔

جوگی۔ (ایک مشرقی پہاڑی کی طرف اشارہ کر کے) دیکھئے اس پہاڑی کے درمیان میں وہ جہوڑی سی چٹان نظر آجاتی ہے اس کے پہلو میں بیٹھ کے اگر کوئی دیکھے تو سارا میدان جنگ نظر آتا ہے۔

جے رام۔ تو میں جانا ہوں وہاں سے جا کے دیکھوں گا۔

جوگی اس کے بعد لپک کے اپنے جھونپڑے میں ہو رہا اور جے رام آگے بڑھا۔ راستہ کے نشیب و فراز کو منہ نہیں کر لے کر رہا تھا اس کا شوق اسے بہت تیز لے جاتا تھا لیکن راستہ ایسا خراب تھا کہ گھوڑے کے جانے میں بڑی بڑی دشواری تھی اور کیسٹج نہیں بنا سکے بنی ہی آخر جاتے جاتے ایسا مجبور ہوا کہ گھوڑے اور پڑا اس لیے گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ دیا اور آگے بڑھا۔

جے رام روانہ ہوتے وقت بہت بڑی ہوشیاری کرتا گیا تھا کہ اپنے سواروں میں سے کسی سوار اسے ایسے بے مقام پر معین نہ کر دے جہاں وہ اسکی حالت کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

جے رام نے جو وقت گھوڑا چھوڑا ہے اس وقت اس کے ہر ایون کو ضرورت معلوم ہوئی کہ اور بھی چند لوگ جا میں جو اس کے ہمراہ موجود ہیں جتنا چھان مخفی سواروں میں سے دس شخص بھی اور روانہ ہوئے اور گھوڑا بڑھاتے چلے کہ جلد ہی سے اس مقام تک پہنچے جہاں جے رام نے گھوڑا چھوڑا ہے اسے سورت سے بھی چھوڑ دے تاکہ اس کے پاس پہنچ جائیں جے رام برابر چلا جاتا تھا۔ راستہ کی خرابیوں اور الجھنوں

میں اس درجہ محبت کا کسی اور طرف نگاہ اور شان کی بہت ہی نہ ملتی تھی اس نے ان لوگوں کو بھی نہ دیکھا جو اس کی ہمدردی کے لئے چلے آئے تھے اور ابھی اس سے بہت دور تھے بلکہ ایک اس کی گردن پر ایک کاری تلوار پڑی اور اس کے ساتھ ہی آواز آئی تو نے سلمانوں کے احسان بہلا دئے اور بہر او نہیں لوگوں کو فریب دینا جاتا جنہوں نے قید کر کے اپنا غلام بنائے کہ جو زور دیا تھا جے رام کو یہ سنتے ہی غصہ آگیا اور کئی بغیر کسی قسم کا خیال کئے اپنے دشمن حملہ آور کو مرے دیکھا اور ساتھ ہی اپنی تلوار کا وار کیا۔ یہ تلوار اس شخص کے شانے پر پڑی اور کاٹتی ہوئی سینہ تک اتر گئی لیکن اول تلوار کا وار بھی ایسا کاری ڈالتا کہ جے رام نے طیش میں آکر ایک وار تو کر دیا تھا لیکن سنوڑا اس کی تلوار حریف کے سینہ میں اپنی جان شان رفتار کو پورا طے کرنے میں پائی تھی کہ وہ نیورائے گرا اور گرنے ہی غش آگیا دونوں حریف بڑے تخریب رسے تھے صرف فرق اتنا ہوا کہ جے رام زندہ رہا اور اس کے حریف نے دو چار ہی کروٹیں بدل کے جان دیدی فوراً ہی ایک ایک رہنم معلوم کہ سر سے دونوں جوان جوگی دی جو سن رسیدہ جوگی کے سر پہنچے شاید کسی طرف وہ چپے ہو سکتے تھے کہ یکا یک اس ہیبت ناک سین پیدا ہوئے دونوں شور کرتے ہوئے زمین چھانکے ہوئے ہوئے آئے انہوں نے آئے ہی اپنی کیفیتوں سے تلواریں نکالیں اور ضرب تے والے آہ جوان جے رام عنفوان شباب کی دلفریب منظر لہنے کرنے والے اجیرن کے جہان نثار تخت و تاج کے وفادار خدام کو گارٹ کے ٹکڑے کر ڈالا یہاں تک کہ جے رام کی لاش کو بالکل کاٹ کے ڈال دیا۔

یہ نوجوان سنوڑا اس غلامانہ کام میں مشغول تھے کہ جے رام اس شریہ قوم کے مہر دار اور وفادار مہر ہی جو اس کی اعانت کو چلے تھے آپہنچے ان کی انگلیوں میں دنیا تار ایک ہو گئی انگلی ہٹاتے ہی بالوں سے اڑھرت و غضب کی آنکھوں میں سمجھا دیا کہ اون کر مانگے ان کے خسران کے خسرانوں کی قوم کے بنایت ہو بصورت بدول اور بنایت ہی ہر دلعزیز وزیر زادے کو دو دیسی جوگی اپنی تلواروں سے کاٹ رہی ہیں

انہوں نے طیش کھائے ہوئے دل سے حملہ کیا اور تین ہی چار واروں میں ان
لوجوؤں کا قتل کر دیا۔ آہ غصہ بہ اندھیرا یہاں تو فٹاک ظالانہ میں اور بالکل
نہیں معلوم کہ کیوں ہا اور کس بنا پر؟

اجمیر ش کے حسرت نصیب سواروں نے اگرچہ اپنے دشمنوں کو فیصلہ کر دیا تھا لیکن
ان کے دل کی حسرت کیونکر نکل سکتی تھی اپنے سردار کے قاتلوں کو انہوں نے قتل
کیا اور کھڑے ہو کر نہایت بدلتانی سے چلا چلا کے روئے لگے۔ یہ آواز اس پہاڑی
میں گونجی دوڑ تک پہنچی ناگمان بالکل پہلے جو گیون کی طرح ایک اور لوجو ان جوں
روتا ہوا آیا اس نے ناگہ کشی کرنے والے سواروں سے اضطراب کے لمحہ میں پوچھا
کہ یہ کیا ہوا اسکے جواب میں سواروں نے ہٹ کے کہا لو تم ہی خود دیکھ لو۔ اس لوجو
عبر جوگی نے بڑے دیکھا پیچ ماری۔ پہلے دو لوجو تنگ اور فریقوں کی لاش پر
خجکا اور جھبک کے انتہائی بدلتانی کیساتھ آؤں کے چہروں کو غور سے دیکھا دیکھتے
ایک قیامت کا حسرتناک سکوت اسپر طاری ہو گیا اس نے جے رام کی تلوار ہاتھ
میں لی چند جملے فوری جوش کے لمحہ میں اوسکی زبان سے نکلے آہ دو لوجو کا غم
دو لوجو کا مرنے کا یہی ایک کلیجہ کیوں نہیں پٹا کس کس گوروں لیکن چاہے جو کچھ
ہو یہی جان کا صدمہ پہنچانے کے لئے جے رام کی تلوار سے اپنا کام تمام کر دیا تھا
اور تیرا کے دھم سے پہلی لاشوں پر گر پڑا تھا اور اس امر نے قیامت برپا کر دی
اس ٹریجک مین حسرتناک کی دلخیز آتش ترقی کر گئی۔ اور پہلے سے زیادہ شور مچا کر
سب وار روئے لگے۔ ان کے روئے کے ہاواز نے پہاڑوں کے کلیجہ میں ناصور
ڈال دیا جے رام کے ہمراہی سوار جو ابھی دور تھے دوڑ چرے ان کا دوڑنا تاکہ
الوتیناں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نکلا۔ قبل اسکے اس بلند مقام میں یہو نہیں
جہاں سنگشوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور جہاں تک گھوڑے نہیں پہنچ سکتے
تھے پیچھے ہی دون طرف کے سواروں کا سنا سنا ہوا چاٹنے کی مانند ہی ہیر ہیر
ہوئے والوں کی ہمراہی کیلئے بیان بہت سے جانبازوں نے سرکھٹ تھاں

کیا اور دنیا سے رخصت ہونے لگے مسلمان شمار میں زیادہ تھے اسلئے کہ منہ و بہاروں
 کی فوج کے دوحہ زیادہ جا چکے تھے سب اس مقام پر موجود تھے جانبازوں کی اپنی باقی
 حصہ ہائے فوج کو اپنے بلانے کیلئے گیسر اسٹین سنگہ بچا دیا یہ انکی غلطی تھی اسلئے
 کہ یہ علامت محمود کی فوج پر حملہ کرنیکی قرار دی گئی تھی نہ فوج کے واپس بلانے کی سنگہ کی
 آواز سننے ہی منہ دون کی دونوں مخفی فوجوں نے محمود کی فوج پر حملہ کر دیا محمود نے اپنے
 سواروں اور التونناش کا انتظار کیا مگر وہ نہ آئے سبکی وجہ سے اوسکے ولین ایک
 بیقراری پیدا ہوئی اور اس بیقراری کا اثر ہر سوار پر اور ہر سپاہی کے ولین ایسا دوڑ
 گیا کہ سب کے ہاتھ سے ہونگے اور ہر راہ کے ساتھیوں نے بھی لڑائی تیز کر دی اور
 بڑی سختی اور جانفروشی کے حملہ شروع کیا یہاں لڑائی کا یہ عالم کہ جیسے محمود غزنوی کی
 فوج اب شکست اور ہٹایا جا رہی تھی اگرچہ وہ اور دو دو طالی بڑی مضبوطی سے اپنی فوج کو
 اوہبارا و بہار کر لیا رہی تھے مگر لڑائی کا رنگ بدل گیا تھا اور تقدیر نے منہ ونگواہی
 دلاوری دی تھی کہ وہ بڑے شوق مسرت سے مسلمانوں کی شکست کے منظر سے
 اور ہر التونناش نے ایسے تیز چلنے کے اور اس سختی سے مقابلہ کیا کہ جے رام
 کے سپاہی بدحواس ہونے لگے۔ دیر تک وہ اپنی لگاکر منظر رہے مگر کوئی بات
 آخر گیسر کر امنوں نے وہ سوار دوڑائے کہ جلدی سے جا کے ہمارا راہبہ اجمیرش کو اس
 لڑائی کی اطلاع دیں اور یہ بھی خبر کہ دین کہ جے رام کی حالت نہایت مخدوش ہے
 بطور معلوم ہوتا ہے کہ انکو سخت حد سے پہنچا اسلئے کہ دس ہزار یون کی روٹکی آوازیں
 ہمارے کانوں میں آئیں اور گیسر کے اونٹنی بھر لینے کو روانہ ہوئے لیکن مسلمانوں
 نے ہم سب کو روکا مسلمانوں کی فوج زیادہ ہے آپ ہماری مدد کیے ورنہ غفر
 شکست ہو چاہتی ہے یہ پیام بھی ہر راہبہ کے پاس پہنچا اوسکے حواس جا توڑ دیے اور گیا
 اور اس کو اپنی مقام پر بہت سنگہ کو ٹھہرا کے خود اوپر کراخ کیا دس ہزار سوار اپنے
 ہمراہ لیکر بہاولپور سے راسن میں اوسی جگہ جا پہنچا جہاں جے رام نے سستی اپنی
 سنبھالنے کی آخری کوشش کر رہے تھے التونناش نے بڑی جرات سے جا ہا کر خیمہ

کما آہ سیری سوہنا جھکواغ دلی پیرا و سکو بعد جے رام کو ہی زندگی نہ سیند آئی اور وہ ہی مجھے رخصت ہو گیا۔ راجہ دربنک اسی قسم کہ حسرتناک جھک کتا رہا اور رویا گیا سولہ اس جوڑیوں رسیدہ جوگی کو پکڑ لایا اور وہ جیسی اس اندوہناک سین میں پہنچا زار و تزار روئیدگا دربنک اوکل طرف منوجہ ہو کر گیا کچھ خبر نہ کر گیا سانچہ ہوا اور ان لو جو ان جو گیون اور میرے پہ سالار فوج جے رام کی کیا تعلق تھا۔

اس کا جواب دینے کے لئے جوگی نے بڑی مشکلوں کو آواز نکالی اور رک رک کر آنا کہا ان مجھے تمام معاملات کی خبر نہ مگر انکو اس وقت خاص کر دربنک جب خاص کر نیک وقت آئیگا۔ راجہ۔ آہ اتنے بڑے معاملہ کی اصل حالت سننے کے لئے میں وقت کا منتظر رہوں نہیں مجھے نہیں ہو سکتا۔ جلد ہی بنا و دربنک میں تجھے کاٹ کے انہیں کے برابر ڈال دینگا جوگی۔ ہمارا ج موت کی من بالکل نہیں جوتا۔ میں خود اپنی زندگی سے بیزار ہو رہا ہوں حضور احسان کریں اگر مجھے قتل کر ڈالیں۔ باقی اس امر کا طاس کرنا بلا دنیا میں صرف میں ہوں اور کوئی نہیں۔ مگر یہ راز ہی راز ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ جب کہلے گا جب خود غزنوی اور ہمارا ج آپ دونوں برابر بیٹھے ہونگے دونوں کے سامنے بیان کر دینگا کیونکہ اس قصہ کو دونوں بادشاہوں سے تعلق ہے۔

راجہ۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ محمود میری برابر آکر بیٹھے وہ میرا دشمن و اور میں اوکو خون کا سیاہا ہوں۔ جوگی۔ ہمارا ج آپ کے نزدیک یہ نہیں ممکن ہے مگر میری اختیار میں ہے اگر حضور حکم دیں تو میں سلطان کو ابھی بیان بلا لاؤں۔ وہ میرے لئے سے چلے آئیگے۔ یہ سنکر راجہ زحیرت سے جوں کی طرف دیکھا اور تعجب کی آواز میں پوچھا تو محمود کو بلا لائیگا۔

جوگی۔ ابھی بلا لا سکتا ہوں۔ بس آپ کی اجازت چاہئے۔

راجہ۔ شاید تو مجھے دھوکا دیتا رہے کہ اسی بہانے سے اپنی جان بچائے بہاگے۔

جوگی۔ اگر ہمارا ج کو اعتبار نہیں تو اپنی کچھ سپاہی میرے ہمراہ کر دیجئے وہ میری ساتھ رہیں گے محض بہانے کا سو فائدہ نہ دینگے میں سلطان کے پاس جاؤنگا اور بلا لاؤنگا۔

راجہ۔ اگرچہ اسکا اعتبار نہیں کیونکہ جب یہ دشمن کی فوج میں مل گیا تو میری سپاہی کیا

کر سیکھے۔ لیکن جوگی میں تیرا اعتبار کرتا ہوں یا پونہ سواروں کی طرف اشارہ کر کے تم لوگ اس کے ساتھ جاؤ ویکھو خبردار اس کا ساتھ نہ چھوڑنا محمود کو لشکر میں ہی اس کیساتھ چلنا اگر مسلمان سپاہی اس کی پہوڑا ناچا ہن تو تم اپنی جان و دنیا مگر اس زندہ تمہاری حیرت ذات پر مبن اعتبار کر کے اس کے ساتھ کرتا ہوں۔ ویکھو اپنی ذات کو دہبہ نہ لگانا محمود کو لشکر میں یہ جاکے اگر ذرا ہی خلاف و عدل کرے فوراً اس کا سر اڑا دینا اس میں چاہی کچھ ہو۔ ان راجہوں نے آکر سرجا کیا اور عرض کیا کہ مہاراج آپ کو حکم کی ذرا ہی سرتراپی ٹھہریے۔ اس کو تو یہ بدلہ دے رہے تھے اس کا سر اڑا دیا جوگی نے یہ مہاراج کی طرف متوجہ ہو کر کہا مہاراج آپ مجھے مطمئن رہیں میں خادومہ نہ روں گا۔ اب ان تاروں کے ہمراہ سلطان لشکر میں جاتا ہوں۔

جوگی اجمیر شہر راجپوتوں کے ہمراہ اسلامی کیمپ کو روانہ ہوا اور راجہ پراوی پشیمپسکی۔ بیتابی اور بقراری کیساتھ روئے لگا۔

سن رسیدہ جوگی جو وقت اسلامی فوج میں پہنچا اس وقت لڑائی ہو رہی تھی راجہ کہ سنوئی کی سندھی فوجیں سستی پیدا ہو گئی تھیں اور مسلمان سواروں کو دوطائی اور خود سلطان جڑ پاڑ پا کر لڑا رہے تھے اس جوگی کو دیکھ کر کئی افسروں نے سلام کیلئے ہاتھ اٹھایا اور اب یہ کہنے لگے حضرت دعا کیجئے کہ جلد فتح حاصل ہو جوگی کی صورت پر پریشانی کو اتار دیکھ کر کئی لوگ ہنسنے لگے جوگی۔ ہاں میں اس وقت نہایت حیران ہوں اور ایک نہایت ہی ضروری کام ہے جلد چلے ہوئے اس وقت سلطان کو بیان تک لے آؤ۔

افسر۔ آپ تو ملاحظہ فرماتے ہیں کہ سلطان اس وقت میدان جنگ میں ہیں میں آپ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ ابھی جا کے سلطان سے عرض کرتا ہوں۔

جوگی۔ ہاں جاؤ اور یہ بھی کہہ دینا کہ بہت ضروری کام ہے۔

بہت خوب کہہ کے وہ افسر سلطان کے پاس گیا اور قریب جا کے جوگی کے آنیکا بیان کیا سلطان نے داؤد طائی کو لڑائی کے قائم رکھنے کی تاکید کی اور خود اس جوگی کے ملو کے لئے پیچھے چلا آیا جوگی کے قریب پہنچ کے سلطان نے بھی ادب سے سلام کیا جوگی جواب سلام دینا خواہر ہا اور قریب جا کے سلطان کے کان میں کچھ کہا اور اس کے بعد فوراً ہٹ

کے کہنے لگا اب مناسب یہی کہ اڑالی سو قوف رکھی جائے اور آپ چلے دیکھئے کہ راجہ سے کیا نکلے ہوئی ہے اور کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔
سلطان - بہتر مجھے آپ کے حکم میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے افسروں کے ذریعہ سے ہندو فوجی افسروں کو اطلاع دی کہ اب اڑالی سو قوف رکھی جائے انشا اللہ کل مقابلہ ہوگا۔

ہندو افسران فوج بھی اپنے اذکار میں اس درجہ پریشان ہو رہے تھے کہ انہوں نے اس درخواست کو فوراً قبول کر لیا اور اس جہنمیانہ دھمکے کے اڑالی سو قوف لگائی دو لون طرف کے سپاہی اپنی اپنی فرو دکھا میں روانہ ہوئے اور سلطان محمود دھماں فسطح اور ایک ہزار سوار کو اپنے سربراہ لیکر اس طرف روانہ ہوا جہاں پہاڑی سر راجہ جیسریش کٹر اہلوتا یہ سب اوس حد تک نو سواروں جہاں تک گھوڑے جاسکتی تھی اسکو بعد گھوڑوں پر بٹو اتر پڑے اور با پیادہ پہاڑیوں پر چڑھنے لگے نام ہندو فوج حیرت منی کہ یہ جوگی کون شخص ہے کہ اڑاتے ہی سلطان محمود غزنوی نور اچھلا آیا۔ راجہ نے سلطان کو آڑ دیکھ کر آگڑا ہٹا کر استقبال کیا اور شاہانہ آداب اور دوستانہ اخلاق کو ملا۔ اگرچہ وہ اسوقت از حد عظیم تھا کہ یہ اخلاق اوس سے بن نہ پڑے تھے لیکن حتی الاسکان اوس نے خلق و مروت کی کوئی بات۔

اور شاہد رکھی جب راجہ نے پڑے کے سلطان سے ہاتھ ملایا اور معمولی مزاج بری کو فراغت ہو چکی تو سلطان کو حیرت ہوئی کہ آپ نے جوگی کی بات مجھ کو آکر ذریعہ معلوم ہو جائیگا کہ میری وزیر کا بہادر بیٹا ہے رام کس لئے مار ڈالا گیا۔

سلطان - جو کس طرف متوجہ ہو کر شاہ صاحب اگر آپ کو معلوم ہو تو بیان فرمائے۔ جوگی - جی ہاں معلوم ہے اور صرف مجھے کو معلوم ہے میرے جہونپڑی میں ایک جوگیان شخص فیہ تھا جو اکثر منہ و فیہ میں بند رکھا جاتا تھا وہ ایک خاص ضرورت اور صحت سے قید کیا جاتا تھا وہ برہمن سیر کی جہونپڑی میں کئی نو عمر جوگی تو جہنم سے تین اصل میں شرمورتن بنین اسلام ایک سبھز خاندان میں دو بہائی تھے ایک یعقوب اور ایک یوسف تعقید تباہ حال ہوئے بیانیہ بھلا گیا اور وہاں اسکی نسل

چلی وہ نوجوان شخص اویس نسل سے رہتا اور اس سلطان الفوج میں ہمیشہ بہادری
 و کمانی دوسرا سہیلی یوسف اس کے زمانہ میں نہایت ستم فوجوں کیساتھ ہندوستان میں آیا
 رہتا اور اس کی نسل برابر بیان پہلنی رہی ان تین عورتوں میں دو اس نسل کی تھیں لیکن
 اس زمانہ کا رازدار صرف میں تھا ان دونوں عورتوں کو اس نوجوان نے کسی سوتیلے پر
 دیکھا دیکھتے ہی ان میں سے ایک پر عاشق ہو گیا علی بن العباس پر عورت ہی
 بالکل بچہ بنی اس کے دل میں بھی عشق کے جذبات پیدا ہو گئے گو کہ عصمت
 اس کا منہ ہمیشہ بند کئے رہی اس عشق کے زمانہ میں ایک شیا واقعہ ہوا۔ وہ یہ کہ
 ہندوستان کی ایک معزز اور شریف لڑکی نے اس نوجوان کو دیکھا اور پہلی ہی
 نظر پر اس پر سیدہ دل اس پر دیکھا۔ یہ سیدہ لڑکی اپنی قوم میں بدنام سوزے گئے تھے
 اس عشق کو بہت چھپانی تھی مگر یہ چھپتا رہا وہ نوجوان ہی پسند نہ کرتا تھا کہ اس کو اپنے
 عقد یعنی نکاح میں لائے اس لئے اس میں ایک شریف ہندو خاندان کی اپنی قوم میں
 سب سے بڑی شہرہ تھی اور اس میں وہ اس نوجوان نے ایک سوتیلے پر لانا طریقہ جو اس
 دل شکست لڑکی کو اپنے پہلو سے جدا کر دیا وہ مایوس ہو کے چلی آئی اور دل ہی دل میں
 غم کھاتی رہی نوجوان کی یہ کارروائی ان مسلمان لڑکیوں کو بھی نا پسند آئی وہ بھی اس
 ہندو لڑکی سے ملنے کے لئے بیان آئیں میں نے اونکو روک لیا جو میرے پاس جوگی
 کے ہمیں میں رہا کرتی تھیں مجھے ہندو لڑکی نے مدد لینا چاہی چونکہ اس ملک میں
 میرے مرید بہت ہیں ان میں نے ایک نئی چالی سے نوجوان کو گرفتار کر لیا اور
 اسے اپنے ہمراہ صندوق میں بند کر کے رکھنے لگا مگر اس ہندو لڑکی کو جو ہر مسلم
 نہ تھا کہ اس کا معافی میرے پاس قید ہے اب اس کے دل میں ایسا جوش پیدا
 ہوا کہ وہ بھی میرے جہو پیڑے میں جوگی کا ہمیں بدل کے رہنے لگی اس کا اصل
 عاشق ہندو شخص تھا وہ عاشق کون تھا اس میں جے رام تھا راجہ اجیریش اور
 سلطان دونوں حیرت سے دیکھنے لگے۔

جوگی۔ اس وقت وہ نوجوان صندوق سے نکالا گیا تھا اپنی قریب جے رام کو جاننے

دیکھ کر فوراً اسے غصہ آ گیا کہ تو مسلمانوں کے ساتھ غریب کی کارروائی کر رہا ہے اور
میرے جو بیٹے ہیں اسے ایک تلوار لیلی اور بیٹھی رہنے لگا اس نے جبرام پر حملہ
کیا جسے رام نے بھی پہرے کے تلوار ماری دونوں کا دھار کاری ختم ہو گیا بلکہ جسے رام کی تلوار
زیادہ کاری تھی اسلئے گرتے ہی جان دیدی اسکے بعد جوگی سلطان کی طرف متوجہ
ہوا اور کہنے لگا حضور اس شخص کی لاش ملاحظہ فرمائیے شاید آپ پچانو ہوں
سلطان نے جبکہ کے دیکھا اور چلا اور شاہ یہ تو منصور ہے آہ مار ڈالا گیا۔

جوگی - اس نوجوان کے غم میں وہ بیتاب ہو کے دونوں مسلمان لڑکیاں اپنی اسی
جوگیوں کے ہمیں میں تلواریں لیکے دوڑیں انہوں نے یہ جان جبرام کو غصہ کیا ماری
کاٹنا شروع کیا اتنی دیر میں راجپوت کے سوار آ پہنچے اور انہوں نے اسے اونٹن قتل
کر ڈالا۔ یہ وہی غریب لڑکیاں ہیں جنکا حال منصور نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔
سلطان - ہاں ہاں وہ ہی تھیں ہو گئیں۔

جوگی - اب باقی رہا وہ پچھلا جوگی جس نے خود کشی کی وہ وہی منہ کی لڑکی تھی مگر
آپ اس کی لاش کو دیکھیں۔ راجہ نے جبکہ کے دیکھا دیکھتے ہی ایک بیخ مار کے
چلا اور شاہ نے یہ تو میری پیاری جان سے زیادہ پیاری سوہنا ہے ہائے ہائے کا
لفظ دوی دفعہ منہ سے نکلا تھا کہ وہ غش کسا کر زمین پر گر پڑا جب ہوش آیا تو جوگی
نے کدرا جہ صاحب میں وہی شخص ہوں جبکہ آپ نے شکایت کی تھی کہ کوئی
مسلمان برہمن کے ہمیں میں پوجا کر آیا کرتا ہے بیشک میں سلطانی فوج والوں کو
نہ کہیں کچھ نہیں ذکر کیا تھا مگر یہ کہ میں اسے جرم میں لے کر قتل کیا جاؤں
جوگی دوبارہ بولا کہ دونوں بادشاہ اب خود زبیری سو قوت کریں لڑائی تو یہ نتیجے
پیدا کئے جوگی کی نصیحت پر عمل کیا گیا اور صلح اور محبت کا پیمانہ کر کے دونوں
بادشاہ آ رہیں ہرنے لگے اور اپنے اپنے لشکر گاہ کو روانہ ہو گئے۔

تمام شد

کے۔ وی۔ این

